قرآن، حدیث اور فقہ کی روشنی میں

حقوق العباد

اور انکی اہمیت

- ☆ والدین کے اولاد پر حقوق
- ☆ اولاد کے والدین پر حقوق
- ☆ شوہر کے بیوی پر حقوق
- ☆ بیوی کے شوہر پر حقوق
- ☆ تاجروں کے آپس میں حقوق
- ☆ پڑوسیوں کے آپس میں حقوق
- ☆ اساتذہ کے شاگردوں پر حقوق
- ☆ شاگردوں کے اساتذہ پر حقوق
- ☆ عام مسلمانوں کے حقوق

تالیف
شیخ الحدیث مفتی محمد الیاس زکریا صاحب
رئیس دارالافتاء جامعہ عربیہ مسجد آدم جی نگر کراچی

پسند فرمودہ

مولانا محمد زکریا صاحب

مفتی محمد انعام الحق صاحب قاسمی

ڈاکٹر مولانا منظور احمد مینگل صاحب

قرآن و حدیث اور فقہ کی روشنی میں

حقوق العباد اور انکی اہمیت

★ والدین کے اولاد پر حقوق
★ اولاد کے والدین پر حقوق
★ شوہر کے بیوی پر حقوق
★ بیوی کے شوہر پر حقوق
★ تاجروں کے آپس میں حقوق
★ پڑوسیوں کے آپس میں حقوق
★ اساتذہ کے شاگردوں پر حقوق
★ شاگردوں کے اساتذہ پر حقوق
★ عام مسلمانوں کے حقوق

تالیف

شیخ الحدیث مفتی محمد الیاس زکریا صاحب مدظلہ

رئیس دارالافتاء جامعہ عربیہ مسجد آدم جی نگر کراچی

مکتبہ الیاس کراچی

0336-1829436

حقوق العباد اور انکی اہمیت

تالیف

شیخ مفتی محمد الیاس زکریا صاحب

ناشر

مکتبہ الیاس کراچی

0331-3075199

ادارۃ النور

دکان نمبر 3-2، زرینہ سنٹر بنوری ٹاؤن گرومندر کراچی

021-34914596, 0324-2955000

idaratunnoor@gmail.com

پاکستان بھر میں ملنے کے پتے

لاہور	
مکتبہ رحمانیہ	0343-9697395 042-37224225
الحجاز ابراہیم	0332-4959155
المیزان	042-37122981
مکتبہ العلم	042-37211788
الفلاح پبلشرز	0333-4101085
راولپنڈی	
اسلامی کتاب گھر	0514-830451
وکیل پبلشنگ	0332-5459409
ملتان	
مکتبہ حقانیہ	0300-4541093
مکتبہ امدادیہ	0300-6380664
مکتبہ امداد العلوم	0302-9635918
فیصل آباد	
اسلامی کتاب گھر	0323-2000921
اسلام آباد	
مکتبہ فریدیہ	0343-5946073
حیدرآباد	
الحراء حسن	0321-8728384
مکتبہ اسلامی تبلیغ	0320-3015221
کوئٹہ	
مکتبہ رشیدیہ	0333-7825484

کوہاٹ	
مکتبہ حسین بن علی	0334-8299029
پشاور	
دار الاخلاص	0300-5831992 091-2567539
بیت العلم	0300-9348654
مکتبہ عمر فاروق	0311-8845717 091-2580103
مکتبہ فاروق اعظم	0345-9597693
مکتبہ حقانیہ	0300-5990822
چمن	
دار العلم	0315-4105987
مکتبہ عزیزیہ	0315-7788573
ڈیرہ اسماعیل خان	
مرکزی کتب خانہ	0346-7851984 0336-9755780
مکتبہ حقانیہ	0346-5435446
درہ پیزو	
مکتبہ حلیمیہ	0305-9571570
سرائے نورنگ	
مکتبہ فخر بیت کتاب گھر	0302-5565112
بنوں	
مکتبہ الاسلام	0334-5345720
مکتبہ عرفان	0333-9749663
مکتبہ شیخ الہند	0336-9243535

میران شاہ	
مکتبہ رحمانیہ	
مردان	
مکتبہ الابرار	0321-9872067
مکتبہ امام محمد	0311-9383779
کرک	
مکتبہ حقانیہ	0313-9836011
اکوڑہ	
مکتبہ سید احمد شہید	0332-9984701
سوات	
مکتبہ صدیقیہ	0334-9332627
مکتبہ عزیزیہ	0344-8178216
مانسہرہ	
ادارہ محمودیہ کتب خانہ	0311-8790712
ہنگو	
مکتبہ دیوبند	0332-4345384
سواڑی بازار	
مکتبہ حسن	0335-9520022
مکتبہ حبیبیہ	0333-9691389
مکتبہ صدیقیہ	0333-9705047
نوشہرہ	
القاسم اکیڈمی	0346-4010613
ادارۃ العلم	0321-9746859
دیربالا	
ادارہ محمودیہ	0300-5571532
مکتبہ صدیقیہ	0331-8174101
صوابی	
اسلامی کتب خانہ	0303-8004066
مدنی کتب خانہ	0302-5687765
شبقدر	
مکتبہ بیت العلم	0345-0947410
مری	
مکتبہ محمدیہ	0321-7484917
مکتبہ عزیزیہ	0310-2197703
ٹانک	
مکتبہ حمادیہ	0304-0988857

فہرست

والدین کے (۱۵) حقوق

حقوقِ زوجین

شوہر پر بیوی کے (۹) حقوق

متفرق مسائل

بیوی پر شوہر کے (۲۸) حقوق

متفرق مسائل

اولاد کے (۲۳) حقوق

چلنے پھرنے کے آداب

پڑوسی کے (۱۰) حقوق

تاجروں کے (۱۷) حقوق وآداب

استاذوں کے (۱۶) حقوق

شاگردوں کے (۱۰) حقوق

عام مسلمانوں کے (۱۴) حقوق

انسانی حقوق

مریض کے حقوق

جانوروں کے حقوق

☆☆☆تمت بالخیر☆☆☆

پیشِ لفظ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰہ و کفٰی و سلام علی عبادہ الذین اصطفٰی، امّا بعد!

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی طرف سے جو حق وہدایت لے کر اس دنیا میں تشریف لائے اس میں سب سے پہلی چیز ایمان وتوحید کی دعوت تھی، پھر جو لوگ آپ ﷺ کی اس دعوت کو قبول کر لیتے انکو آپ ﷺ عملی زندگی گزارنے کیلئے ہدایات دیتے تھے، آپ ﷺ کی اس ہدایت کو بنیادی طور پر دو حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

ایک وہ جس کا تعلق بندوں پر اللہ تعالیٰ کے حقوق سے ہے، جس میں آپ ﷺ نے بتلایا کہ بندوں پر اللہ تعالیٰ کے کیا حقوق ہیں اور اس باب میں انکے فرائض کیا ہیں؟ اور حقوق و فرائض کی ادئیگی کیلئے انہیں کیا کرنا چاہئے؟

دوسرا حصہ آپ کی تعلیم کا وہ ہے جس کا تعلق حقوق العباد سے ہے، جس میں بتلایا گیا ہے کہ بندوں پر دوسرے بندوں اور عام مخلوقات کے کیا حقوق ہیں اور اس باب میں اللہ تعالیٰ کے احکام کیا ہیں؟

حقوق العباد کا مسئلہ اس اعتبار سے زیادہ اہم اور قابلِ فکر ہے کہ اس میں تقصیر اور کوتاہی ہوجائے یعنی کسی بندہ کی حق تلفی یا اس پر ظلم و زیادتی ہوجائے تو اسکی معافی اور نجات اور سبکدوشی کا معاملہ اللہ تعالیٰ نے (جو رحیم و کریم ہے) اپنے ہاتھ میں نہیں رکھا بلکہ اس کی صورت یہی ہے کہ یا تو اس دنیا میں اسکا حق ادا کردیا جائے یا اس سے معافی حاصل کرلی جائے اگر ان دونوں میں سے کوئی بات بھی یہاں نہ ہوسکی تو آخرت میں لازماً اس کا معاوضہ ادا کرنا ہوگا اور وہ بے حد مہنگا پڑیگا یا اس کے حساب میں آخرت میں سخت عذاب بھگتنا پڑیگا۔

اور اگر غور کیا جائے تو زندگی سے بھرپور فائدہ اٹھانا، خاطر خواہ لطف اندوز ہونا اور کامیاب زندگی گزارنا اس وقت ممکن ہے جبکہ انسان ادب و سلیقہ وقار و شائستگی نظافت و پاکیزگی عالی ظرف و شرافتِ طبع ہمدردی و خیر خواہی نرم خوئی اور شیریں کلامی تواضع و انکساری ایثار و قربانی بے غرضی و خلوص خدا ترسی و پرہیزگاری جیسے عالی اوصاف سے متصف ہو اور

حقیقتاً یہ باتیں اسلامی زندگی کے وہ دلکش خدوخال ہیں جن کی بدولت مومن کی بنی سنوری زندگی میں وہ غیر معمولی کشش اور جاذبیت پیدا ہوجاتی ہے کہ نہ صرف اہلِ اسلام بلکہ اسلام سے ناآشنا بندگانِ خدا بھی بے اختیار اس کی طرف کھنچنے لگتے ہیں اور دنیا کی زندگی بھی راحت وسکون عیش ونشاط اور امن وعافیت کا گہوارہ بن جاتی ہے اور انسان کو وہ سب کچھ حاصل ہوتا ہے جو ایک کامیاب اور فلاح یافتہ زندگی کیلئے ضروری ہے۔

آج امتِ مسلمہ کی ان حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی اور لاپرواہی نے آپس کی محبتوں الفتوں، چین اور سکون کو سلب کرلیا ہے اور انکی معاشرت جہنم نظیر بنتی چلی جارہی ہے اور یہی بات حقیقتاً امتِ مسلمہ کی پسپائی کا سبب ہے۔

پیشِ نظر کتاب حقوق العباد کی اہمیت میں انہیں حقوق کی اہمیت وتفصیل کو کتاب اللہ، اسوۂ رسول اکرم ﷺ اور اسلاف کے زندہ وجاوید آثار کی رہنمائی میں اور اسلامی فروق ومزاج کی روشنی میں مرتب کیا جارہا ہے جس میں بالخصوص ماں باپ کے حقوق، اولاد کی تربیت، زوجین کے حقوق، پڑوسیوں کے حقوق اور تاجروں کے حقوق اور اساتذہ کے حقوق اور شاگردوں کے حقوق کو موثر ترتیب اور سہل اور سادہ زبان دلنشیں تشریحات اور بصیرت افروز دلائل کے ساتھ واضح کرنے کی کوشش کی جائیگی۔

توقع ہے کہ یہ مجموعہ ہر طبقے اور ہر عمر کے شائقین کیلئے خدا کے فضل وکرم سے خاطرخواہ مفید ثابت ہوگا۔

اللہ تعالیٰ سے آج بروزِ جمعہ بیت اللہ کے سامنے دعا ہے کہ میری اس کاوش کو شرفِ قبولیت سے نواز کر اس کی برکت سے امتِ مسلمہ کے اندر حقوق العباد کی اہمیت پیدا فرمادے اور معاشرہ کی تباہی اور بربادی کو محبتوں، الفتوں، سکون اور اطمینان سے بدل دے۔

اور یہ مجموعہ بندگانِ خدا کو خدا کے سچے دین کی طرف کھینچ لانے میں ایک موثر ذریعہ اور مرتب اور انکے والدین واساتذہ کیلئے بہانۂ مغفرت ثابت ہو۔ آمین یارب العالمین۔

مفتی محمد الیاس غفرلہٗ

۲۶ نومبر ۲۰۱۰ء بروز جمعہ

قُبیل الجمعہ بوقت ۱۱:۰۰

Dr. MANZOOR AHMED MAINGAL
Lecturer Of Hadith,
Farooqia Islamic University Karachi
Ph.D. Jamshoro University Sindh
Phone 021-[illegible]

مولانا منظور احمد مینگل
استاذ الحدیث جامعہ فاروقیہ کراچی
0321-2147393

الحمدلولیہ والصلوۃُ علی نبیہ اما بعد

دینِ اسلام دینِ فطرت ہے۔اور اپنی جامعیت اور اعتدال کی وجہ سے دوسرے مذاہب سے ممتاز ہے اسمیں جہاں اللہ رب العزت نے اپنے حقوق اور احکام بندوں کو بیان فرمائے ہیں وہاں اپنے بندوں کے حقوق جن سے انسان انسانیت والی زندگی گزارنے سے حیوان سے ممتاز ہوں زیادہ اہتمام سے بیان فرمائے ہیں اور اپنی محبوبیت ،اپنے حبیب ﷺ کی محبوبیت اور میزانِ عدل کے وزن کا سبب حسنِ اخلاق کو قرار دیا ہے۔اور اپنے حقوق کی کوتاہی کی معافی سے ناامید نہیں کیا البتہ مخلوق کی حق تلفی کی معافی سے ناامید کر دیا اسکے باوجود آج امتِ مسلمہ بندوں کے حقوق تلفی کو نہ صرف یہ کہ بے دینی نہیں سمجھ رہی بلکہ فخر سمجھ رہی ہے جس کی وجہ سے دین دنیا و آخرت کی بربادی اور نامرادی اس کے مقدر آرہی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمارے شاگردِ رشید مولانا مفتی الیاس زکریا صاحب کے علم وعمل وقبولیت میں دن دوگنی رات چوگنی ترقی عطا فرمائیں وہ اس جیسے اہم موضوعات پر قلم اٹھا کر امت کی مردہ روح زندہ کرنے کی کوشش وسعی کرتے رہتے ہیں انہوں نے وقت کے اس اہم موضوع پر ''حقوق العباد اور اُنکی اہمیت'' کے نام سے ایک اہم جامع تالیف فرمائی ہے جس میں ہر طبقہ کے لوگوں کو بیک وقت اپنی ذمہ داری کا احساس دلایا ہے آج تک ایسی جامع کتاب میری نظر سے نہیں گزری اللہ تعالیٰ اس کتاب کو پوری امت کیلئے ذریعہ آخرت بنائے۔ آمین

منظور احمد مینگل
جامعہ فاروقیہ کراچی
۱۴ فروری ۲۰۱۱ء

تقریظ:

استاذ العلماء حضرت مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ

اللہ پاک نے ہمیں دونوں جہانوں میں کامیاب اور خوشحال رکھنے کیلئے اپنا مبارک دین دیا یعنی کچھ اپنے حقوق بتلائے کچھ مخلوق کے حقوق بتلائے۔ اور ایک لاکھ سے زیادہ انبیاء علی نبینا وعلیہم الصلوات والتسلیمات کو عملی زندگی دے کر انسانوں کو سدھارنے کے لئے بھیجا۔ چونکہ اللہ رب العالمین ہیں اسلئے ہر طبقہ والوں کو ایسے حقوق ادا کرنے کا مکلف بنایا جس میں دوسرے طبقے کا فائدہ ہے۔ انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات کی حسنِ معاشرت وحسنِ معاملات اور حسنِ اخلاق کو عملی طور پر دیکھ کر انکی دعوت سے بآسانی سلیم الفطرت انسان رذائل اور بری عادات کو چھوڑ دیتے تھے اور اپنے آپ کو سنوار لیتے تھے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین جہاں عقائد اور ایمانیات اور عبادات کے اعلیٰ درجہ پر پہنچ گئے تھے وہاں رسول پاک ﷺ کے حسین رہن سہن اور معاملات اور ادائیگی حقوق اور اعلیٰ اخلاق کے ساتھ زندگی گزارنے کو دیکھ کر یہ تمام حضرات رضی اللہ عنہم بھی آپ کے رنگ میں رنگ گئے تھے۔ اسی وجہ سے جہاں اللہ پاک نے آپ ﷺ کے اخلاق کی تعریف فرمائی صحابہ رضی اللہ عنہم کی بھی تعریف فرمائی۔ اسلئے میری تمام مسلمانوں سے درخواست ہے کہ صرف معلومات میں اضافہ کے بجائے اپنی زندگی کو اس کے مطابق بنانے کی نیت اور عزم کر کے اس کتاب کو پڑھیے اور جو حقوق، ذمہ داریاں آپ کے ذمہ واجب ہیں اپنی کامیابی اور خوشحالی اور رضائے الٰہی کے حصول کیلئے ان کو ادا کیجئے اپنی اولاد کو بچپن سے ہی ان حقوق کا علم دیجئے اور زندگی اس کے مطابق گذارنے کا عادی بنائیے۔ اس طرح پورے معاشرے کی اصلاح ہو جائے گی اور ہر شخص بے ضرر بن کر زندگی گذارے گا بلکہ خَیْرُ

النَّاسِ مَنْ يَنْفَعُ النَّاسَ کا مصداق بن جائے گا یعنی تم میں سب سے زیادہ اچھا اللہ پاک کے نزدیک وہ شخص ہے جو دوسروں کو نفع پہنچائے۔

لیکن ان حقوق کی ادائیگی وہی کرسکے گا جس کو آخرت میں حساب کا خوف اور سزاء کا خوف ہو۔ اللہ تعالیٰ تمام امتِ مسلمہ کو اپنا خوف نصیب فرما کر ان حقوق کی ادائیگی کے ساتھ اپنی زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے اور عزیزم کی اس کوشش کو امتِ مسلمہ کی رہنمائی اور بیداری کا ذریعہ بنائے اور موصوف کے علم وعمل میں برکت نصیب فرمائے۔ آمین

من العبد الضعیف

ابوالیاس محمد زکریا بن عبدالعزیز

☆☆☆☆

تقریظ:

حضرت مولانا مفتی محمد انعام الحق قاسمی دامت برکاتہم

نحمدہٗ و نصلی علی رسولہ الکریم و علی الہ و اصحابہ اجمعین

امابعد: دینِ اسلام ایک مکمل نظامِ حیات ہے، جولوگ دین پر عمل کرتے ہیں ان کی زندگی ہمیشہ متوازن اور ظلم وستم سے پاک ہوتی ہے، افراط وتفریط سے ہٹ کر اعتدال کے راستے پر ہوتے ہیں جس میں اللہ تعالیٰ نے خیر رکھی ہے

انسان پر دوطرح کی ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں، ایک تو اللہ تعالیٰ کے حقوق ادا کرنا، دوسرا اس کے بندوں کے حقوق ادا کرنا، جو بھی شخص دونوں قسم کے حقوق ادا کرتا ہے، وہی شخص دوسرے لوگوں کے لیے ماڈل اور نمونہ ہوسکتا ہے، اللہ رب العزت کے محبوب ﷺ نے اپنی مبارک زندگی میں دونوں قسم کے حقوق ادا کر کے دکھائے چنانچہ آپ ﷺ کی مسجد کی زندگی ہو یا گھر کی معاشرتی زندگی، سفر کی زندگی ہو یا حضر کی، جنگ کی زندگی ہو یا امن کی، سب کے پورے پورے حقوق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ادا فرمائے۔

بعض لوگ عبادت پر بہت توجہ دیتے ہیں مگر ان کے عمل اور بات سے دوسروں کو تکلیف ہوتی ہے، دوسرں کے دلوں پر چھری پھیر رہے ہوتے ہیں، دکھ دے رہے ہوتے ہیں، ذلیل کرر ہے ہوتے ہیں۔

بعض لوگ بڑے خوش اخلاق ہوتے ہیں، لوگوں کو ان سے کوئی تکلیف نہیں ہوتی، مگر نماز کی فرصت نہیں، تلاوت کے لیے وقت نہیں، ایک نے بندے کے حقوق کا خیال نہیں رکھا، تو دوسرے نے اللہ کے حقوق کا لحاظ نہیں کیا۔ یہ لوگ اگر اچھے ہوتے تو دونوں حقوق کا ایک وقت میں خیال کرتے، اس لئے اللہ سے یہ توفیق مانگنی چاہئے کہ وہ ہمیں اللہ اور بندے کے حقوق ادا کرنے کی توفیق نصیب فرمائے۔

ہر مسلمان کے دوسرے مسلمان پر ۳ تین حقوق ہیں

❶ فائدہ نہ دے سکے تو نقصان بھی نہ دے۔ ❷ اگر کسی مسلمان کو خوشی نہیں دے سکے تو رنج وغم بھی نہ دیا کرے ۔❸ اگر کسی کی تعریف نہ کر سکے تو برائی بھی بیان نہ کرے۔

جو لوگ آج کسی کا دل جلانے والی باتیں کرتے ہیں وہ کل قیامت میں اپنے آپ کو جہنم کی آگ میں جلانے کا بندوبست کر رہے ہیں

قیامت کے دن اللہ تعالیٰ پکار کر فرمائیں گے کہ میں منصف بادشاہ ہوں، کوئی جنتی جنت میں اور کوئی دوزخی دوزخ میں اس وقت تک داخل نہیں ہوسکتا جب تک کہ وہ خود پر آنے والے دوسرے کے حق کو ادا نہ کردے۔ یہاں تک کہ ایک تھپڑ کا بدلہ بھی دینا ہوگا۔

ایک اور جگہ پر ہے، جب تک لوگ دوسروں کے حقوق واپس نہیں کرتے دعائیں قبول نہیں ہوتیں۔

امام مسلم رحمۃ اللہ نے حدیث نقل کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے پوچھا کہ تم جانتے ہو مفلس کون ہے؟ فرمایا ہم مفلس اسے سمجھتے ہیں جس کے پاس درہم اور ساز وسامان نہ ہو، فرمایا میری امت میں مفلس وہ ہے جو قیامت کے روز اس حال میں آئے کہ اس کے پاس نماز، زکوٰۃ اور روزہ ہو، لیکن اس نے کسی کو گالی دی ہوگی، اس پر تہمت لگائی ہوگی، اس کا مال کھایا ہوگا، اس کا خون بہایا ہوگا اور اس کو مارا ہوگا، چنانچہ اس کو اس کی نیکیاں دے دی جائیں گی، پھر اگر اس کی نیکیاں اس سے پہلے ختم ہوجائیں گی کہ اس سے اس کے ساتھی کا بدلہ لیا جائے، تو اس کے گناہوں کو اس پر ڈال دیا جائے گا، پھر دوزخ میں پھینک دیا جائے گا،

ایک اور روایت میں ہے کہ قیامت کے دن حقداروں کو ان کا حق ضرور دلایا جائے گا کہ بے سینگ بکری کو سینگ والی بکری سے بھی۔

ایک اور روایت میں ہے کہ جس کے ذمہ اس کے کسی بھائی کا عزت وآبرو یا مال کے بارے میں کوئی حق آتا ہو، وہ اس سے اس دن کے آنے سے پہلے معافی تلافی کرالے جس دن درہم نہ دینار ہوگا، نہ مال ودولت، اگر اس کے پاس نیک اعمال ہوں گے، تو اس کے ان نیک اعمال میں سے اتنا حصہ لے لیا جائے گا، جتنی اس نے زیادتی کی تھی، اور اگر نیکیاں نہ ہوئیں تو اتنی مقدار میں مظلوم کی برائیاں اور گناہ اس پر لاد دیئے جائیں گے۔

امام غزالی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ایک شخص قیامت کے روز آئے گا، اسے اس کا صحیفہ دیا جائے گا، وہ اسے معاصی اور گناہوں سے پر پائے گا، وہ عرض کرے گا، مجھے خوب اچھی طرح سے معلوم ہے کہ میں نے اس قسم کے گناہ کیے ہی نہیں، اس سے کہا جائے گا یہ تمہارے مخالفین اور دشمنوں کے گناہ ہیں جن کی تم نے غیبت یا بے آبروئی کی تھی اور انہیں معمولی وحقیر سمجھا تھا اور اپنے آپ کو ان سے بڑا سمجھا تھا اور معاملات، کاروبار، پڑوس، گفتگو، بات چیت، مذاکرات، درس اور دوسرے معاملات میں ان پر ظلم کیا۔

امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ نے اللہ تعالیٰ کے نام ''المقسط الجامع'' کی شرح میں لکھا ہے کہ اگر کسی شخص پر ایک پیسہ بھی آرہا ہو اور اس کے اعمال ستر نبیوں کے اعمال جیسے ہوں تب بھی وہ اس وقت تک جنت میں داخل نہ ہوگا، جب تک کہ اس پیسے کو ادا نہ کردے، لکھا ہے کہ اس پیسے والے کو اس پیسے کے بدلے قیامت کے روز سات سو مقبول نمازیں ملیں گی۔ تب بھی وہ اس سے خوش نہ ہوگا۔ (التذکرۃ للقرطبی: ۳۱۲)

علامہ قرطبی رحمۃ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا ہے کہ قیامت کے روز ایک شخص دوسرے سے چمٹ جائے گا، وہ اسے پہچانتا بھی نہ ہوگا۔ وہ اس سے کہے گا کیا بات ہے؟ تمہیں کیا ہوگیا ہے؟ میرا تمہارا کیا تعلق ہے؟ میرے تمہارے درمیان نہ کوئی تعلق تھا نہ معاملہ، وہ کہے گا کہ مجھے برائی اور گناہوں میں لگا دیکھتے تھے، لیکن مجھے اس سے روکتے نہ تھے۔

موت کے بعد انسان کے پانچ حصے بن جاتے ہیں، ایک تو روح جس کو ملک الموت لے چلا جاتا ہے، دوسرا انسان کا جسم اسے کیڑے کھا جاتے ہیں، تیسرے اس کا مال کہ یہ اس کے وارث لے جاتے ہیں، چوتھا اس کی ہڈیاں جن کو مٹی کھا جاتی ہے اور پانچواں اس کی نیکیاں کہ جن کو اس کے حقدار لے جاتے ہیں۔

لہٰذا حسرت وافسوس ہے اس انسان پر جو قیامت کے دن نیکیوں کے انبار لے کر آئے مگر بے احتیاطی اور حق تلفی کی وجہ سے اپنی نیکی دوسروں کو دے کر، اور دوسرے کا گناہ سر پر لے کر جہنم میں جائے۔

اس لئے اللہ کے حقوق کے بعد بندوں کے حقوق کو بھی جاننا ضروری ہے، تاکہ اس

کے مطابق عمل کر کے دنیا اور آخرت دونوں جہاں میں کامیابی نصیب ہو، ورنہ دنیا وآخرت کی تباہی کے ساتھ ساتھ نبی کریم ﷺ کو بھی تکلیف پہنچانا لازم آئے گا۔ کیونکہ جب تک آخری امتی کا فیصلہ نہیں ہو جائے گا، تب تک اللہ کے محبوب ﷺ کو اتنی دیر جنت سے باہر رہنا پڑے گا۔

عزیز محترم جناب مولانا الیاس بن مولانا زکریا صاحب (متعلم تخصص فی الفقہ الاسلامی، جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن) نے "حقوق العباد اوران کی اہمیت" کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے، سرسری طور پر دیکھنے سے معلوم ہوا ماشاء اللہ کتاب اچھی ہے، مختلف حقوق کے مضامین، فضائل، مسائل، اور واقعات کو اچھے انداز میں ایک جگہ پر جمع کر دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ اس کتاب کو قبول فرمائے، مؤلف کے لیے صدقۂ جاریہ اور دنیا اور آخرت دونوں جہاں میں کامیابی کا ذریعہ بنائے۔ (آمین)

بحرمة سيد المرسلين و على اٰله و أصحابه أجمعين

کتبہٗ

محمد انعام الحق

دار الافتاء جامعۃ العلوم الاسلامیہ

علامہ بنوری ٹاؤن کراچی ۵

۱۴۳۲/۳/۶ھ

اچھے اخلاق کے فضائل

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا: ''مؤمن اپنے اچھے اخلاق کی وجہ سے روزہ رکھنے والے اور رات بھر عبادت کرنے والے کے درجہ کو حاصل کر لیتا ہے''۔ (ابوداؤد)

حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''ایمان والوں میں کامل ترین مومن وہ ہے جس کے اخلاق سب سے اچھے ہوں اور تم میں سے وہ لوگ سب سے بہتر ہیں جو اپنی بیویوں کے ساتھ (برتاؤ میں) سب سے اچھے ہوں''۔ (مسند احمد)

حضرت عائشہؓ روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''کامل ترین ایمان والوں میں سے وہ شخص ہے جس کے اخلاق سب سے اچھے ہوں اور جس کا برتاؤ اپنے گھر والوں کے ساتھ سب سے زیادہ نرم ہو''۔ (ترمذی)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''مجھے تعجب ہے اس شخص پر جو اپنے مال سے تو غلاموں کو خرید تا ہے پھر ان کو آزاد کرتا ہے، وہ بھلائی کا معاملہ کر کے آزاد آدمیوں کو کیوں نہیں خرید تا جب کہ اس کا ثواب بہت زیادہ ہے؟ یعنی جب وہ لوگوں کے ساتھ حسنِ سلوک کریگا تو لوگ اس کے غلام بن جائیں گے''۔ (قضاء الحوائج، جامع صغیر)

حضرت عبداللہ بن عَمروؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا: ''وہ مسلمان جو شریعت پر عمل کرنے والا ہو، اپنی طبیعت کی شرافت اور اپنے اچھے اخلاق کی وجہ سے اس شخص کے درجہ کو پالیتا ہے جو رات کو بہت زیادہ قرآن کریم نماز میں پڑھنے والا اور بہت روزے رکھنے والا ہو''۔ (مسند احمد)

حضرت ابودرداءؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"(قیامت کے دن) مومن کے ترازو میں اچھے اخلاق سے زیادہ بھاری کوئی چیز نہیں ہوگی"۔ (ابوداؤد)

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "تم سب میں سے مجھے زیادہ محبوب اور قیامت کے دن میرے سب سے قریب وہ لوگ ہونگے جن کے اخلاق زیادہ اچھے ہونگے"۔ (ترمذی)

☆☆☆تمت بالخیر☆☆☆

والدین کے (۱۵) حقوق

(حق نمبر:۱)

ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرنا

رسول اللہ ﷺ نے باپ کے ساتھ بھی حسن سلوک کی تاکید فرمائی ہے۔ لیکن ماں کے ساتھ حسن سلوک پر اس سے بھی زیادہ روز دیا ہے۔ آپ ﷺ کا ارشاد پاک ہے کہ "میں آدمی کو اس کی ماں کے بارے میں تاکید کرتا ہوں، میں آدمی کو اس کی ماں کے بارے میں تاکید کرتا ہوں، میں آدمی کو اس کی ماں کے بارے میں تاکید کرتا ہوں، میں آدمی کو اس کی باپ کے بارے میں تاکید کرتا ہوں۔" حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ "میں عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! عورت پر سب سے زیادہ حق کس کا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا اس کے شوہر کا، میں نے پوچھا مرد پر سب سے بڑا حق کس کا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا اس کی ماں کا۔" بعض لوگوں کا خیال ہے کہ باپ کے مقابلے میں ماں کمزور ہے، اس لیے حضور ﷺ نے اس کے ساتھ حسن سلوک کی زیادہ تاکید فرمائی ہے۔ ہوسکتا ہے کہ یہ بات بھی ہو، لیکن اصل وجہ یہ ہے کہ ماں کے احسانات باپ سے زیادہ ہیں، اور وہ فی الواقع اس کی مستحق ہے کہ اس کی طرف زیادہ توجہ دی جائے۔

رسول اللہ ﷺ نے دس معصیتوں اور عذاب کا ذکر فرمایا ہے اور کہا ہے کہ جب میری امت ان کا ارتکاب کرنے لگے تو اس پر مصیبتوں اور عذاب کا نزول شروع ہو جائیگا۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ '' آدمی اپنی بیوی کی بات مانے گا، اور ماں کی نافرمانی کرے گا، دوست کے ساتھ اچھا رویہ اختیار کرے گا اور باپ کے ساتھ اس کا رویہ سخت ہوگا۔

ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرنا چاہئے۔ اور اس حسنِ سلوک کی توفیق کو دونوں جہاں کی سعادت سمجھنا چاہئے۔ اللہ کے بعد انسان پر سب سے زیادہ حق ماں باپ ہی کا ہے۔ ماں باپ کے حق کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے کیجئے کہ قرآن نے جگہ جگہ ماں باپ کے حق کو اللہ کے حق کے ساتھ بیان کیا ہے۔ اللہ کی شکر گزاری کی تاکید کے ساتھ ساتھ ماں باپ کی شکر گزاری کی تاکید کی ہے۔

ترجمہ: اور آپکے رب نے فیصلہ فرمادیا ہے کہ تم اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہ کرو۔ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا کہ کونسا عمل اللہ کو زیادہ محبوب ہے؟

نبی ﷺ نے فرمایا: '' وہ نماز جو وقت پر پڑھی جائے''، میں نے پھر پوچھا اسکے بعد کونسا کام اللہ کو سب زیادہ محبوب ہے؟ فرمایا: '' ماں باپ کے ساتھ حسنِ سلوک''، اسکے بعد فرمایا: '' خدا کی راہ میں جہاد کرنا''. (بخاری ومسلم)

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا: '' میں آپ ﷺ کے ہاتھ پر ہجرت اور جہاد کے لیے بیعت کرتا ہوں، اور اللہ سے اسکا اجر چاہتا ہوں''، نبی کریم ﷺ نے پوچھا: '' کیا تمہارے ماں باپ میں سے کوئی زندہ ہے؟ اس نے کہا: '' جی ہاں بلکہ (خدا کا شکر ہے) کہ دونوں زندہ ہیں''۔ آپ ﷺ نے فرمایا: '' تو کیا تم واقعی اللہ سے اپنی ہجرت اور جہاد کا بدلہ چاہتے ہو؟'' اس نے کہا: '' جی ہاں'' (میں خدا سے اجر چاہتا

ہوں)، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''تو جاؤ اپنے ماں باپ کی خدمت میں رہ کر انکے ساتھ نیک سلوک کرو''۔ (مسلم)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا: ''یارسول اللہ ﷺ ماں باپ کا اولاد پر کیا حق ہے...؟ ارشاد فرمایا: ''ماں باپ ہی تمہاری جنت ہیں اور ماں باپ ہی تمہاری دوزخ''۔ (ابن ماجہ)

یعنی انکے ساتھ نیک سلوک کر کے تم جنت کے مستحق ہو گے اور انکے حقوق کو پامال کر کے تم دوزخ کا ایندھن بنو گے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم دوسروں کی عورتوں سے پرہیز کر کے پاک دامن رہو ایسا کرنے سے تمہاری عورتیں پاک دامن رہیں گی، اور اپنے والدین سے حسنِ سلوک کرو ایسا کرنے سے تمہارے بیٹے تمہارے ساتھ حسنِ سلوک کرینگے اور جس شخص کے پاس اسکا مسلمان بھائی عذر خواہی کیلئے آئے، تو اسکی معذرت قبول کر لے خواہ حق پر ہو یا نہ ہو۔ اگر ایسا نہ کیا (معذرت قبول نہ کی) تو میرے حوضِ کوثر پر نہ آئے۔ (مستدرک حاکم، ص ۱۵۴ ج ۴)

اس حدیث شریف میں تین اہم باتیں ارشاد فرمائیں:

اول یہ کہ تم پاک دامن رہو گے اور دوسروں کی عورتوں کی طرف نفس اور نظر کو متوجہ نہ کرو گے، تو چونکہ تم نے دوسروں کی عورتوں سے حفاظت کی اسلئے اللہ کی جانب سے یہ انعام ملے گا کہ تمہاری عورتیں پاک دامن رہیں گی انکی طرف نفسانی خواہش رکھنے والے متوجہ نہ ہونگے، اور نہ وہ شوہر کے علاوہ کسی پر نظر ڈالیں گی۔

دوسری بات یہ بتائی گئی کہ اگر تم اپنے ماں باپ کے ساتھ حسنِ سلوک کرو گے تو تمہاری اولاد تمہارے ساتھ حسنِ سلوک سے پیش آئیگی، ظاہری سبب کے اعتبار سے تو یہ بالکل واضح ہے، کیوں کہ جب تم کو اولاد دیکھے گی کہ والدین کے ساتھ اکرام اور

احترام کے ساتھ پیش آتے ہو اور جان و مال کے ساتھ خدمت کرتے ہو تو آپکے عمل سے بچے بھی سبق سیکھیں گے اور سمجھیں گے کہ والدین کے ساتھ حسنِ سلوک ہمارے معاشرے کا حصہ ہے، ہم کو بھی اپنے ماں باپ کے ساتھ یہی کرنا چاہئے جیسے ہمارے ماں باپ نے اپنے والدین کے ساتھ کیا۔

اور باطنی طور پر اس کو اس طرح سمجھئے کہ یہ "جیسا کروگے ویسا بھروگے" کے مطابق ہے، جب آپ نے اپنے ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کیا تو اس کے صلہ میں اللہ تعالیٰ تمہاری اولاد کو تمہاری طرف متوجہ فرمائیگا اور اولاد کے قلوب میں تمہاری عزت اور وقعت ڈال دیگا۔

نیز اسکے ساتھ اسکا برعکس بھی سمجھ لینا چاہئے کہ اگر تم نے اپنے ماں باپ کے ساتھ برا سلوک کیا تو تمہاری اولاد تم سے یہی سیکھے گی، اور جب اسکا نمبر آئے گا تو تمہارے ساتھ وہی سلوک کرے گی جو تم نے اپنے ماں باپ کے ساتھ کیا۔

ایک قصہ سنایا جاتا ہے کہ ایک شخص نے اپنے بوڑھے باپ کو ایک گٹھڑی کی طرح باندھا، پھر اسکو کنویں میں ڈالنے کے لیے چل دیا، جب ایک کنویں کے کنارے پر جا کر رکھا اور قریب تھا کہ کنویں میں ڈال دے تو باپ نے کہا کہ بیٹا اس کنویں میں نہ ڈال کسی دوسرے کنویں میں ڈال دے کیونکہ اسمیں میں نے اپنے باپ کو ڈالا تھا، یہ سن کر بیٹے کو ہوش آیا اور گٹھڑی کھول کر الگ ہو گیا اور باپ کو احترام کے ساتھ گھر لے آیا۔

تیسری بات یہ بتائی کہ جب کسی مسلمان سے کوئی ناراضگی کی بات ہو جائے اور اسکے بعد وہ معافی مانگنے لگے اور عذر خواہی کرے، تو اسکی معذرت قبول کر کے دل صاف کر لو، یہ نہ دیکھو کہ غلطی کس کی تھی؟ وہ غلطی پر تھا یا تم تھے، اسکو جانے دو، جب معافی مانگنے لگا تو معاف کر دو، بلکہ اگر تمہاری غلطی تھی تو تم بھی معافی مانگ لو۔ اور اسکی کوئی حق تلفی کر چکے ہو تو تلافی کر دو۔

(حق نمبر:۲)

والدین کا شکر گزار رہنا

محسن کی شکر گزاری اور احسان مندی شرافت کا اولین تقاضا ہے اور حقیقت ہے کہ ہمارے وجود کے ظاہری سبب والدین ہیں۔ پھر والدین کی پرورش اور نگرانی میں پلتے بڑھتے اور شعور کو پہنچتے ہیں اور وہ جس غیر معمولی قربانی، بے مثل جاں فشانی اور انتہائی شفقت سے ہماری سرپرستی کرتے ہیں اسکا تقاضا ہے کہ ہمارا سینہ انکی عقیدت اور احسان مندی اور عظمت ومحبت سے سرشار ہو اور ہمارے دل کا ریشہ ریشہ انکا شکر گزار ہو، یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی شکر گزاری کے ساتھ ساتھ انکی شکر گزاری کی تاکید فرمائی ہے، قرآن کریم میں ارشاد ہے (ترجمہ:) ''(ہم نے وصیت کی) کہ میرا شکر ادا کرو اور ماں باپ کے شکر گزار رہو''۔

سب سے بڑا شکر اللہ کا ہے جس نے وجود بخشا، اسکے بعد ماں باپ کا جنہوں نے پرورش کے لئے مصیبتیں جھیلیں اور تکلیفیں اٹھائیں اسی کو فرمایا: ''کہ تو میری اور ماں باپ کی شکر گزاری کر''۔

جس طرح اللہ کا شکر صرف زبان سے شکر کے کلمات نکالنے سے ادا نہیں ہوتا، بلکہ پوری زندگی میں ظاہر و باطن سے احکام کی تعمیل کا نام شکر ہے، اسی طرح ماں باپ کی شکر گزاری انکے حق میں اچھے بول بول دینے سے اور انکی تعریف کرنے سے اور انکی تکلیفوں کا اقرار کر لینے سے ادا نہیں ہوتا، بلکہ ماں باپ کی فرماں برداری اور جان و مال سے انکی خدمت گزاری اور انکی فرماں برداری سے انکی شکر گزاری ہوتی ہے۔

(حق نمبر:۳)

ماں باپ کو ہمیشہ خوش رکھنے کی کوشش کرنا

ماں باپ کو خوش رکھنے کی کوشش کی جائے اور انکی مرضی اور مزاج کے خلاف کبھی

کوئی ایسی بات نہ کی جائے جوانکو نا گوار ہو، بالخصوص بڑھاپے میں جب مزاج کچھ چڑ چڑا ہو جاتا ہے اور والدین کچھ ایسے تقاضے اور مطالبے کرنے لگتے ہیں جو توقع کے خلاف ہوتے ہیں اس وقت ہر بات کو خوشی خوشی برداشت کرنا چاہئے اور انکی بات سے اکتا کر جواب میں ایسی بات ہرگز نہ کہنی چاہئے جوان کو نا گوار ہو۔

قرآن کریم میں ارشاد ہے، (ترجمہ): ''اگر ان میں سے ایک یا دونوں تمہارے سامنے بڑھاپے کی عمر کو پہنچ جائیں تو انکو ''اُف'' تک نہ کہو اور نہ انہیں جھڑکو''۔ مقصد یہ ہے کہ ایسا کلمہ بھی انکی شان میں زبان سے نہ نکالو جس سے انکی تعظیم میں فرق آتا ہو یا جس کلمہ سے انکے دل کو رنج پہنچتا ہو۔

لفظ ''اف'' بطورِ مثال کے فرمایا ہے، بیان القرآن میں اردو محاورے کے مطابق اسکا ترجمہ یوں کیا ہے کہ ''انکو ''ہوں'' بھی مت کہو'' دوسری زبانوں میں انکے مطابق ترجمہ ہوگا۔

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اللہ کے علم میں کلمہ ''اف'' سے نیچے بھی کوئی درجہ ماں باپ کو تکلیف دینے کا ہوتا تو اللہ اسکو بھی ضرور حرام فرما دیتے۔

(درِ منثور عن دیلمی)

ماں باپ کی تعظیم وتکریم اور فرماں برداری ہمیشہ واجب ہے، بوڑھے ہوں یا جوان ہوں، جیسا کہ آیات اور احادیث کے عموم سے معلوم ہوتا ہے۔لیکن بڑھاپے کا ذکر خصوصیت سے اس لئے فرمایا کہ اس عمر میں جا کر ماں باپ بھی بعض مرتبہ چڑ چڑے ہو جاتے ہیں، اور انکو بیماریاں لاحق ہو جاتی ہیں، اولاد کو انکا اگالدان صاف کرنا پڑتا ہے، میلے اور ناپاک کپڑے دھونے پڑتے ہیں، جس سے طبیعت بور ہونے لگتی ہے، اور تنگ دل ہو کر زبان سے الٹے سیدھے الفاظ بھی نکلنے لگتے ہیں، اس موقع پر صبر اور برداشت سے کام لینا اور ماں باپ کا دل خوش رکھنا اور رنج دینے والے لفظ سے بھی پرہیز کرنا بہت بڑی سعادت ہوتی ہے، اگرچہ اس میں بہت سے لوگ فیل ہو جاتے ہیں۔

حضرت مجاہد رحمہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اگر تو انکے کپڑے وغیرہ سے گندگی اور پیشاب پاخانہ صاف کرتا ہے، تو اس موقع پر "اف" بھی نہ کہہ، جیسا کہ وہ "اف" بھی نہ کہتے تھے جب تیرے بچپن میں تیرا پیشاب پاخانہ وغیرہ دھوتے تھے۔ (درمنثور)

"اف" کہنے کی ممانعت کے بعد یہ بھی فرمایا کہ انکو مت جھڑکو، جھڑکنا "اف" کہنے سے بھی زیادہ برا ہے، جب "اف" کہنا منع ہے تو جھڑکنا کیسے درست ہوسکتا ہے؟ پھر بھی واضح فرمانے کے لئے خاص طور سے جھڑکنے کی صاف اور صریح لفظوں میں ممانعت فرمادی۔

دراصل بڑھاپے کی عمر میں بات کی برداشت نہیں رہتی اور کمزوری کے باعث اپنی اہمیت کا احساس بڑھ جاتا ہے اس لیے ذرا ذرا سی بات بھی محسوس ہونے لگتی ہے اس نزاکت کا لحاظ رکھتے ہوئے اپنے کسی قول وعمل سے ماں باپ کو ناراض ہونے کا موقع نہ دینا چاہئے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ "اللہ کی خوشنودی والد کی خوشنودی میں ہے، اور اللہ کی ناراضگی والد کی ناراضگی میں ہے"۔
(ترمذی۔ ابن حبان، حاکم)

یعنی اگر کوئی اپنے اللہ کو خوش رکھنا چاہے تو وہ اپنے والد کو خوش رکھے والد کو ناراض کرکے وہ اللہ کے غضب کو بھڑکائے گا۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک آدمی اپنے ماں باپ کو روتا ہوا چھوڑ کر نبی کریم ﷺ کی خدمت میں ہجرت پر بیعت کرنے کے لئے حاضر ہوا تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "جاؤ اپنے ماں باپ کے پاس واپس جاؤ اور انکو اسی طرح خوش کرکے آؤ جس طرح تم انکو رلا کر آئے ہو"۔ (ابوداؤد)

دین اسلام والدین سے الگ رہنے سے منع نہیں کرتا۔ الگ رہنے ہی میں خیر ہے لیکن بیوی کے کہنے پر اپنے ماں باپ کی خدمت نہ چھوڑیں ان کی دعائیں لیں ان کو تنگ نہ

کریں۔ کیونکہ ماں باپ آپ کے ہیں آپ کی بیوی کے نہیں۔ بلکہ روزانہ اپنی وسعت کے مطابق ماں باپ اور اپنے چھوٹے بہن بھائیوں اور دادا دادی کے لیے کچھ نہ کچھ تحفہ ہدیہ لیکر جائیں اور ان کی خدمت کریں اس سے ماں باپ کے دلوں میں آپ کی محبت بڑھے گی اور اللہ سے خوب دعائیں مانگیں!۔۔۔۔اے اللہ مجھے والدین کے سارے حقوق پورے کرنے والا بنادے آمین۔

(حق نمبر:۴)

دل وجان سے ماں باپ کی خدمت کرنا

اگر کسی کو اللہ نے موقع دیا ہے تو وہ اپنے آپ کو جنت کا مستحق بنائے اور اللہ کی خوشنودی حاصل کرے، ماں باپ کی خدمت سے ہی دونوں جہاں کی بھلائی، سعادت اور عظمت حاصل ہوتی ہے اور انسان دونوں جہاں کی آفتوں سے محفوظ رہتا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جو آدمی یہ چاہتا ہو کہ اسکی عمر دراز کی جائے اور اسکی روزی میں کشادگی ہو، اسکو چاہیے کہ اپنے ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرے اور صلہ رحمی کرے''۔ (الترغیب والترھیب)

اور نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: ''وہ آدمی ذلیل ہو، ذلیل ہو پھر ذلیل ہو''۔ لوگوں نے پوچھا کہ: ''اللہ کے رسول ﷺ...! کون آدمی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''وہ آدمی جس نے اپنے ماں باپ کو بڑھاپے کی حالت میں پایا، دونوں کو یا ایک کو اور پھر انکی خدمت کر کے جنت میں داخل نہ ہوا''۔ (مسلم)

ایک موقع پر آپ ﷺ نے خدمتِ والدین کو جہاد جیسی عظیم عبادت پر ترجیح دی اور ایک صحابی کو جہاد پر جانے سے روک کر والدین کی خدمت کی تاکید فرمائی۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کے پاس جہاد میں شریک ہونے کی غرض سے حاضر ہوا، نبی کریم ﷺ نے اس سے پوچھا

کہ تمہاری ماں زندہ ہے؟ اس نے کہا کہ جی ہاں! زندہ ہے، ارشاد فرمایا کہ جاؤ اُنکی خدمت کرتے رہو، یہی جہاد ہے۔ (بخاری، مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ تین دعائیں مقبول ہیں انکی قبولیت میں شک نہیں۔(۱)والد کی دعا (۲)مسافر کی دعا(۳)مظلوم کی دعا۔ (مشکوٰۃ المصابیح:ص۱۹۹،ترمذی،ابوداود،ابن ماجہ)

اس حدیث سے والد کی اہمیت ظاہر ہوتی ہے مُلا علی قاری مرقات شرح مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں کہ گو اس میں والدہ کا ذکر نہیں لیکن ظاہر سے والد کی دعا ضرور قبول ہوگی تو والدہ کی دعا بھی بطریق اولی ضرور قبول ہوگی۔اولاد کو چاہئے کہ ماں باپ کی خدمت کرتی رہے،اور دعا لیتی رہے اور کوئی ایسی حرکت نہ کرے جس سے اُنکا دل دُکھے اور ان میں سے کوئی دل یا زبان سے بددعا کر بیٹھے کیونکہ جس طرح اُنکی دعا قبول ہوتی ہے اسی طرح انکے دُکھے دل کی بددعا بھی لگ جاتی ہے اگر چہ وہ شفقت کی وجہ سے بددعا سے بچتے ہیں، انکی دعا سے دنیا اور آخرت سدھرتی ہے اور بددعا سے دونوں جہان کی بربادی بھی ہوسکتی ہے۔

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، اسکے ساتھ ایک بوڑھے آدمی تھے، آپ ﷺ نے فرمایا: ''تیرے ساتھ یہ کون ہیں؟'' عرض کیا کہ میرے والد ہیں، فرمایا کہ'' باپ کے احترام واکرام کا خیال رکھو ہرگز اُنکے آگے مت چلنا اور اُن سے پہلے مت بیٹھنا اور اُنکا نام لے کر مت بُلانا اور اُنکی وجہ سے کسی کو گالی مت دینا''۔ (تفسیر درمنثور،ص۱۷۱،ج۴)

(فائدہ) ماں باپ کا احترام دل سے بھی کریں، زبان سے بھی، عمل سے بھی اور برتاؤ سے بھی، اس حدیث پاک میں اکرام اور احترام کی چند جزئیات ارشاد فرمائی ہیں۔

اول تو یہ فرمایا کہ ماں باپ کے آگے مت چلنا، دوسرا یہ فرمایا کہ کہیں بیٹھنا ہو تو

ماں باپ سے پہلے مت بیٹھنا، تیسرا یہ فرمایا کہ باپ کا نام لیکر مت پکارنا، چوتھا یہ کہ باپ کی وجہ سے کسی کو گالی مت دینا، مطلب یہ کہ اگر کوئی شخص تمہارے باپ کو ناگوار بات کہدے تو اُسکو یا اُسکے باپ کو گالی مت دینا کیونکہ اسکی وجہ سے وہ تمہارے باپ کو دوبارہ گالی دیگا، اور اِس طرح تم اپنے باپ کو گالی دلانے کا سبب بن جاؤ گے۔

واضح رہے کہ یہ نصیحتیں باپ ہی کے ساتھ خاص نہیں ہیں والدہ کے حق میں بھی ان کا خیال رکھنا ضروری اور لازمی ہے، اور یہ جو فرمایا کہ باپ کے آگے مت چلنا، اس سے وہ صورت مُستثنیٰ ہے جس میں باپ کی خدمت کی وجہ سے آگے چلنا پڑے مثلاً راستہ دِکھانا ہو یا اور کوئی ضرورت در پیش ہو۔

(حق نمبر:۵)

ماں باپ کا ادب اور احترام کرنا

کوئی بھی ایسی بات یا حرکت نہ کرنا جو اُنکے احترام کے خلاف ہو قرآن میں ہے:"وقل لهما قولاً كريماً" ؛ "ماں باپ سے خوب عزت کے ساتھ بات کرو" ، اچھی باتیں کرنا، لب ولہجہ میں نرمی اور الفاظ میں توقیر و تکریم کرنا، یہ سب باتیں قَوْلًا كَرِيْمًا میں داخل ہے۔

حضرت زبیر بن محمدؒ نے قَوْلًا كَرِيْمًا کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا کہ " اِذَا دَعَوَاكَ فَقُل لبيكما وسعديكما " یعنی جب تیرے ماں باپ تجھکو بلائیں تو کہنا کہ میں حاضر ہوں اور تعمیلِ ارشاد کے لیے حاضر ہوں۔

حضرت قتادہؒ نے قَوْلًا كَرِيْمًا کی تفسیر میں فرمایا کہ نرم لہجہ میں سہل طریقہ پر بات کرو حضرت سعید بن مسیبؒ نے فرمایا کہ خطا کار، زر خرید غُلام جسکا آقا بہت سخت ہو، جس طرح اُس غلام کی گفتگو اس آقا کے ساتھ ہوگی اسی طرح ماں باپ کیساتھ بات کی جائے، تو قَوْلًا كَرِيْمًا پر بھی عمل ہو سکتا ہے۔ ان اکابر کے یہ اقوال درِ منثور (ص ۱۷۱، ج ۴) پر لکھے ہیں۔

اور یہ ارشاد فرمایا کہ (وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ) شفقت سے انکساری کے ساتھ جھکے رہنا اس کی تفسیر میں حضرت عروہؒ نے فرمایا کہ انکے سامنے ایسی روش اختیار کر کہ انکی جو دلی رغبت ہو اُسکے پورا ہونے میں تیری وجہ سے فرق نہ آئے۔ اور حضرت عطاء بن ابی رباحؒ نے اسکی تفسیر میں فرمایا کہ ماں باپ سے بات کرتے وقت اوپر نیچے ہاتھ مت ہلانا (جیسے برابر والے لوگوں سے بات کرتے ہوئے ہلاتے ہیں) اور حضرت زبیر بن محمدؒ نے اسکی تفسیر میں فرمایا ہے کہ ماں باپ اگر تجھے گالیاں دیں اور بُرا بھلا کہیں تو تُو جواب میں یہ کہنا کہ اللہ آپ پر رحم فرمائیں۔ (درمنثور)

ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے حضرت ابنِ عباسؓ سے پوچھا: ''کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ جہنم سے دور رہیں اور جنت میں داخل ہو جائیں؟'' حضرت ابنِ عباسؓ نے فرمایا: ''کیوں نہیں، خدا کی قسم یہی چاہتا ہوں''۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے پوچھا: ''آپ کے والدین زندہ ہیں؟ حضرت ابنِ عباسؓ نے فرمایا: ''جی ہاں! میری والدہ زندہ ہیں''۔ حضرت ابنِ عمرؓ نے فرمایا: ''اگر تم انکے ساتھ نرمی سے گفتگو کرو انکے کھانے پینے کا خیال رکھو تو ضرور جنت میں جاؤ گے، بشرطیکہ تم کبیرہ گناہوں سے بچتے رہو۔ (الادب المفرد)

حضرت ابو ہریرہؓ نے ایک بار دو آدمیوں کو دیکھا ایک سے پوچھا کہ یہ دوسرا کون ہے؟ اس نے کہا کہ یہ میرے والد ہیں، تو آپؓ نے فرمایا کہ نہ انکا نام لینا اور نہ انکے آگے چلنا اور نہ کبھی ان سے پہلے بیٹھنا۔ (الادب المفرد)

(حق نمبر:۶)

والدین کے ساتھ عاجزی اور انکساری سے پیش آنا

وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ (اور عاجزی اور انکساری سے انکے پیچھے رہو)۔ عاجزی سے پیچھے رہنے کا مطلب یہ ہے کہ ہر وقت انکے مرتبہ کا لحاظ رکھو

اور کبھی انکے سامنے اپنی بڑائی مت جتاؤ اور انکی شان میں گستاخی مت کرو۔

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ "اس شخص نے اپنے والد کے ساتھ حسنِ سلوک نہیں کیا جس نے انکو تنگ نظر سے دیکھا"۔

(درمنثور،ص،۱۷۱،ج۴ از بیہقی فی الشعب)

(ف) اس حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ ماں باپ کو تنگ نظری سے دیکھنا بھی ان کے ستانے میں داخل ہے۔ حضرت حسنؓ سے کسی نے پوچھا کہ عقوق یعنی ماں باپ کو ستانے کی کیا حد ہے؟ انہوں نے جواب میں فرمایا کہ انکو (خدمت سے مال سے) محروم کرنا اور ان سے ملنا جلنا چھوڑ دینا اور انکے چہرہ کی طرف غصہ سے دیکھنا یہ سب عقوق ہے۔ (درمنثور از ابن ابی شیبہ)

حضرت عروہؓ نے فرمایا کہ اگر تجھے ماں باپ ناراض کردیں (یعنی ایسی بات کہدیں جس سے تجھے ناگواری ہو) تو انکی طرف ترچھی نظر سے بھی مت دیکھنا، کیونکہ انسان جب کسی پر غصہ ہوتا ہے تو سب سے پہلے نظر سے ہی اسکا پتہ چلتا ہے۔

(درمنثور عن ابنِ ابی حاتم)

معلوم ہوا دل سے ماں باپ کی تعظیم وتکریم کرتے ہوئے اعضاء اور جوارح سے بھی عاجزی اور انکساری ظاہر کرنی چاہئے، رفتار اور گفتار اور نظر سے کوئی ایسا عمل نہ کرے جس سے انکو ایذا پہنچے۔

(حق نمبر:۷)

والدین سے محبت کرنا

حضرت ابنِ عباسؓ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں "جو نیک اولاد بھی ماں باپ پر رحمت بھری ایک نظر ڈالتی ہے۔ اسکے بدلہ اللہ تعالیٰ اسکو ایک حجِ مقبول کا ثواب بخشتے ہیں۔ لوگوں نے کہا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ....! اگر کوئی ایک دن

میں سو (۱۰۰) بار اسی طرح رحمت و محبت کی نظر ڈالے، آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں اگر کوئی سو (۱۰۰) بار ایسا کرے تب بھی، اللہ (تمہارے تصور سے) بہت بڑا ہے اور (تنگ دلی جیسے عیبوں سے) بالکل پاک ہے۔ (مسلم)

(حق نمبر: ۸)

ماں باپ کی دل و جان سے اطاعت کرنا

اگر وہ کچھ زیادتی بھی کر رہے ہوں تب بھی خوش دلی سے اطاعت کرنا اور انکے عظیم احسانات کو پیشِ نظر رکھ کر انکے وہ مطالبے بھی خوشی سے پورا کرنا جو آپکے مزاج اور ذوق پر گراں ہوں بشرطیکہ وہ دین کے خلاف نہ ہوں۔

حضرت ابو سعید خدریؓ کا بیان ہے کہ یمن کا ایک آدمی حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ نبی کریم ﷺ نے اس سے پوچھا کہ یمن میں تمہارا کوئی ہے؟ اس نے کہا کہ جی ہاں...! میرے ماں باپ ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ انہوں نے تمہیں اجازت دی ہے۔ اس نے کہا کہ نہیں...! (میں نے ان سے اجازت نہیں لی)، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اچھا تم واپس جاؤ اور ماں باپ سے اجازت لو اگر وہ اجازت دے دیں تب جہاد میں شرکت کرو، ورنہ (انکی خدمت میں رہ کر) انکے ساتھ حسنِ سلوک کرتے رہو۔ (ابوداؤد)

والدین کی خدمت کا اندازہ اس بات سے کرنا چاہئے کہ ایک شخص میلوں دور سے آتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ دین کی سربلندی کیلئے جہاد میں شریک ہو۔ لیکن نبی کریم ﷺ اسکو لوٹا دیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ جہاد میں شرکت بھی تم اسی صورت میں کر سکتے ہو، جب تمہارے ماں باپ تم کو اجازت دیں۔

حضرت ابنِ عباسؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جس آدمی نے اس حال میں صبح کی کہ وہ ان ہدایات اور احکام میں خدا کا اطاعت گزار رہا ہو جو

اس نے ماں باپ کے بارے میں نازل کئے ہیں تو اس نے اس حال میں صبح کی کہ اسکے لئے جنت کے دس دروازے کھلے ہوئے ہیں اگر ماں باپ میں سے کوئی بھی ایک ہو تو جنت کا ایک دروازہ کھلا ہوا ہے۔ اور جس شخص نے صبح کی اس حال میں کہ وہ ماں باپ کے بارے میں اللہ کے بھیجے ہوئے احکام و ہدایات سے منہ موڑے ہوئے ہے تو اس نے اس حال میں صبح کی کہ اسکے لئے جہنم کے دروازے کھلے ہوئے ہیں۔ کسی نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ...! اگر ماں باپ اسکے ساتھ زیادتی کر رہے ہوں تب بھی...؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں...! تب بھی اگر زیادتی نہ کر رہے ہوں تب بھی اور اگر زیادتی کر رہے ہوں تب بھی۔ (مشکوٰۃ)

(حق نمبر:۹)

ماں باپ کو اپنے مال کا مالک سمجھنا اور ان پر دل کھول کر خرچ کرنا

قرآن کریم میں ہے: "یَسْئَلُوْنَکَ مَا ذَا یُنْفِقُوْنَ قُلْ مَا اَنْفَقْتُمْ مِنْ خَیْرٍ فَلِلْوَالِدَیْنِ". (البقرۃ: آیت ۲۱۵)

(لوگ آپ سے پوچھتے ہیں، کہ ہم کیا خرچ کریں؟ جواب دیجئے کہ جو مال بھی تم خرچ کرو اسکے اولین حقدار والدین ہیں)۔

ایک بار نبی کریم ﷺ کے پاس ایک آدمی آیا اور اپنے ماں باپ کی شکایت کرنے لگا کہ وہ جب چاہتے ہیں میرا مال لے لیتے ہیں، نبی کریم ﷺ نے اس آدمی کے باپ کو بُلایا، لاٹھی پکڑتا ہوا ایک شخص حاضر ہوا، آپ ﷺ نے اُس بوڑھے شخص سے تحقیق فرمائی، تو اُس نے کہنا شروع کیا، بات یہ ہے کہ جب اولاد حاجت مند تھی، بالکل ناتواں تھی، اُس وقت ماں باپ نے ہر تکلیف سہی اور دکھ سکھ میں خدمت کر کے اولاد کی پرورش کی، اب پچاس سال کے بعد صورتِ حال بدل گئی

کہ ماں باپ خرچ اور خدمت کے محتاج ہیں اور اولاد کمانے والی، روپے پیسے، گھر بار اور کاروبار والی ہے، اولاد کو چاہئے کہ وہ ماں باپ کی خدمت سے نہ گھبرائے اور اُنکے اوپر خرچ کرنے سے تنگ دل نہ ہو، دل کھول کر جان و مال سے انکی خدمت کرے، اور اپنے وقت کو یاد کریں اور اس وقت جو انہوں نے تکلیف اُٹھائی انکو سامنے رکھیں، اللہ کے رسول ﷺ ایک زمانہ تھا جب یہ کمزور اور بے بس تھا اور مجھ میں طاقت تھی میں مال دار تھا اور یہ خالی تھا میں نے اسکو کبھی اپنے پیسے سے منع نہیں کیا آج میں کمزور ہوں اور یہ تندرست اور قوی ہے، میں خالی ہاتھ ہوں اور یہ مالدار ہے اور یہ اپنا مال مجھ سے بچا کر رکھتا ہے۔

بوڑھے کی یہ بات سُن کر رحمتِ عالم ﷺ رو پڑے اور بوڑھے کے لڑکے کی طرف منہ کر کے فرمایا: ''تو اور تیرا مال تیرے باپ کا ہے''۔

نئی نسل کے بہت سارے نوخیز نوجوان، دوست، احباب، بیوی بچوں پر تو بڑھ چڑھ کر خرچ کرتے ہیں اور ماں باپ کے لئے پھوٹی کوڑی خرچ کرنے سے بھی اُنکا دل دُکھتا ہے یہ لوگ آخرت کی نعمتوں سے تو محروم ہوتے ہی ہیں دُنیا میں بھی نقصان اُٹھاتے ہیں، ماں باپ کی فرماں برداری اور خدمت گزاری اور رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرنے سے جو عمر میں درازی اور رزق میں وُسعت ہوتی ہے اُس سے محروم ہوتے ہیں۔

حضرت ابنِ عمرؓ سے روایت ہے کہ ایک ایسے شخص کا (مجلسِ نبوی ﷺ کے قریب سے) گزر ہوا، جسکا جسم دبلا پتلا تھا اُسکو دیکھ کر حاضرین نے کہا کہ کاش یہ جسم اللہ کی راہ میں یعنی جہاد میں (دُبلا ہوا) ہوتا، یہ سُن کر حضور ﷺ نے فرمایا کہ شاید وہ اپنے بوڑھے ماں باپ پر محنت کرتا ہو (اور اُنکی خدمت میں لگنے سے اور اُنکے لئے روزی کمانے کی وجہ سے دُبلا ہو گیا ہو) اگر ایسا ہے تو فی سبیل اللہ ہے (پھر فرمایا کہ) شاید وہ چھوٹے بچوں پر محنت کرتا ہو (یعنی اُنکی خدمت اور پرورش اور اُنکے لئے

رزق مہیا کرنے میں دُبلا ہو گیا ہو) اگر ایسا ہے تو وہ فی سبیل اللہ ہے (پھر فرمایا کہ) وہ اپنے نفس پر محنت کرتا ہو (اور اپنی جان کے لئے محنت کر کے روزی کماتا ہو) تاکہ اپنے نفس کو لوگوں سے بے نیاز کر دے (اور مخلوق سے سوال نہ کرنا پڑے) اگر ایسا ہے تو فی سبیل اللہ ہے۔ (درمنثور، ص ۱۷۳، ج ۱، از بیہقی)

(ف) معلوم ہوا کہ ماں باپ اور آل واولاد بلکہ اپنے نفس کے لئے حلال روزی کمانا بھی فی سبیل اللہ ہے۔

(حق نمبر:۱۰)

ماں باپ اگر غیر مسلم ہوں تب بھی اُنکے ساتھ حسنِ سلوک کرنا

انکا ادب واحترام کرنا اور اُنکی برابر خدمت کرتے رہنا اگر وہ شرک اور معصیت کا حکم دیں تو اُنکی اطاعت سے انکار کر دینا اور انکا کہنا ہرگز نہ ماننا۔

''وَاِنْ جَاهَدَاكَ عَلٰى اَنْ تُشْرِكَ بِىْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِى الدُّنْيَا مَعْرُوْفًا''. (سورة لقمان: آية ۱۵)

(یعنی اگر ماں باپ دباؤ ڈالیں کہ میرے ساتھ کسی کو شریک بناؤ جسکا تمہیں علم نہ ہو تو ہرگز انکا کہنا نہ مانو اور دنیا میں اُنکے ساتھ نیک سُلوک کرتے رہو)۔

ماں باپ کی شکرگزاری کا حکم دے کر ارشاد فرمایا کہ ماں باپ کیسے ہی محسن سہی لیکن اللہ سے بڑھ کر نہیں ہیں، اگر ماں باپ اللہ کے ساتھ کسی کا شریک بنانے کا حکم دیں اور نہ صرف معمولی حکم دیں بلکہ اُس پر زور ڈالیں تب بھی اس بارے میں اُنکی اطاعت اور فرمانبرداری نہ کرنا، سورۃ لقمان میں اِس امر کو واضح فرمایا پھر سورۃ عنکبوت میں دوبارہ دُہرایا، اگر ماں باپ کفر اور شرک کا نہ کہیں بلکہ اللہ جل شانہ کی کسی اور نافرمانی کا حکم دیں مثلاً فرض نماز، روزہ، حج ادا کرنے سے روکیں، یا شادی میں باجے گانے کا حکم دیں، یا

حرام کمانے کے لئے کہیں تو انکا حکم ماننے کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ حضور ﷺ کا ارشاد ہے: "لَا طَاعَةَ لِمَخْلُوْقٍ فِیْ مَعْصِيَةِ الْخَالِقِ" (یعنی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں مخلوق کی اطاعت جائز نہیں ہے)، ماں باپ ہوں یا مرشد ہو یا استاذ ہو یا کسی بھی درجہ کا حاکم ہو، ان کی فرماں برداری صرف اسی صورت میں جائز ہے جس صورت میں خالقِ کائنات کی نافرمانی نہ ہوتی ہو، کسی بھی مخلوق کا وہ حکم ماننا جس کے سامنے اللہ کی نافرمانی ہوتی ہو کسی حال میں دُرست نہیں ہے۔

سورۃ لقمان میں یہ بھی ارشاد فرمایا: "وَصَاحِبْهُمَا فِی الدُّنْیَا مَعْرُوْفًا" (یعنی دنیا میں ماں باپ کے ساتھ خوبی کے ساتھ بسر کرنا) مطلب یہ ہے کہ ماں باپ صحیح راستہ پر نہ ہوں کافر ہوں یا فاسق ہوں اور تجھ کو بھی اپنے راستے پر ڈالنا چاہتے ہوں تو اُنکی فرماں برداری اور موافقت نہ کرنا لیکن اُن سے قطع تعلق بھی نہ کرنا بلکہ اُنکے ساتھ حسنِ سلوک کرتے رہنا اور خدمت میں فرق نہ آنے دینا آخرت میں ہر ایک اپنے کیے کا پھل پائے گا۔

دنیا میں اچھا برتاؤ کرنا اس پر موقوف نہیں ہے کہ ماں باپ مسلمان ہوں اور متقی اور پرہیز گار ہوں، حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ کا بیان ہے کہ جس زمانہ میں آپ ﷺ نے قریشِ مکہ سے صلح کر رکھی تھی (یعنی صلح حدیبیہ) اس زمانہ میں میری والدہ میرے پاس آئیں (یعنی مدینہ منورہ)، اُس وقت وہ مشرک تھیں میں نے حضور اقدس ﷺ سے عرض کیا کہ یا رسول ﷺ میری والدہ آئیں ہیں اور اُنکی خواہش ہے کہ میں اپنے مال سے اُنکی خدمت کروں، (اِس بارے میں کیا ارشاد ہے) آپ ﷺ نے فرمایا: "ہاں! اُن سے صلہ رحمی کرو۔ (بخاری و مسلم)

اس سے معلوم ہوا کہ صلہ رحمی اور خدمت گزاری میں کوتاہی نہ کرے اگرچہ ماں باپ مشرک ہوں البتہ اُنکا غلط راستہ اور باطل مذہب انکے کہنے سے بھی اختیار نہ کرے۔

حضرت ابنِ ابی وقاصؓ نے بیان فرمایا کہ آیت کریم ﴿وَاِنْ جَاهَدَاكَ عَلٰی

اَنْ تُشْرِكَ بِیْ مَا لَیْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا﴾ میرے بارے میں نازل ہوئی جسکا واقعہ یہ ہے کہ میں اپنی والدہ کے ساتھ حُسن سُلوک کرتا تھا جب میں مسلمان ہوگیا تو کہنے لگیں کہ اے سعید یہ کیا نیا دین تو نے اختیار کیا ہے؟ تو اس نئے دین کو چھوڑ دے ورنہ میں نہ کھاؤں گی اور نہ پیوں گی، حتیٰ کہ یونہی مرجاؤں گی، اور لوگ تجھے عار دلایا کریں گے اور کہا کریں گے کہ "او...! اپنی ماں کو قتل کرنے والے"، میں نے کہا کہ امی جان آپ ایسا نہ کریں میں اپنے دینِ اسلام کو کسی حال میں نہیں چھوڑ سکتا، اسکے بعد میری والدہ نے ایک دن ایک رات نہیں کھایا جس کی وجہ سے (بھوکی، پیاسی، اور ضعیف ہوگئی ہیں) تکلیف کا احساس ہونے لگا، اسکے بعد ایک اور دن، رات نہیں کھایا اور بہت ہی زیادہ تکلیف محسوس کرنے لگیں، جب میں نے یہ ماجرا دیکھا تو عرض کیا اے امی جان آپکو معلوم ہے اللہ کی قسم اگر آپکی سو جانیں بھی ہوں اور ہر ایک جان ایک ایک کر کے نکل جائے تب بھی اپنے دینِ اسلام کو چھوڑنے والا نہیں ہوں، آپ کا جی چاہے تو کھائیں جی چاہے تو نہ کھائیں میرے اس کہنے پر انہوں نے کھانا شروع کر دیا۔ (تفسیر ابنِ کثیر، ص ۴۴۵، ج ۳)

(حق نمبر: ۱۱)

ماں باپ کے لئے برابر دُعا کرتے رہنا

ماں باپ کے احسانات کو یاد کر کے اللہ کے سامنے گڑگڑانا اور انتہائی دل سوزی اور قلبی جذبات کے ساتھ اُنکے لئے رحم و کرم کی درخواست کرنا چاہئے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّیَانِیْ صَغِیْرًا﴾ (اور دُعا کرو کہ پروردگار اُن دونوں پر رحم فرما جس طرح اُن دونوں نے میری بچپن میں پرورش فرمائی تھی) یعنی پروردگار بچپن کی بے بسی میں جس رحمت اور جان فشانی اور رحمت و شفقت سے میری پرورش کی میری خاطر اپنے عیش کو قربان کیا پروردگار اب یہ بڑھاپے کی حالت میں کمزوری اور بے بسی میں مجھ سے زیادہ خود رحمت و شفقت کے محتاج ہیں، یا

اللہ اسکا کوئی بدلہ نہیں دے سکتا تو ہی انکی سرپرستی فرما اور انکی حالتِ زار پر رحم کر۔

(حق نمبر:۱۲)

ماں کی خدمت کا خصوصی خیال رکھنا

ماں طبعاً زیادہ کمزور اور حساس ہوتی ہے اور آپکی خدمت وسلوک کی زیادہ ضرورت مند ہوتی ہے، پھر اُسکے احسانات اور قربانیاں بھی باپ کے مقابلے میں کہیں زیادہ ہیں اس لئے دین نے ماں کے حق کو زیادہ بتایا ہے اور ماں کے ساتھ احسان کی خصوصی ترغیب دی ہے۔قرآن پاک میں ارشاد ہے۔ ﴿وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ إِحْسَانًا حَمَلَتْهُ أُمُّهُ كُرْهًا وَّوَضَعَتْهُ كُرْهًا وَحَمْلُهُ وَفِصَالُهُ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا﴾ (سورۃ الاحقاف: آیت،۱۵)

(اور ہم نے انسان کو ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرنے کی تاکید فرمائی ہے، اُس کی ماں تکلیف اُٹھا اٹھا کر اس کو پیٹ میں لئے پھری، اور تکلیف ہی سے جنا، اور پیٹ میں اٹھانے اور دودھ پلانے کی یہ (تکلیف دہ) مدت ڈھائی سال ہے)۔

قرآن نے ماں باپ دونوں کے ساتھ سلوک کی تاکید کرتے ہوئے خصوصیت کے ساتھ ماں کے مسلسل دکھ اُٹھانے اور تکلیف جھیلنے کا نقشہ بڑے ہی اثر انگیز انداز میں کھینچا ہے اور نہایت خوبی کے ساتھ نفسیاتی انداز میں اس حقیقت کی طرف اشارہ کیا ہے کہ جاں نثار ماں باپ کے مقابلہ میں تمہاری خدمت وسلوک کی زیادہ مستحق ماں ہے اور پھر اس حقیقت کو اللہ کے رسول ﷺ نے بھی کھول کھول کر بیان فرمایا ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں ایک شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت میں آیا اور پوچھا: ''اے اللہ کے رسول ﷺ..! میرے نیک سلوک کا زیادہ مستحق کون ہے؟'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''تیری ماں''، اس نے پوچھا: ''پھر کون؟''، آپ ﷺ نے فرمایا: ''تیری ماں''، اس نے پوچھا: ''پھر کون؟''، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''تیری ماں''، اس نے پوچھا: ''پھر کون؟'' آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''تیرا باپ''۔ (الادب المفرد)

حضرت جاہمہؓ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا: ''یا رسول اللہ ﷺ! میرا ارادہ ہے کہ آپ کے ساتھ جہاد میں شرکت کروں اور اسی لئے آیا ہوں کہ آپ ﷺ سے اس معاملہ میں مشورہ لوں'' (فرمایئے کیا حکم ہے؟)، نبی کریم ﷺ نے اس سے پوچھا: ''تمہاری والدہ زندہ ہیں؟''، جاہمہؓ نے کہا: ''جی ہاں..! (زندہ ہیں)'' نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''پھر تم جاؤ اور انکی خدمت میں لگے رہو کیونکہ جنت انہی کے قدموں میں ہے''۔ (ابنِ ماجہ، نسائی)

تفسیر ابنِ کثیر میں ہے کہ ایک شخص اپنی والدہ کو کمر پر اٹھائے طواف کرا رہا تھا اس نے حضور ﷺ سے عرض کیا: ''میں نے اس طرح خدمت کر کے اپنی والدہ کا حق ادا کر دیا؟'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''ایک سانس کا بھی حق ادا نہیں ہوا''۔

(تفسیر ابنِ کثیر، ص، ۳۵، ج،۳)

حضرت اویسؒ نبی کریم ﷺ کے دور میں موجود تھے مگر آپ ﷺ کی ملاقات کا شرف حاصل نہ کر سکے انکی ایک بوڑھی ماں تھی، دن رات انکی خدمت میں لگے رہتے، نبی کریم ﷺ کے دیدار کی بڑی آرزو تھی، اور کون ایسا مومن ہوگا جو اس تمنا میں نہ تڑپتا ہو کہ اسکی آنکھیں رسول اللہ ﷺ کے دیدار سے روشن ہوں، چنانچہ حضرت اویسؒ نے آنا بھی چاہا لیکن آپ ﷺ نے منع کر دیا فریضہ حج کی بھی انکے دل میں بہت تمنا تھی لیکن جب تک انکی والدہ زندہ رہیں انکی تنہائی کے خوف سے حج نہیں کیا اور انکی وفات کے بعد ہی یہ آرزو پوری ہو سکی۔

حضرت اویسؒ یمن کے رہنے والے تھے انکو حضور ﷺ نے خیر التابعین فرمایا اور یہ بھی فرمایا ان سے اپنے لئے دعائے مغفرت کرانا انھوں نے عہدِ نبوت میں اسلام قبول کر لیا لیکن والدہ کی خدمت کی وجہ سے بارگاہِ رسالت میں حاضر نہ ہو سکے اور شرفِ صحابیت سے محروم ہو گئے، آنحضرت ﷺ نے انکے اس عمل پر نکیر نہیں فرمائی

بلکہ قدردانی فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ ان سے دعا کرانا۔

والدین کا کیا مرتبہ ہے حضرت ﷺ نے فرمایا کہ اویس کی والدہ ہیں، اس کے ساتھ انہوں نے حسن سلوک کیا، اگر اویس (کسی بات میں) اللہ کی قسم کھالیں تو اللہ انکی قسم ضرور پوری فرمائیں۔ (باب فضائل اویس قرنیؒ)

(حق نمبر:۱۳)

رضاعی ماں کے ساتھ بھی اچھا سلوک کرنا

اسکی خدمت کرنا اور ادب واحترام سے پیش آنا، حضرت ابو طفیلؓ کہتے ہیں میں نے جعرانہ کے مقام پر حضور ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ گوشت تقسیم فرمارہے ہیں، اتنے میں ایک عورت آئی اور نبی کریم ﷺ کے بالکل قریب پہنچ گئی، آپ ﷺ نے انکے لئے اپنی چادر بچھادی وہ اس پر بیٹھ گئی، میں نے لوگوں سے پوچھا: "یہ کون صاحبہ ہیں؟"، لوگوں نے بتایا کہ یہ نبی کریم ﷺ کی وہ ماں ہیں جنہوں نے آپ ﷺ کو دودھ پلایا تھا۔ (ابوداؤد)

(حق نمبر:۱۴)

والدین کی وفات کے بعد بھی ان کا خیال رکھنا

اور انکے ساتھ نیک سلوک کرنے کے لئے ذیل کی باتوں پر کاربند ہونا جیسا کہ اس حدیث میں ہے، حضرت ابو سعیدؓ نے بیان فرمایا کہ ہم حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے کہ بنو سلمہ کا ایک شخص آیا اور اس نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ کیا میرے والد کے مرنے کے بعد بھی کوئی ایسی چیز باقی ہے جس کے ذریعہ میں انکے ساتھ حسن سلوک کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں...! (یہ چیزیں باقی ہیں):

(۱) انکے لئے رحمت کی دعا کرنا (جس میں نماز جنازہ بھی شامل ہے)۔

(۲) انکے لئے مغفرت کی دعا کرنا۔

(۳)ان کے بعد اس عہد کو نافذ کرنا جس کو وہ انجام دینا چاہتے تھے۔
(۴)وہ صلہ رحمی کرنا جو ماں باپ کے تعلق سے ہو، اور انکی رضا کے لئے ہو۔
(۵)ان سے محبت اور میل جول رکھنے والوں کا اکرام کرنا۔

(مشکوۃ المصابیح ص،۴۲۰،از ابوداود)

حدیث کی تفصیل:

اس حدیث میں پہلی بات یہ ارشاد فرمائی کہ ماں باپ کے لئے مغفرت کی دعائیں برابر کرتے رہنا قرآن پاک نے مومنوں کو یہ دعا سکھلائی ہے: ﴿رَبَّنَا اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابُ﴾ (یعنی پروردگار میری مغفرت فرما اور میرے والدین کی اور سب ایمان والوں کو اُس روز معاف فرمادے جب حساب قائم ہوگا)۔ (سورۃ ابراہیم: آیت،۴۱)

حضرت ابوہریرہ ؓ کا بیان ہے کہ مرنے کے بعد جب مومن کے درجات بلند ہوتے ہیں تو وہ حیرت سے پوچھتا ہے یہ کیسے ہوا؟، اللہ کی جانب سے اُسکو بتایا جاتا ہے کہ تمہاری اولاد تمہارے لئے مغفرت کی دعا کرتی رہی (اور اللہ نے اسکو قبول کرلیا)۔

حضرت ابوہریرہؓ ہی کا بیان ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا'' جب کوئی آدمی مرجاتا ہے تو اسکے عمل کی مہلت ختم ہوجاتی ہے صرف تین چیزیں ایسی ہیں جو مرنے کے بعد بھی فائدہ پہنچاتی رہتی ہیں، ایک صدقہ جاریہ، دوسرا اسکا (پھیلایا ہوا وہ) علم جس سے لوگ فائدہ اُٹھائیں، تیسری وہ صالح اولاد جو اس کے لئے دعائے مغفرت کرتی رہے''۔

اس حدیث میں دوسری یہ بات ارشاد فرمائی کہ والدین کے کئے ہوئے عہد و پیان کو پورا کرنا اور وصیت کو پورا کرنا، ماں باپ نے اپنی زندگی میں بہت سارے لوگوں سے کچھ وعدے کئے ہونگے (اپنے اللہ سے کچھ وعدے کئے ہونگے، کوئی نذر مانی ہوگی، کسی کو کچھ مال دینے کا وعدہ کیا ہوگا) انکے ذمہ کسی کا قرض رہ گیا ہوگا اور ادا کرنے کا موقع نہیں پاسکے ہونگے مرتے وقت کچھ وصیتیں کی ہونگی، اپنی ذمہ داری پر سب کاموں کو پورا کیجئے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا بیان ہے کہ حضرت سعد بن عبادہؓ نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا: ''یا رسول ﷺ میری والدہ نے نذر مانی تھی لیکن وہ نذر پوری کرنے سے پہلے ہی وفات پا گئیں کیا میں اُنکی طرف سے یہ نذر پوری کرسکتا ہوں؟''، نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''کیوں نہیں...تم ضرور انکی طرف سے نذر پوری کردو''۔

اس حدیث میں تیسری بات یہ ارشاد فرمائی ہے کہ باپ کے دوستوں اور ماں کی سہیلیوں کے ساتھ حُسنِ سلوک کرتے رہنا، انکو اپنے مشوروں میں اپنے بزرگوں کی طرح شریک رکھیئے، انکی رائے اور مشوروں کی تعظیم کیجیئے، ایک موقع پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''سب سے زیادہ نیک سُلوک یہ ہے کہ آدمی اپنے والد کے دوست و احباب کے ساتھ بھلائی کرے''، ایک بار حضرت ابودرداءؓ بیمار ہوئے اور مرض بڑھتا ہی گیا یہاں تک کہ بچنے کی اُمید نہ رہی تو حضرت یوسف بن عبداللہؓ دور دراز سے اُنکی عیادت کے لیئے تشریف لے گئے، حضرت ابودرداءؓ نے انکو دیکھا تو تعجب سے پوچھا: ''تم یہاں کہاں؟''یوسف بن عبداللہؓ نے کہا: ''میں یہاں محض اس لئے آیا ہوں کہ آپ کی عیادت کروں کیونکہ والد بزرگوار سے آپکے گہرے تعلقات تھے''۔

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جب میں مدینہ آیا تو عبداللہ بن عمرؓ تشریف لائے اور کہنے لگے کہ تم جانتے ہو کہ میں تمہارے پاس کیوں آتا ہوں؟ میں نے کہا کہ میں تو نہیں جانتا کہ آپ کیوں تشریف لائے ہیں؟ اس پر حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ''جو شخص قبر میں اپنے والد کے ساتھ نیک سُلوک کرنا چاہتا ہو تو اُسکو چاہیئے کہ باپ کے مرنے کے بعد باپ کے دوست احباب کے ساتھ نیک سُلوک کرے'' اور پھر فرمایا کہ میرے والد حضرت عمرؓ اور آپکے والد میں گہری دوستی تھی، میں چاہتا ہوں کہ اس دوستی کو نبھاؤں اور اسکے حقوق ادا کروں۔ (ابنِ حبان)

اس حدیث میں چوتھی بات یہ ارشاد فرمائی ہے کہ ماں باپ کے رشتہ داروں کے

ساتھ نیک سُلوک کرنا اور انکے رشتوں کا پوری طرح پاس ولحاظ رکھنا، ان رشتہ داروں کے ساتھ بے نیازی اور بے پرواہی دراصل والدین سے بے نیازی ہے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''تم اپنے آباء واجداد سے ہرگز بے پرواہی نہ برتو ماں باپ سے بے پرواہی برتنا اللہ کی ناشکری ہے''۔

(حق نمبر:۱۵)

اللہ کی رحمت سے مایوس نہیں ہونا چاہئے

اگر زندگی میں خدانخواستہ ماں باپ سے حسنِ سلوک کرنے اور انکے حقوق ادا کرنے میں کوئی کوتاہی ہوگئی ہو، پھر بھی خدا کی رحمت سے مایوس نہیں ہونا چاہئے، مرنے کے بعد انکے حق میں برابر خدا سے دُعائے مغفرت کرتے رہنا چاہئے، توقع ہے کہ اللہ تعالیٰ آپکی کوتاہی سے درگزر فرمادے اور آپکو اپنے صالح بندوں میں شامل فرمادے۔

حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''اگر کوئی بندہ زندگی میں ماں باپ کا نافرمان رہا اور والدین میں سے کسی ایک کا یا دونوں کا اسی حال میں انتقال ہوگیا تو اب اسکو چاہئے کہ وہ اپنے والدین کے لئے برابر دُعا کرتا رہے اور اللہ سے انکی بخشش کی درخواست کرتا رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اسکو اپنی رحمت سے نیک لوگوں میں لکھ دے''۔

متفرق اہم مسائل:

(۱) ماں باپ کی اطاعت میں دوسروں کی حق تلفی جائز نہیں، جس طرح بعض بے وقوف لوگ والدین کے حق میں تفریط یعنی کوتاہی کرتے ہیں اور انکی فرماں برداری کے واجب ہونے کی جو آیات اور احادیث ہیں انکو نظرانداز کرتے ہیں اور انکے حقوق کا

وبال اپنے سر لیتے ہیں اسی طرح بعض دیندار والدین کے حق میں افراط کرتے ہیں یعنی ضرورت سے زائد اُنکی فرمانبرداری بجالاتے ہیں جس سے صاحب حق مثلاً بیوی یا اولاد کے حقوق تلف ہوتے ہیں اور اُنکے واجب ہونے کی رعایت اور نگہداشت نہیں کرتے، جس سے وہ احادیث نظر انداز ہوجاتی ہیں جن میں اُن لوگوں کے حقوق کی نگہداشت کا حکم ہے، اور اسی طرح انکے حقوق کے تلف ہونے کا وبال اپنے سر لیتے ہیں۔

(۲) اور جو امر شرعاً نہ واجب ہو نہ ممنوع ہو بلکہ مباح ہو خواہ مستحب ہی ہو اور ماں باپ اسکو کرنے یا نہ کرنے کا کہیں تو اس میں تفصیل ہے، دیکھنا چاہئے کہ اس امر کی اس شخص کو ایسی ضرورت ہے کہ اس کے بغیر تکلیف ہوگی مثلاً غریب آدمی ہے، پیسہ پاس نہیں ہے اور بستی میں کوئی صورت کمائی کی نہیں ہے مگر ماں باپ جانے نہیں دیتے تو اس میں باپ کی اطاعت کی ضرورت نہیں۔

(۳) اور اگر اس درجہ کی ضرورت نہ ہو کہ اس کے بغیر تکلیف ہوگی تو پھر دیکھنا چاہئے کہ اس کام کے کرنے میں کوئی خطرہ یا اندیشہ، ہلاک یا مرض کا ہے یا نہیں؟ اور یہ بھی دیکھنا چاہئے کہ اس شخص کو اس کام میں مشغول ہونے سے کئی خادم یا سامان نہ ہونے کی وجہ سے ماں باپ کے تکلیف اٹھانے کا احتمال قوی ہے یا نہیں؟

(۴) اگر اس کام میں خطرہ ہے یا اسکے غائب ہوجانے سے بے سروسامانی کی وجہ سے ماں باپ کو تکلیف ہوگی تو انکی مخالفت جائز نہیں مثلاً غیر واجب لڑائی میں جاتا ہے یا سمندر کا سفر کرتا ہے۔ یا اس کے جانے کے بعد ماں باپ کا کوئی خبر لینے والا نہ رہے گا اور اس کے پاس اتنا مال بھی نہیں ہے کہ جس سے انکے لئے خادم اور خرچہ کا انتظام کرکے جائے اور وہ کام اور سفر بھی ضروری نہیں تو اس حالت مین انکی اطاعت واجب ہوگی۔

(۵) اگر دونوں باتوں میں سے کوئی بات نہیں ہے یعنی نہ اس کام یا سفر میں اسکو کوئی خطرہ ہے اور نہ انکی مشقت اور تکلیف کا ظاہر میں کوئی احتمال ہے، تو بلاضرورت بھی وہ

کام یا سفر باوجود انکی ممانعت کے جائز ہے گو مستحب یہی ہے اس وقت بھی انکی اطاعت کرے اسی قاعدہ کلیہ سے ان فروع کا حکم بھی معلوم ہوگیا۔

(۶) مثلاً وہ کہیں کہ بیوی کو بلا وجہ مُعْتَدْ بِہٖ طلاق دیدے تو اطاعت واجب نہیں ہے۔﴿حدیث﴾:" اِبْنِ عُمَرَ یُحْمَلُ عَلَی الْاِسْتِحْبَابِ اَوْعَلیٰ اَنَّ اَمَرَ عُمَرؓ کَانَ عَنْ سَبَبٍ صَحِیْحٍ".

(۷) وہ کہیں کہ عام کمائی ہم کو دیا کرو تو اس میں انکی اطاعت واجب نہیں اور اگر وہ اس پر جبر کریں تو گنہگار ہونگے۔﴿حدیث﴾: اَنْتَ وَمَالُکَ لِاَبِیْکَ مَحْمُوْلٌ عَلیٰ الْاِحْتِیَاجِ کَیْفَ وَقَدْقَالَ النَّبِیُّ ﷺ لَا یَحِلُّ مَالَ اَمْرِئٍ اِلَّا بِطِیْبِ نَفْسِہٖ.

(۸) اگر ماں باپ اولاد کے مال سے حاجتِ ضروریہ سے زائد مال لیں گے تو ان کے ذمہ قرض ہوگا اور قیامت میں دینا پڑیگا فقہاء کی تصریح اس کے لئے کافی ہے وہ اس کے معانی کو خوب سمجھتے ہیں خصوصا جبکہ حدیث حاکم میں ﴿اِذَااحْتَجْتُمْ﴾ کی قید مصرح ہے۔

متفرق مسائل

والدین کے حکم سے مال اور بیوی کو چھوڑنا

اگر والدین اپنے بیٹے کو حکم دیں کہ بیوی کو چھوڑ دو یا سارا مال چھوڑ دو تو اگر فتنہ میں مبتلا کا اندیشہ ہو، مثلاً بیوی کو چھوڑ دینے سے زنا میں مبتلا ہونے اور مال خرچ کرنے سے چوری وغیرہ میں مبتلا ہونے کا ڈر ہو تو انکی اطاعت نہ کرے، البتہ حتی الامکان انکی خوشی اور اطمینان کی کوشش کرے کہ انکی خوشی میں اللہ تعالیٰ کی خوشی ہے۔ اور اگر یہ اندیشہ نہ ہو تو ان کی اطاعت واجب ہے اور ان کی خوشی اور اطاعت کی خاطر بیوی اور سارا مال چھوڑ دینے کا حکم ہے۔

حضرت معاذ بن جبلؓ سے روایت ہے کہ مجھے اللہ کے رسول ﷺ نے دس باتوں کا حکم دیا جس میں یہ فرمایا کہ: ''اپنے ماں باپ کی نافرمانی نہ کرنا اگرچہ وہ تمہیں حکم دیں کہ اپنے گھر اور مال کو چھوڑ دے۔ (مسند احمد بن حنبل، ج:٦، ص:٣١٦)

اور مشکوٰۃ شریف میں ہے کہ:

حضرت ابنِ عمرؓ فرماتے ہیں کہ میری ایک بیوی تھی جس سے مجھے محبت تھی اور میرے والد حضرت عمرؓ اس کو ناپسند کرتے تھے، انہوں نے مجھے اس کو طلاق دینے کا حکم دیا، میں نے انکار کر دیا تو وہ حضور ﷺ کے پاس تشریف لائے اور آپ ﷺ سے تذکرہ کیا تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مجھے اس کی طلاق کا حکم دیا۔

(مسند احمد بن حنبل، ج:٦، ص:٤٢١)

نکاح کے بعد لڑکی پر والدین کا حق

والدین تو رخصت کر کے فارغ ہو گئے، ہفتہ میں ایک دفعہ لڑکی اپنے والدین کی زیارت کیلئے جا سکتی ہے مگر زیارت کر کے واپس چلی جائے، بغیر شوہر کی اجازت کے وہاں نہ رہے، والدین جب چاہیں لڑکی کو دیکھنے کیلئے اس کے مکان پر جا سکتے ہیں مگر بغیر داماد کی اجازت کے رات کو وہاں نہ رہیں۔ (درمختار، ج:٣، ص:٦٠٢)

والدہ کی بے جا زیادتی پر اُن سے قطع تعلق

واضح رہے کہ والدین جیسے بھی ہوں، آخر والدین ہیں، اُن کی ظاہری سختی سے متاثر ہو کر انکی دلی محبت اور شفقت کو نظر انداز کر دینا بے وفائی اور جفا ہے، اس لئے والدین اور بالخصوص والدہ سے قطع تعلق جو عام طور پر انسان ایک غیر لڑکی کی وجہ سے کر جاتا ہے، کسی صورت میں جائز نہیں اور حق تلفی ہے، والدہ کا احترام اور انکی خدمت اور انکو خوش کرنا لازم ہے، عام رشتہ داروں سے جب قطع تعلق کرنا جائز نہیں تو والدین سے کہاں جائز ہو سکتا ہے، حدیث پاک میں آیا ہے کہ '' دنیوی رنجش کی وجہ سے قطع تعلق کر دینے والے کی دعا قبول نہیں ہوتی اور اس کی مغفرت نہیں ہوتی ''۔

(مجمع الزوائد، ج:٨، ص:١٥١)

والدین میں نا اتفاقی ہوتو اس کا حکم

والدین کی نا اتفاقی اس حد تک ہو کہ ایک کی خدمت سے دوسرے کی ناراضگی کا خطرہ ہو تب بھی دونوں کو راضی کرنے کی کوشش کی جائے، اور جو غصہ کرے، خاموشی سے سن لیں اس پر اجرِ عظیم ملے گا، اللہ تعالیٰ نے اکثر آیات میں دونوں کے ساتھ حسنِ سلوک کا حکم دیا ہے:

﴿وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ اِحْسَانًا﴾. (سورة الاحقاف: ۱۵)

﴿لَا تَقُلْ لَّهُمَا اُفٍّ﴾. (سورة الاسراء: ۲۳)

والدین کو کس طرح خوش کیا جائے؟

والدین اگر خلافِ شرع بات نہ کرنے پر ناراض ہوں تو انکو پیار و محبت سے سمجھادیں اور انکی خدمت کیا کریں، جسمانی راحت بھی پہنچائیں اور کچھ ہدیہ، تحفہ بھی لے جایا جائے جو ان کو پسند ہو، وہ دیا جائے اور اللہ پاک سے دعا بھی کی جائے کہ ان کے دل سے نفرت نکال کر محبت پیدا فرمادے، انشاء اللہ کچھ مدت میں تغیر پیدا ہوگا۔

(شامی، ج:۴، ص:۷۸)

ماں باپ میں سے کس کا درجہ زیادہ ہے؟

احترام کے لحاظ سے باپ کا رتبہ زیادہ ہے، اور خدمت کے لحاظ سے ماں کا حق زیادہ ہے۔ (نفع المفتی:۴۲۲)

☆☆☆تمت بالخیر☆☆☆

حقوقِ زوجین

ازدواجی زندگی کا تعلق

شادی کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ مرد اپنی بیوی کے ذریعے گناہوں سے بچ جائے اور بیوی اپنے میاں کے ذریعے گناہوں سے بچ جائے، اس لئے ان دونوں کو زندگی کا ساتھی کہتے ہیں۔ دونوں نے ایک دوسرے کے ذریعے گناہوں سے بچنا ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری والی زندگی گذارنے میں ایک دوسرے کا معاون بننا ہوتا ہے، ان کا تعلق ایک دوسرے کے ساتھ بہت مضبوط ہے، قرآن مجید میں انکے تعلق کے بارے میں ایسی مثال دی کہ دنیا کا کوئی مذہب ایسی مثال نہ دے سکا، ارشاد فرمایا:
﴿هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَأَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ﴾(سورة البقرة: آية،۱۸۷) (تمہاری بیویاں تمہارا لباس ہیں اور تم اپنی بیویوں کا لباس ہو)۔

میاں بیوی کو لباس کیوں کہا.....؟

لباس کے دو فائدے ہیں، ایک تو اس سے انسان کے بدن کے عیب چھپ جاتے ہیں، اگر بے لباس مرد سے کہیں کہ لوگوں میں چلا جائے تو شرم کی وجہ سے اس کو پسینہ آجائے، اور اگر کوئی اسے لوگوں کے سامنے زبردستی بے لباس کردے تو جی چاہے گا کہ زمین پھٹے اور میں اندر اتر جاؤں، تو لباس کے ذریعے انسان اپنے اعضاء کو دوسروں سے چھپاتا ہے اور دوسرا فائدہ یہ ہے کہ یہ انسان کو زینت بخشتا ہے، جسم تو چادر سے بھی چھپ جاتا ہے لیکن عموماً اچھا لباس پہنتے ہیں، سنت طریقے سے سر پر عمامہ ہو، جبہ ہو، نیچے تہہ بند ہو یا پاجامہ شلوار ہو، تو اس طرح پہن کر جب انسان چلتا ہے تو شخصیت کو دیکھ کر لوگ متأثر ہوتے ہیں، معلوم ہوا کہ کپڑوں نے انسان کی شخصیت کو زیبائش بخشی، یہ لباس کا دوسرا فائدہ ہے۔

میاں بیوی کے تعلق کے یہ دو فوائد بڑے اہم ہیں، اگر بیوی نہ ہو تو خاوند اپنے

جنسی تقاضوں کی خاطر نہ معلوم کہاں کہاں منہ مارتا پھرے اور لوگوں کے سامنے ذلت ورسوائی اٹھاتا پھرے، یوں میاں بیوی کی زندگی کی وجہ سے اسکی شخصیت کے عیب چھپ گئے، اور دوسری بات یہ کہ اگر مرد کو اکیلا گھر میں رہنا پڑے تو گھر کے اندر بھی بے ترتیبی ہوگی اور اسکی زندگی کا کوئی کام ڈھنگ کا نہ ہوگا، نہ اس کا لباس صاف ستھرا ہوگا نہ اس کے گھر کے کھانے پکانے کا نظام ٹھیک ہوگا، لہٰذا اس کی زندگی میں جمال نہیں ہوگا، ہر وقت ملال یعنی اکتاہٹ رہے گی۔

بیوی کے آنے سے انسان کی زندگی کو زینت نصیب ہوتی ہے، ایک تیسری چیز ہے جو یہاں سمجھ آتی ہے، وہ یہ کہ لباس انسان کے جسم کے سب سے زیادہ قریب ہوتا ہے، کوئی بھی چیز ایسی نہیں جو لباس سے زیادہ انسان کے جسم کے زیادہ قریب ہو، تو قرآن مجید میں جو لباس کی مثال دی اس سے بتانا یہ مقصود تھا کہ میاں بیوی کو پیغام مل جائے کہ اے خاوند...! تیرے لئے اب زندگی میں سب سے زیادہ قریب ترین ہستی تمہاری بیوی ہے، اور بیوی کو یہ پیغام دیا گیا کہ تیرے لئے اب زندگی میں قریب ترین ہستی تمہارا خاوند ہے، تم دونوں ایک دوسرے کے لباس کی طرح ایک دوسرے کے جسم کے قریب ہو۔ جب کوئی چیز اتنی قریب ہوتی ہے تو صاف ظاہر ہے کہ اس سے انسان کو محبت ہوتی ہے، تعلق ہوتا ہے، تو قرآن مجید میں میاں بیوی کے تعلق کو اتنے خوبصورت لفظ کے ساتھ مع تشریح واضح کر دیا، اور یہ بات بالکل عیاں ہے کہ اسلام جس اعلیٰ تہذیب وتمدن کا داعی ہے وہ اسی وقت وجود میں آسکتا ہے، جب ہم ایک پاکیزہ معاشرہ قائم کرنے میں کامیاب ہوں اور پاکیزہ معاشرے کی تعمیر کیلئے ضروری ہے کہ آپ خاندانی نظام کو زیادہ سے زیادہ مضبوط اور کامیاب بنائیں۔

اسلام میں نکاح کا مقام:

دینِ اسلام نے نکاح کو عبادت کہا، چنانچہ حدیث پاک میں فرمایا: ''اَلنِّکَاحُ نِصْفُ الْاِیْمَانِ'' کہ نکاح تو آدھا ایمان ہے، اور احادیث میں آتا ہے کہ جب آدمی

نکاح کرلیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو ایک نماز پڑھنے پر اکیس نمازوں کے پڑھنے کا ثواب عطا فرماتے ہیں، یہ اس لئے کہ اب اس نوجوان پر حقوق اللہ بھی ہیں اور حقوق العباد بھی، حقوق العباد کو پورا کرنے کے بعد پھر جب اس نے حقوق اللہ کو پورا کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے ثواب کو بڑھا دیا، دنیا میں اسلام ہی نے ازدواجی زندگی کو عبادت کہا، ورنہ تو پہلے مذاہب ایسے تھے کہ ساری زندگی کنوارہ رہنا نیکی سمجھتے تھے، وہ یہ کہتے تھے کہ مرد عیسیٰ صفت بن کر رہے اور عورت مریم صفت بن کر رہے اور دونوں کنوارے پن کی زندگی گذاریں تب جاکر اپنے رب کو راضی کرسکیں گے، اس کو رہبانیت کہتے ہیں، دینِ اسلام نے کہا کہ یہ بدعت ہے، اللہ ربّ العزت نے اس کا کبھی بھی حکم نہیں دیا اسلئے کہا گیا "لَا رَهْبَانِيَّةَ فِي الْإِسْلَامِ" اسلام میں رہبانیت نہیں ہے۔

خاندانی زندگی کا آغاز شوہر اور بیوی کے پاکیزہ ازدواجی تعلق سے ہوتا ہے، اس تعلق کی خوشگواری اور استواری اسی وقت ممکن ہے جب شوہر اور بیوی دونوں ہی ازدواجی زندگی کے آداب و فرائض سے بخوبی واقف ہوں، اور ان آداب کو بجالانے کیلئے پوری دل سوزی، خلوص اور یکسوئی کے ساتھ سرگرمِ کار بھی ہوں۔

ذیل میں ہم پہلے ان باتوں کو بیان کرتے ہیں جن کا تعلق شوہر سے ہے، اور پھر ان باتوں کو بیان کریں گے جن کا تعلق بیوی سے ہے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

يَا مَعْشَرَ الشَّبَابَ مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمُ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ ، فَإِنَّهُ أَغَضُّ لِلْبَصَرِ وَأَحْصَنَ لِلْفَرَجِ ، وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ فَإِنَّهُ لَهُ وَجَاءٌ .

اے نوجوانوں کی جماعت تم میں سے جو شخص نکاح کے اخراجات کو برداشت کر سکتا ہو تو اسے چاہیے کہ شادی کرلے اس لیے کہ شادی نگاہ کو پست اور فرج کو محفوظ رکھنے والی ہے، اور جو شخص نکاح کے اخراجات کی طاقت نہ رکھتا ہو تو اسے چاہیے کہ روزے رکھے اس لیے کہ روزہ اس کے لیے وجاء یعنی شہوت کو ختم کرنے والا ہے۔

شریعت مطہرہ نے کئی قسم کے نفل روزوں کی ترغیب دی ہے حضرت داؤد علیہ السلام کے روزے جو ایک دن میں روزے رکھتے تھے اور ایک دن افطار کرتے تھے، اور پیر اور جمعرات کا روزہ، اور شوال کے مہینے میں چھ روزے، اور محرم کی دسویں تاریخ کا روزہ، اور اسی قبیل سے وہ روزے ہیں جنہیں شہوت کو تسکین پہنچانے کے لیے رکھا جائے، اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ

اور جو اس (شادی) کی قوت نہ رکھے تو اسے چاہیے کہ روزے رکھے۔

شوہر پر بیوی کے (۹) حقوق

(حق نمبر ۱)

بیوی کے ساتھ اچھے سلوک کی زندگی گزارنا

اس کے حقوق کشادہ دلی کے ساتھ ادا کرنا، اور ہر معاملے میں احسان اور ایثار کی روش اختیار کرنا چاہیے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ﴾ (سورة النساء: آية، ۱۹)

(ترجمہ): اور ان کے ساتھ بھلے طریقے سے زندگی گزارو۔

افسوس ہے کہ انسان کو اگر ملک کا وزیر اعظم خط لکھ دے کہ اپنی بیوی کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آنا کیونکہ تمہاری بیوی میری بیٹی کے ساتھ پڑھی ہوئی ہے، تو بتائیے کہ آپ اس کو ستا سکتے ہیں؟

اگر شیر کسی کے ساتھ چلے اور کہہ دے کہ آج کسی ٹیڈی کو مت دیکھنا ورنہ سمجھ لو کہ اگر میں صرف ''ہوں'' سے آواز لگا دوں تو تمہارا قبض ٹوٹ جائیگا تو انسان کیا کرے گا....؟ وہ دونوں ہاتھوں کو آنکھوں پر رکھ لے گا اور کہے گا کہ شیر صاحب...! دیکھو بد

گمانی نہ کرنا، میں کسی کو نہیں دیکھ رہا ہوں۔ آہ....! ایک مخلوق سے ہم اتنا ڈرتے ہیں۔ یہاں تو اللہ تعالیٰ کی سفارش ہے کہ اپنی بیویوں سے اچھے اخلاق سے پیش آؤ، بیوی چاہے جوان ہو یا بوڑھی ہو، چاہے اسکے منہ میں دانت نہ ہو بلکہ جب بوڑھی ہو جائے تو اور زیادہ اس کا خیال رکھو۔

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے زمانے کے مجدد تھے، وہ فرماتے ہیں کہ ''جو اپنی بیویوں کو ستائے، ان سے اچھے اخلاق سے پیش نہ آئے اور اللہ تعالیٰ کی سفارش کو رد کردے، یہ بے غیرت مرد ہے، کیونکہ وہ کمزور ہے، تمہارے قبضہ میں ہے، اسکے باپ اور بھائی دور ہیں۔

نبی کریم ﷺ کا حجۃ الوداع کے موقع پر ارشاد:

''لوگو سنو....! عورتوں کے ساتھ اچھے سلوک سے پیش آؤ کیونکہ وہ تمہارے پاس قیدیوں کی طرح ہیں، تمہیں ان کے ساتھ سختی کا برتاؤ کرنے کا کوئی حق نہیں، سوائے اس صورت کے جب انکی طرف سے کھلی نافرمانی سامنے آئے، اگر وہ ایسا کر بیٹھیں تو پھر خواب گاہوں میں ان سے علیحدہ رہو، اور انہیں مارو تو ایسا نہ مارنا کہ شدید چوٹ آجائے، اور پھر جب وہ تمہارے کہنے پر چلنے لگیں تو ان کو خواہ مخواہ ستانے کیلئے بہانے نہ ڈھونڈو، دیکھو سنو....! تمہارے کچھ حقوق تمہاری بیویوں پر ہیں اور تمہاری بیویوں کے کچھ حقوق تم پر ہیں، ان پر تمہارا حق یہ ہے کہ وہ تمہارے بستروں کو ان لوگوں سے نہ روندوائیں جن کو تم ناپسند کرتے ہو، اور تمہارے گھروں میں ایسے لوگوں کو ہرگز نہ گھسنے دیں جن کا آنا تمہیں ناگوار ہو اور سنو....! ان کا تم پر حق یہ ہے کہ تم انہیں اچھا کھلاؤ اور اچھا پہناؤ''۔ (ریاض الصالحین)

یعنی ان کے کھلانے پلانے کا ایسا انتظام کرو جو زوجین کی بے مثال قربت، قلبی تعلق اور جذبۂ رفاقت کے شایانِ شان ہو۔

(حق نمبر۲)

جہاں تک ہوسکے بیوی سے خوش گمان رہنا

اس کے ساتھ نباہ کرنے میں تحمل، بردباری اور اعلیٰ ظرفی کی روش اختیار کرنی چاہئے، اگر اس میں شکل وصورت یا عادت واخلاق یا سلیقہ اور ہنر کے اعتبار سے کوئی کمزوری بھی ہو تو صبر وتحمل کا مظاہرہ کیجئے، اور اس کی خوبیوں پر نگاہ رکھتے ہوئے فیاضی درگذر، ایثار اور مصالحت سے کام لیجئے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَالصُّلْحُ خَيْرٌ﴾ (سورة النساء: آية، ۱۲۸) اور مصالحت خیر ہی خیر ہے۔ اور مومن کو ہدایت کی گئی ہے: ﴿فَإِنْ كَرِهْتُمُوهُنَّ فَعَسَىٰ أَنْ تَكْرَهُوا شَيْئًا وَيَجْعَلَ اللَّهُ فِيهِ خَيْرًا كَثِيرًا﴾ (سورة النساء: آية، ۱۹). (ترجمہ): ''پھر اگر وہ تمہیں (کسی وجہ سے) ناپسند ہوں تو ہوسکتا ہے کہ ایک چیز ناپسند ہو، مگر اللہ تعالیٰ نے اس میں (تمہارے لئے) بہت کچھ بھلائی رکھدی ہو''۔

اسی مفہوم کو نبی کریم ﷺ نے ایک حدیث میں یوں واضح فرمایا ہے: ''کوئی مومن اپنی مومنہ بیوی سے نفرت نہ کرے، اگر بیوی کی کوئی عادت اسے ناپسند ہے تو ہوسکتا ہے کہ دوسری خصلت اس کو پسند آجائے''۔

حقیقت یہ ہے کہ ہر خاتون میں کسی نہ کسی پہلو سے کوئی کمزوری ضرور ہوگی، اگر شوہر کسی عیب کو دیکھتے ہی اس کی طرف سے نگاہیں پھیر لے اور دل کو بُرا کرلے تو پھر کسی خاندان میں گھریلو خوشگواری مل ہی نہ سکے گی، حکمت کی روش یہی ہے کہ آدمی درگذر سے کام لے اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھتے ہوئے عورت کے ساتھ خوش دلی سے نباہ کرنے کی کوشش کرے، ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس عورت کے واسطے سے مرد کو کچھ ایسی بھلائیوں سے نوازے جن تک مرد کی کوتاہ نظری نہ پہنچ رہی ہو۔ مثلاً عورت میں دین وایمان اور سیرت واخلاق کی کچھ ایسی ممتاز خوبیاں ہیں جن کے باعث وہ پورے خاندان کے لئے رحمت ثابت ہو، یا اس کی ذات سے کوئی ایسی روح سعید وجود میں

آئے جو ایک عالم کو فائدہ پہنچائے، اور رہتی دنیا تک باپ کے لئے صدقۂ جاریہ بنے، یا عورت مرد کی اصلاحِ حال کا ذریعہ بنے اور اسکو جنت سے قریب کرنے میں مددگار ثابت ہو یا پھر اس کی قسمت سے دنیا میں اللہ تعالیٰ اس مرد کو کشادہ روزی اور خوشحالی سے نوازے۔ بہرحال عورت کے کسی ظاہری عیب کو دیکھ کر بے صبری کے ساتھ ازدواجی تعلق کو برباد نہ کیجئے بلکہ حکیمانہ طرزِ عمل سے آہستہ آہستہ گھر کی فضاء کو مزید خوشگوار بنانے کی کوشش کرنا چاہئے۔

سب جوڑے مقدر ہیں، اللہ تعالیٰ کے لکھے بغیر کچھ نہیں ہوتا، جسکی قسمت میں اللہ تعالیٰ نے جو لکھ دیا اس پر راضی رہو، یہ بیویاں جنت میں حوروں سے زیادہ حسین کر دی جائیگی، علامہ آلوسی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے روح المعانی میں پارہ (۲۷) سورۃ الرحمٰن کی تفسیر کے ذیل میں ایک روایت نقل کی ہے کہ حضرت امِ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے پوچھا کہ یا رسول اللہ ﷺ....! جنت میں حوریں زیادہ حسین ہونگی یا مسلمان بیویاں...؟ حضرت امِ سلمہ ؓ یہ سوال کر کے قیامت تک عورتوں پر احسان کر گئیں، آج ہی یہ حدیث اپنی بیویوں کو ضرور سنا دینی چاہئے۔ سرورِ دو عالم ﷺ نے فرمایا:

''اے امِ سلمہ...! جنت میں مسلمان بیبیاں حوروں سے زیادہ حسین کر دی جائینگی''، پوچھا: وَبِمَ ذَاکَ؟ ایسا کیوں ہوگا....؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''حوروں نے نمازیں نہیں پڑھی ہیں، روزے نہیں رکھے ہیں، شوہروں کی خدمت نہیں کی ہے، بچے جننے کی تکلیف نہیں اٹھائی ہے اور مسلمان عورتوں نے نمازیں پڑھی ہیں، روزے رکھے ہیں، حج کیا ہے، شوہروں کی خدمت کی ہے، بچے جننے کی تکلیف اٹھائی ہے۔

حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

''بِصَلَاتِهِنَّ وَصِيَامِهِنَّ وَعِبَادَتِهِنَّ أَلْبَسَ اللّٰهُ وُجُوهَهُنَّ النُّورَ''.

(روح المعانی، ج:۲۷، ص:۱۲۶)

''ان کی نمازوں، روزوں اور ان کی عبادت کی وجہ سے ان کے چہروں پر اللہ اپنا

نور ڈال دیگا"۔ جو مستزاد ہوگا، اضافی ہوگا، حوروں کے اندر وہ نور نہ ہوگا، اللہ جس پر اپنا نور ڈال دے اس کے حسن کا کیا عالم ہوگا۔

(حق نمبر۳)

عفو وکرم کی روش اختیار کرنا اور بیویوں کی کوتاہیوں، نادانیوں اور سرکشیوں سے چشم پوشی کرنا

عورت عقل کے اعتبار سے کمزور اور نہایت ہی جذباتی ہوتی ہے، اس لئے صبر و سکون، رحمت و شفقت اور دل سوزی کے ساتھ اس کو سدھارنے کی کوشش کرنا چاہئے اور صبر وضبط سے کام لیتے ہوئے نباہ کرنا چاہئے، ایک دوسرے کے ساتھ درگذر سے کام لینا چاہئے، جب انسان غیروں کو معاف کر دیتا ہے تو اپنوں کو تو جلدی معاف کر دینا چاہئے، پھر خاوند تو یہ سوچے کہ اس بیوی نے میری خاطر جوانی قربان کردی، اپنا سب کچھ قربان کر کے میرا گھر اس نے آباد کیا، اب اس کا حق یہ تو ہے کہ میں اسے معاف کردوں، اس کی ہر غلطی کو اللہ تعالیٰ کیلئے معاف کر دینا چاہئے، جب آپ بیوی کو اللہ تعالیٰ کے لئے معاف کریں گے تو دیکھئے گا اس کی برکت ہوگی لیکن آج کل خاوند کا حال بہت بُرا ہے کسی کو تو کیا معاف کرینگے گھر میں بیوی کی بھی چھوٹی موٹی غلطی معاف نہیں کرتے، اور دینِ اسلام کی تعلیم تو یہی ہے کہ گھر میں محبت کی فضا قائم رکھی جائے، اگر ہم باتوں میں دل چسپی لیں اور اسلامی تعلیم کی روشنی میں زندگی گذارنے کا عزم لیکر اٹھ کھڑے ہوں تو یہ بات کچھ دور نہیں کہ ہمارا گھر بھی جنت کا نمونہ بن جائے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓا۟ إِنَّ مِنْ أَزْوَٰجِكُمْ وَأَوْلَـٰدِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَٱحْذَرُوهُمْ وَإِن تَعْفُوا۟ وَتَصْفَحُوا۟ وَتَغْفِرُوا۟ فَإِنَّ ٱللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ﴾.

(سورة التغابن، آیت: ۱۴)

(ترجمہ): مومنوں...! تمہاری بعض بیویاں اور بعض اولاد تمہارے دشمن ہیں، سوان سے بچتے رہو اور اگر تم عفو و کرم، درگذر اور چشم پوشی سے کام لو تو یقین رکھو کہ اللہ تعالیٰ نہایت ہی زیادہ رحم کرنے والا ہے"۔

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

"عورتوں کے ساتھ اچھا سلوک کرو، عورت ٹیڑھی پسلی سے پیدا کی گئی ہے اور پسلیوں میں سب سے زیادہ اوپر کا حصہ ٹیڑھا ہے، اس کو سیدھا کرو گے تو ٹوٹ جائیگی، اور اگر اس کو چھوڑے رہو تو ٹیڑھی ہی رہے گی، پس عورتوں کے ساتھ اچھا سلوک کرو"۔ (بخاری و مسلم)

لہٰذا اگر انسان گھر میں کوئی ناپسندیدہ چیز دیکھے یا بیوی سے کوتاہی ہو جائے، مثلاً: اس نے کپڑے تیار کرنے تھے مگر وہ نہیں کر پائی، کھانا تیار کرنا تھا، وقت پر نہیں کر سکی، کسی بچے کا کوئی کام سمیٹنا تھا، نہیں سمیٹ سکی تو وہ سوچے کہ بیوی بھی انسان ہے، اگر وہ اچھے کام کرتی ہے تو اس سے اس قسم کی کوتاہیاں، غلطیاں اور سستی بھی ہو سکتی ہے۔

بہرحال خاوند کو دل بڑا رکھنا چاہئے اور چھوٹی موٹی کوتاہیوں سے درگذر کرنا چاہئے اس لئے کہ دل جتنا بڑا ہو گا اتنا ہی انسان گھر کے اندر عظیم سمجھا جائیگا، جب انسان کسی غلطی کا بدلہ لے سکتا ہو، ڈانٹ پلا سکتا ہو، سزا دے سکتا ہو اور پھر اس کو معاف کر دے تو جس کو معاف کر رہا ہے اس کے دل میں کس قدر عظمت بڑھ جائیگی، لہٰذا چھوٹی موٹی غلطیوں پر نصیحت تو کر دینی چاہئے مگر ڈانٹ ڈپٹ ہر وقت نہیں کرنی چاہئے، پھر ڈانٹ ڈپٹ کی اہمیت ہی ختم ہو جاتی ہے، بیوی سمجھتی ہے کہ اس کا ہر وقت کام ہی یہی ہے، اس کا تو کوئی اور کام ہی نہیں ہے، لہٰذا چھوٹی موٹی غلطیوں سے درگذر کر دینا۔ مثلاً کھانے میں نمک زیادہ ہو گیا تو یہ کام تو کسی بھی انسان سے ہو سکتا ہے بلکہ اگر خاوند کو کام کرنے کو کہیں تو میرا خیال ہے کہ یہ دن میں دس غلطیاں کریگا اور بیوی کو دس مرتبہ ڈانٹ ڈپٹ کا موقع مل جائیگا جبکہ بیوی بے چاری دس میں سے نو کام

ٹھیک کر کے دکھاتی ہے اور ایک کام میں غلطی ہوتی ہے تو خاوند اس کو معاف بھی نہیں کرتا لہٰذا بندے کو اچھا گھر چلانے کیلئے دل بھی بڑا رکھنا چاہئے، یہ دراصل ایک انگریزی مقولہ کا خلاصہ ہے:

"To run a big show, one should have a big heart".

چھوٹی موٹی غلطیوں سے درگذر کر دینے اور ان کو معاف کر دینے سے بیوی بچوں میں اعتماد زیادہ ہوتا ہے اور پھر وہ زیادہ محبت کرتے ہیں، پیار سے سمجھا دینا چاہئے اسکا فائدہ زیادہ ہوتا ہے۔

ایک بزرگ گذرے ہیں، انکے بارے میں بعض کتابوں میں ہے کہ ان کو کسی نے خواب میں دیکھا کہ بڑے بڑے باغات میں ہیں، پوچھا کہ کونسا عمل اللہ تعالیٰ کو پسند آ گیا کہ جنت عطا فرما دی؟ فرمانے لگے: میرے اور عمل تو کوئی پیش ہی نہیں ہوئے تھے، ایک مرتبہ گھر میں کھچڑی بنی تھی مگر اس میں نمک زیادہ تھا، میں نے دل میں سوچا کہ بیوی کو اس پر کیا تنقید کرنا، چلو پکا بیٹھی چنانچہ میں نے سر جھکا کر اللہ تعالیٰ کی نعمت سمجھ کر اسکو کھالیا، پروردگار کو یہ عمل پسند آیا کہ تو نے میری نعمت کی قدر دانی کی، تو اس بات کا مستحق ہے کہ میں تجھے اور نعمتیں عطا فرماؤں۔ دیکھئے اللہ تعالیٰ کے ہاں یہ کتنی اچھی بات ہے۔

(حق نمبر ۴)

بیوی کے ساتھ خوش اخلاقی کا برتاؤ کرنا

بیوی کے ساتھ پیار و محبت سے پیش آنا چاہئے، نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

''کامل ایمان والے مومن وہ ہیں جو اپنے اخلاق میں سب سے اچھے ہوں اور تم میں سب سے اچھے لوگ وہ ہیں جو اپنی بیویوں کے حق میں سب سے اچھے ہوں''۔
(ترمذی شریف)

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا

كُلُّ شَيْئٍ لَيْسَ مَنْ ذِكْرُ اللّٰهِ فَهُوَ لَهْوٌ أَوْ سَهْوٌ اِلَّا أَرْبَعُ خِصَالٍ : مَشْيُ الرَّجُلِ بَيْنَ الغَرْضَيْنِ وَتَأْدِيْبُه فَرَسَهُ ، وَمَلَاعَبَتَهُ أَهْلَهُ وَتَعْلِيْمُهُ السَّبَاحَةَ.

ہر وہ چیز جو اللہ کے ذکر میں سے نہ ہو وہ کھیل کود یا غفلت ہے سوائے چار چیزوں کے: انسان کا (تیراندازی کے) دونشانون کے درمیان چلنا، اور گھوڑے کو سدھانا اور اپنی بیوی سے دل لگی کرنا، اور تیرنا سیکھنا۔ (طبرانی)

اپنی خوش اخلاقی اور نرم مزاجی جانچنے کا اصل میدان گھریلو زندگی ہے، گھر والوں ہی سے ہر وقت واسطہ رہتا ہے اور گھر کی بے تکلف زندگی میں ہی مزاج واخلاق کا ہر رخ سامنے آتا ہے اور یہ حقیقت ہے کہ وہی مومن اپنے ایمان میں کامل ہے جو گھر والوں کے ساتھ خوش اخلاق ، خندہ پیشانی اور مہربانی کا برتاؤ رکھے، گھر والوں کی دلجوئی کرے اور پیار ومحبت سے پیش آئے۔

حضرت اماں عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ جب تشریف لاتے تھے تو مسکراتے ہوئے آتے تھے، آنکھ بند کر کے عرشِ اعظم پر نہیں رہتے تھے، زمین والوں کا حق بھی ادا کرتے تھے حالانکہ آپ کو امت کا کتنا غم تھا، ہر وقت کفار سے مقابلہ، ایک جہاد ختم ہوا، تلوار رکھنے نہ پائے تھے کہ دوسرے جہاد کا اعلان ہو گیا لیکن اس کے باوجود ایسا نہیں ہوا کہ آپ گھر میں داخل ہوئے ہوں اور چہرۂ انور پر تبسّم نہ ہو۔

اپنی بیویوں کے پاس مسکراتے ہوئے آنا، یہ سنت آج چھوٹی ہوئی ہے، جو بے دین ہے وہ فرعون بن کر آتے ہیں، بڑی بڑی مونچھیں تان کر کے، آنکھیں لال کر کے تاکہ رعب رہے ایسا نہ ہو کہ مجھے کچھ کہہ دے، اس لئے اس پر رعب جمانے کے لئے نمرود وفرعون بن کر آتے ہیں اور جو دین دار ہیں وہ بابا بایزید بسطامی (علیہ الرحمۃ)،

خواجہ معین الدین چشتی (علیہ الرحمۃ) اور بابا فرید الدین عطار بن کر آتے ہیں، مراقبہ میں آنکھیں بند کئے ہوئے، گویا عرش پر رہتے ہیں، زمین کی بات تو جانتے ہی نہیں۔ دونوں زندگیاں سنت کے خلاف ہیں، گھر میں اپنی بیویوں کے پاس جائیں تو مسکراتے ہوئے جائیں، اس سے بات کیجئے، تسبیحات سے زیادہ ثواب اس وقت ہے کہ اس کا حق ادا کیجئے۔

یہ مسکرانا، ہنسنا، بولنا عبادت میں داخل ہے، رات بھر نفل میں جاگنا اور بیوی سے بات نہ کرنا یہ صحابہ (رضی اللہ عنہم اجمعین) کی سنت کے بھی خلاف ہے، ایک کم عمر صحابی کے پاس ایک بڑی عمر والے صحابی گئے، انہوں نے عبادت شروع کر دی تو ان بزرگ صحابی نے فرمایا:

"إِنَّ لِضَيْفِكَ عَلَيْكَ حَقًّا". ("تمہارے مہمان کا تم پر حق ہے"۔)

میں تمہارا مہمان ہوں، مجھ سے باتیں کرو، اس کے بعد فرمایا کہ جاؤ اب اپنی بیوی کا حق ادا کرو۔

"إِنَّ لِزَوْجِكَ عَلَيْكَ حَقًّا". ("تمہاری بیوی کا تم پر حق ہے"۔)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں حضور ﷺ کے ہاں گڑیوں سے کھیلا کرتی تھی اور میری سہیلیاں بھی میرے ساتھ کھیلتیں، جب حضور ﷺ تشریف لاتے تو سب اِدھر اُدھر چھپ جاتیں، آپ ﷺ ڈھونڈ ڈھونڈ کر ایک ایک کو میرے پاس بھیجتے تاکہ میرے ساتھ کھیلیں۔ (بخاری و مسلم)

ایک بار حج کے موقع پر حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا اونٹ بیٹھ گیا اور وہ سب سے پیچھے رہ گئیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ وہ زار و قطار رو رہی ہیں، آپ ﷺ رک گئے اور اپنے دستِ مبارک سے چادر کا پلو لیکر ان کے آنسو پونچھے، آپ ﷺ آنسوں پونچھتے جاتے اور وہ بے اختیار روتی جاتی تھیں۔

(حق نمبر ۵)

بیوی کی ایذا رسانی پر صبر کرنا

مرد کو اپنی بیوی سے اچھے اخلاق سے پیش آنا چاہئے، ان کی کڑوی زبان کو برداشت کرنا چاہئے، نہ برداشت ہو تو تھوڑی دیر کیلئے گھر سے باہر چلے جانا چاہئے، سعدی شیرازی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ اگر بیوی کڑوی بات کر رہی ہو تو ایک گلاب جامن اس کے منہ میں ڈال دو تا کہ گالی بھی میٹھی میٹھی نکلے، عام لوگ ڈنڈے سے اس کو ٹھیک کرنا چاہتے ہیں حالانکہ بیویاں ڈنڈوں سے ٹھیک نہیں ہوتیں۔

دیکھئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں، بخاری شریف کی حدیث ہے: " اَلْـمَرْأَةُ كَالضِّلَعِ". (عورت مثل ٹیڑھی پسلی کے ہے) کیونکہ یہ ٹیڑھی پسلی سے پیدا کی گئی ہے، لہٰذا اس میں کچھ نہ کچھ ٹیڑھا پن تو رہے گا۔

''إِنْ اَقَـمْتَهَا كَسَرْتَهَا'' (اگر اس کو سیدھا کرو گے تو توڑ دو گے) طلاق تک نوبت پہنچ جائیگی۔

''وَإِنِ اسْتَمْتَعْتَ بِهَا اِسْتَمْتَعْتَ بِهَا وَفِيْهَا عِوَجٌ''. (اور اگر تم اس سے فائدہ اٹھانا چاہتے ہو تو فائدہ اٹھالو اور اس میں ٹیڑھا پن باقی رہے گا) جس طرح کسی آدمی کی پسلی ٹیڑھی ہو وہ پسلی کے سلسلے میں ڈاکٹر کے پاس جا کر نہیں کہتا کہ ڈاکٹر صاحب...! میری پسلی سیدھی کردو بلکہ وہ اسی پسلی سے کام چلاتا ہے اور اسی سے نفع اٹھاتا ہے، اسی طرح عورت کے ٹیڑھے پن کے ساتھ اس سے فائدہ اٹھا سکتے ہو، اس سے بھی راحت مل جائیگی، اولاد بھی اس سے ہو جائیگی، ہوسکتا ہے کہ کوئی ولی اللہ اس سے پیدا ہو جائے جو قیامت کے روز آپ کی مغفرت کا ذریعہ ہو۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ہوسکتا ہے کہ اس کے پیٹ سے اللہ تعالیٰ کا کوئی ولی، عالم پیدا ہوجائے جو بروزِ قیامت آپ کے کام آئے اس لئے صورت پر نہ جائیں، بیویوں کو حقیر مت سمجھئے، رنگ وروغن مت دیکھئے، جیسی بھی ہے ان سے نباہ کرلیجئے، اگر ان سے فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں تو ان کے فطری ٹیڑھے پن کو برداشت کرنا پڑیگا۔ حدیث پاک کے الفاظ ہیں "وَفِيهَا عِوَجٌ" (حدیث مع ترجمہ اوپر گذر گیا)۔

علامہ قسطلانیؒ اس حدیث کی تشریح میں فرماتے ہیں: "فِيهِ تَعْلِيمٌ لِلْإِحْسَانِ إِلَى النِّسَاءِ وَالرِّفْقِ بِهِنَّ وَالصَّبْرِ عَلَى عِوَجِ أَخْلَاقِهِنَّ لِضُعْفِ عُقُولِهِنَّ".

"اس حدیث پاک میں عورتوں کے ساتھ احسان کرنے اور ان کے ساتھ نرمی سے پیش آنے اور ان کے اخلاقی ٹیڑھے پن پر صبر کرنے کی تعلیم ہے کیونکہ ان کی عقل کمزور ہوتی ہے"۔ (ارشاد الساری، ج:۸، ص:۷۸)

جنکی عقل کم ہوتی ہے وہ جلدی لڑ پڑتے ہیں، مردوں اور بچوں کو بھی دیکھئے جس کی عقل کم ہوگی وہ زیادہ لڑتا ہے۔ عورتیں بھی عقل کی کم ہیں اس لئے ان کی "تو تو میں میں" کو برداشت کیجئے، دیکھئے کتنی زبردست تعلیم اس حدیث مبارکہ میں دی گئی ہے کہ عورتوں کو سیدھا کرنے کی کوشش مت کرو، انکے ٹیڑھے پن کو برداشت کرو۔

ایک حدیث پاک میں حضور ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

"يَغْلِبْنَ كَرِيمًا وَيَغْلِبُهُنَّ لَئِيمٌ فَأُحِبُّ أَنْ أَكُونَ كَرِيمًا مَغْلُوبًا وَلَا أُحِبُّ أَنْ أَكُونَ لَئِيمًا غَالِبًا".

"(عورتیں) کریم النفس (شوہروں) پر غالب آجاتی ہیں اور کمینے لوگ ان پر غالب آجاتے ہیں، میں محبوب رکھتا ہوں کہ میں کریم رہوں (چاہے) مغلوب رہوں اور میں اس کو پسند نہیں کرتا کہ کمینہ اور بداخلاق ہوکر ان پر غالب آجاؤں"۔

(روح المعانی، ج:۵، ص:۱۴)

اس حدیث پاک میں آپ ﷺ نے فرمایا: "یغلبن کریما" عورتوں کا مزاج ایسا ہوتا ہے کہ جو شوہر کریم ہوتے ہیں، انتقام نہیں لیتے، ڈنڈے نہیں مارتے بلکہ بجائے ڈنڈے کے انڈے کھلاتے ہیں ایسے کریم النفس شوہروں پر بیویاں غالب آجاتی ہیں۔

دوسرا جملہ "ویغلبھن لئیمٌ" اور کمینے لوگ ان پر غالب آجاتے ہیں، جوتے لگا کر، ڈنڈے مار کر، بے چاری کمزور ہوتی ہیں، انکا باپ، بھائی کوئی وہاں نہیں ہوتا، ایک لات دو گھونسے مار دیئے، آہ بھر کر بے چاری خاموش ہوگئی اور مارے ڈر کر پھر کبھی بھی ناز نہ دکھایا، حالانکہ یہ اِن کا شرعی حق ہے اس کے بعد ارشاد نبی ﷺ ہے "فاحب أن أکون کریما مغلوبا" یہ کون فرمارہے ہیں...؟ سیدالانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ (جسکا مفہوم ہے) میں محبوب رکھتا ہوں کہ میں کریم رہوں چاہے مغلوب رہوں، بیویاں مجھ سے بلند آواز سے بات کریں لیکن میں اپنے اخلاقی بلندیوں کے میناروں کو گرانے نہ دوں، اپنے اخلاقی بلندیوں کو قائم رکھوں، ان پر کریم رہوں، ان کی باتوں کو برداشت کرلوں، اللہ میاں کی بندیاں سمجھ کر معاف کردوں۔ "وَلَا اُحِبُّ اَنْ أَکُوْنَ لَئِیْمًا غَالِبًا" اور میں اس کو پسند نہیں کرتا کہ میں کمینہ اور بد اخلاق ہوکر ان پر غالب آجاؤں اور میری اخلاقی بلندیوں میں نقصان آئے۔

(حق نمبر ۶)

خوشگوار ازدواجی زندگی کا بہترین اصول غصہ نہ کرنا

جو شخص اللہ کے غضب کو اور اللہ کی طاقت کو یاد کریگا، غصہ میں بے قابو نہیں ہوسکتا، ایک صحابی اپنے غلام کی پٹائی کررہے تھے، حضور ﷺ نے ان سے فرمایا: "اَللّٰہُ اَقْدَرُ عَلَیْکَ مِنْکَ عَلَیْہِ".

اے شخص...! تجھ کو جتنی طاقت اس غلام پر ہے اس سے زیادہ طاقت اللہ تعالیٰ کو

تجھ پر ہے، صحابی کہتے ہیں کہ میں نے مڑ کر دیکھا تو وہ حضور ﷺ تھے، میں نے عرض کیا: اس غلام کو میں آزاد کرتا ہوں اللہ کی رضا کی خاطر، آپ ﷺ نے فرمایا: ''اگر تم اس غلام کو آزاد نہ کرتے تو تجھ کو جہنم کی آگ لپیٹ لیتی''۔ (مسلم، ج:۲،ص:۵۱) معلوم ہوا کہ جب غصہ آئے تو اللہ تعالیٰ کے غضب کو بھی یاد کیجئے۔

حدیثِ مبارکہ میں آتا ہے:

'' مَنْ كَفَّ غَضَبَهُ كَفَّ اللّٰهُ عَنْهُ عَذَابَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ. '' (جس نے غصے کو روک لیا اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اپنا عذاب اس سے روک لینگے)

(مشکوٰۃ شریف، ص:۴۳۴)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اپنے ایک رشتہ دار پر ان کی غلطی کی وجہ سے سخت غصہ آیا تھا، اللہ تعالیٰ نے آیت نازل فرمادی:

'' اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ ''. (سورة النور: آية، ۲۲)

''کیا تم (اے صدیقِ اکبر) اس بات کو پسند نہیں کرتے کہ (تم میرے اس بندہ کی غلطی کو معاف کردو جو بدری صحابی ہے اور) اللہ تم کو (قیامت کے دن) معاف کردے''۔

صدیق اکبرؓ نے قسم اٹھائی:

''وَاللّٰهِ اِنِّيْ اُحِبُّ اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لِيْ''.

''خدا کی قسم میں محبوب رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھ کو معاف کردے''۔ (اور میں اپنے رشتہ دار کی خطا معاف کرتا ہوں)۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ ایک شخص کو اپنی بیوی پر غصہ آیا تھا، سالن میں نمک تیز کردیا تھا لیکن پھر اسے اللہ یاد آیا اور دل میں کہا کہ اسے کچھ نہ کہوں گا، دل ہی دل میں اللہ سے سودا کرلیا کہ اے اللہ...! یہ آپ کی بندی ہے، میری بیوی تو ہے لیکن آپکی بندی بھی ہے، بس یہی چیز لوگ یاد نہیں کرتے اور یاد نہیں رکھتے، وہ سمجھتے ہیں کہ صرف میری بیوی ہے، یہ یاد رکھنا چاہئے

کہ اللہ تعالیٰ کی بندی ہے، اللہ آسمان سے دیکھ رہا ہے، ایسا نہ ہو کہ زیادتی ہو جائے، جنھوں نے اس کی پرواہ نہیں کی، دیکھا گیا ہے کہ ایسے ظالموں کا بہت بُرا حشر ہوا، اکثر دیکھا گیا کہ فالج ہو گیا، پڑے پڑے ہگ رہے ہیں یا اور کسی مصیبت میں مبتلا ہو گئے، ظلم کی سزا بہت خطرناک ہوتی ہے۔

لہٰذا اس نے معاف کر دیا، جب ان کا انتقال ہوا تو حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کسی نے اس کو خواب میں دیکھا، پوچھا: بھائی...! تمہارے ساتھ اللہ تعالیٰ نے کیا معاملہ فرمایا....؟ اس شخص نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ایک دن تمہاری بیوی سے کھانے میں نمک تیز ہو گیا تھا، تم کو غصہ بہت آیا تھا لیکن تم نے مجھ کو خوش کرنے کیلئے اسے معاف کر دیا تھا میری بندی سمجھ کر، اس کے بدلے آج میں تمہیں معاف کرتا ہوں۔

(حق نمبر ۷)

پوری فراخ دلی کے ساتھ رفیقِ حیات کی ضروریات فراہم کرنا اور تنگی نہ کرنا

بقدرِ ضرورت رہنے کیلئے مکان دینا چاہئے، اپنی محنت کی کمائی گھر والوں پر صرف کرنا بلکہ اس میں خوشی اور سکون محسوس کرنا چاہئے، کھانا کپڑا بیوی کا حق ہے اور اس حق کو خوشدلی اور کشادگی کے ساتھ ادا کرنے کیلئے دوڑ دھوپ کرنا شوہر کا انتہائی خوشگوار فریضہ ہے، اس فریضہ کو کھلے دل سے انجام دینے سے نہ صرف دنیا میں خوشگوار ازدواجی زندگی کی نعمت ملتی ہے بلکہ مومن آخرت میں بھی اجر و انعام کا مستحق بنتا ہے، نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد مبارک ہے:

"ایک دینار تو وہ ہے جو تم نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کیا، ایک دینار وہ ہے جو تم نے غلام کو آزاد کرانے میں صرف کیا، ایک دینار وہ ہے جو تم نے کسی فقیر کو صدقہ

دے دیا اور ایک دینار وہ ہے جو تم نے گھر والوں پر صرف کیا، ان میں سب سے زیادہ اجر وثواب اس دینار کے خرچ کا ہے جو تم نے گھر والوں پر صرف کیا ہے"۔ (مسلم)

لہٰذا شریعت کا یہ مسئلہ ہے کہ خاوند اپنے اخراجات میں جو مرضی معاملہ کرے مگر بیوی کے لئے کچھ ذاتی خرچ متعین کر دینا چاہئے، دیکھیں کہ اس نے اپنے آپ کو اپنی زندگی کو آپکے حوالے کر دیا، آپ کیلئے وقف کر دیا، وہ خود تو کچھ کماتی نہیں، اس کی جملہ ضروریات آپکے ذمے ہیں، بحیثیت انسان اس کا بھی کہیں خرچ کرنے کو دل کرتا ہے، اپنی مرضی کی کوئی چیز خریدنے کا، اپنے والدین یا عزیز واقارب کو کچھ دینے کا یا کچھ صدقہ کرنے کا، تو فقہاء نے یہ لکھا ہے کہ خاوند کو بیوی کا کچھ ذاتی خرچ ہر مہینے کا متعین کر دینا چاہئے۔

خرچ کتنا ہونا چاہئے، یہ ہر آدمی اپنی حیثیت کے مطابق متعین کرے، مثلاً ایک آدمی سو ڈالر دے سکتا ہے، دوسرا آدمی پانچ سو ڈالر دے سکتا ہے، ہر ایک کا اپنا اپنا معاملہ ہے لیکن جب یہ طے کر لیا کہ یہ بیوی کا خرچ ہے تو یہ بیوی کو دے کر بھول جانا چاہئے، فقہاء نے لکھا ہے کہ بیوی کو ہر مہینے یہ خرچ دیکر بھول جائے، بیوی چاہے اپنی چیز بنائے، اپنے بچوں پر خرچ کرے، اپنے خاوند کو تحفہ دے، اپنے ماں باپ کو تحفہ دے یا کسی غریب کی مدد کرے، آخرت کیلئے مسجد بنائے یا مدرسے میں خرچ کرے......، خاوند پوچھے نہیں تاکہ بیوی کو اختیار ہو کہ وہ اپنی مرضی سے کوئی ایسا عمل کر سکے۔

(حق نمبر ۸)

بیوی کو دینی احکام اور تہذیب سکھانا

بیوی کو دین کی تعلیم دینی چاہئے، اسلامی اخلاق سے آراستہ کرنا چاہئے، اور اس کی تربیت اور سدھارنے کیلئے ہر ممکن کوشش کرنی چاہئے تاکہ وہ ایک اچھی بیوی، اچھی ماں، اور اللہ تعالیٰ کی نیک بندی بن سکے اور منصبی فرائض کو بحسنِ خوبی ادا کر سکے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَکُمْ وَاَھْلِیْکُمْ نَارًا" (سورة التحریم: آیة، ۶)

"ایمان والوں...! اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو جہنم کی آگ سے بچاؤ"۔

نبی ﷺ جس طرح باہر تبلیغ و تعلیم میں مصروف رہتے تھے اسی طرح گھر میں بھی اس فریضہ کو ادا کرتے رہتے، اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے قرآن مجید نے نبی ﷺ کی بیویوں کو خطاب کیا ہے:

"اور تمہارے گھروں میں جو اللہ تعالیٰ کی آیتیں پڑھی جاتی ہیں اور حکمت کی باتیں سنائی جاتی ہیں، ان کو یاد رکھو"۔

قرآن مجید میں نبی ﷺ کے واسطے سے مومنوں کو تعلیم دی گئی ہے:

"وَاْمُرْ اَھْلَکَ بِالصَّلٰوۃِ وَاصْطَبِرْ عَلَیْھَا". (سورة طٰہٰ: آیت، ۱۳۲)

"اور اپنے گھر والوں کو نماز کی تاکید کیجئے اور خود بھی اس کے پورے پابند رہئے"۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"جب کوئی رات میں اپنی بیوی کو جگاتا ہے اور وہ دونوں مل کر دو رکعت نماز پڑھتے ہیں تو شوہر کا نام ذکر کرنے والوں میں اور بیوی کا نام ذکر کرنے والیوں میں لکھ دیا جاتا ہے"۔ (ابوداؤد)

خلیفہ ثانی حضرت عمر رضی اللہ عنہ شب میں اللہ تعالیٰ کے حضور کھڑے عبادت کرتے رہتے تھے پھر جب سحر کا وقت آتا تو اپنی رفیقۂ حیات کو جگاتے اور کہتے اٹھو اٹھو، نماز پڑھو اور پھر یہ آیت پڑھتے:

"وَاْمُرْ اَھْلَکَ بِالصَّلٰوۃِ وَاصْطَبِرْ عَلَیْھَا". (سورة طٰہٰ: آیة، ۱۳۲)

لہٰذا شریعت کی پابندی خود بھی کیجئے اور اپنی بیوی کو بھی پیار و محبت سے شریعت کی پابندی کے اوپر لے آیئے، جب آپ خود پابند ہونگے اور ماڈل (نمونہ) بن کر رہینگے

تو پھر آپ کی بیوی بھی آپ کی اتباع کرے گی اور وہ بھی شریعت کی سنت کی پابند بن جائیگی۔

عام طور پر جب انسان آدھا بٹیر ہوتا ہے مگر بیوی سے یہ چاہتا ہے کہ وہ رابعہ بصری بن جائے تو رابعہ بصری نہیں بنتی بلکہ وہ یہ کہتی ہے کہ جیسی تمہاری زندگی ویسی میری زندگی، اس پر جھگڑے کھڑے ہوتے ہیں، اگر ہم گھر میں شریعت وسنت کی فضاء قائم کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں اپنی ذات سے یہ کام شروع کرنا چاہئے، پہلے خود اپنی زندگی میں شریعت لاگو کریں، نبی کریم ﷺ کی تمام ظاہری و باطنی سنتیں اپنائیں، اور پھر گھر والوں کو بھی بتائیں تو پھر گھر والے یقیناً اس پر راضی ہونگے کہ وہ یہ سنتیں اپنالیں، اکثر یہی دیکھا جاتا ہے کہ بیویاں بے چاری دعائیں کرتی پھرتی ہیں اور وظیفے کرتی پھرتی ہیں کہ ہمارا میاں نیک ہوجائے، وہ چاہتی ہیں کہ گھر میں نیکی کا ماحول ہو مگر خاوند کے اپنے مزاج عجیب ہوتے ہیں، باہر بُرے دوستوں سے فرصت ملے تو پھر یہ کام کریں، اس لئے گھر میں ماحول نیکی والا نہیں ہوتا، یاد رکھنا......! اللہ تعالیٰ نے ہمیں گھر کی نعمت دی، اب گھر کے اندر شریعت لاگو کرنا مرد کی ذمہ داری ہے۔ اللہ تعالیٰ کے محبوب ﷺ کی سنتوں کو زندہ کرنا، یہ خاوند کا فریضہ ہے، اگر اس فرض سے سبکدوش نہیں ہوگا تو بروز قیامت اپنے محبوب کو کیا منہ دکھائے گا۔

آج ہمارے گھر نبی کریم ﷺ کی مبارک سنتوں کے مذبح خانے بن چکے ہیں، کہیں بیوی سنت توڑتی ہے، کہیں بیٹی سنتیں چھوڑتی ہے، کہیں بیٹا سنت پر چھریاں چلاتا ہے اور باپ ٹس سے مس نہیں ہوتا، آج دین کا غم کھانے والا کون ہے جو اپنے گھر کو نبی ﷺ کی سنتوں کا باغ بنائے، نمونہ بنائے اور یہ تب ہی ہوگا جب خاوند خود سنت پر عمل کریگا اور ڈھونڈ ڈھونڈ کر عمل کریگا، سر کے بالوں سے پاؤں کے ناخنوں تک سراپا سنتوں میں ڈوبا ہوگا اور پھر اپنے گھر والوں کو بھی سنتوں پر عمل کرنے کی ترغیب دیگا اور اپنے بچوں کو بھی سمجھائے گا تو پھر اللہ تعالیٰ ان کے دلوں میں بھی دین کی عظمت

ڈال دینگے اور وہ بھی شریعت کے پابند ہو جائیں گے۔ گھر کے اندر سنت زندہ نہیں، اس سے بڑھ کر جو فرائض ہیں ان کا بھی خیال نہیں کیا جا رہا۔

گھروں میں نوجوان خدمت گار رکھنا:

یاد رکھئے.....! بے پردگی کی نحوست بہت بُری ہے، آجکل ہوتا یوں ہے کہ گھروں کے اندر خاوند خود پردہ کا خیال نہیں کرتے تو پھر بیویوں کو پردے پر کیسے تیار کر سکتے ہیں....؟ گھروں کے اندر نوجوانوں کو نوکر رکھ لیتے ہیں اور خیال یہ کرتے ہیں کہ یہ تو مانند غلام ہیں، یہ سو فیصد 100% حرام کام ہوتا ہے، غیر محرم کے سامنے بیوی بھی روزانہ بے پردگی کی مرتکب ہو رہی ہے اور اتنا ہی گناہ روزانہ خاوند کے اکاؤنٹ میں جمع ہو رہا ہے۔

غرض یہ بھی ایک کام ہے کہ گھروں میں شریعت کی پابندی ہو، مخلوط محفلوں سے پرہیز، اگر دعوتیں بھی ہوں تو مرد مردوں کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھائیں، عورتیں عورتوں کے ساتھ، کیونکہ غیر محرم سے پردہ ضروری ہے اگرچہ وہ قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو، بہر صورت خاوند کو شریعت کی پابندی کرنا لازم ہے اور یہ خاوند کی ذمہ داری ہے، جب خاوند شریعت کے مطابق زندگی گذارے گا تو پھر گھر میں سکون ملے گا، ہوتا یہ ہے کہ جب گھر میں شریعت نہیں ہوتی تو بے پردگی کی وجہ سے پھر اعتراضات نکلتے ہیں اور غلط فہمیاں ہوتی ہیں بلکہ شیطان کسی نہ کسی طرح الٹا کام کرا دیتا ہے، اس سے جھگڑے بڑھتے ہیں اور سکون خراب ہوتا ہے، لہٰذا عافیت اسی میں ہے کہ میاں بیوی آپس میں تہیہ کر لیں کہ ہم نے شریعت کے مطابق زندگی گذارنی ہے، ہمیں کہیں سکون نہیں ملے گا، اگر سکون ملے گا تو گھر میں شریعت کی تابعداری والی زندگی میں سکون ملے گا، دلوں میں رحمتیں ہوں گی، برکتیں ہوں گی۔

لہٰذا یہ سنہری اصول ہے کہ میاں بیوی آپس میں طے کر لیں کہ ہم شریعت کے

مطابق زندگی گذاریں گے، اللہ تعالیٰ ان کو نیک بنادینگے، ماں باپ کا فرمانبردار بنادینگے۔

جب ماں باپ اپنے رب کے نافرمان ہونگے تو بھلا انکی اولاد انکی کیسے فرماں بردار ہوگی حضرت فضلؒ تابعین میں سے ایک بزرگ گزرے ہیں وہ فرماتے تھے کہ جب بھی اللہ کا حکم ماننے میں مجھ سے کوتاہی ہوئی میں نے اسکا اثر یا تو اپنی بیوی میں یا اپنی باندی میں یا اپنی سواری کے جانور میں دیکھا یعنی میں نے اللہ کے حکم ماننے میں غفلت سستی کوتاہی کی تو جو چیزیں میرے ماتحت تھیں اُنہوں نے میرا حکم ماننے میں غفلت وکوتاہی کی تو ساری بات کا لبِ لباب یہ نکلا کہ جب ہم اللہ کے احکام کی نافرمانی کرینگے تو اسکے نتیجہ میں ہماری اولاد ہماری نافرمان بن جائے گی، لہٰذا بہترین گھر وہی ہے جس میں شریعت لاگو ہو اور اسکے مطابق زندگی گزاری جائے۔

شادی بیاہ اور تقریبات میں ممنوع اختلاط:

خاندانی تقریبات اور رشتہ داروں کی باہمی ملاقاتوں میں عورتوں کو مردوں سے الگ رکھنا چاہیئے، اس کی وجہ ظاہر ہے کہ اس کے برخلاف صورتِ حال میں غیر محرم افراد سے اختلاط ہوگا جو فتنے کا باعث بنے گا۔ ہم دیکھتے ہیں آئے دن ایسے واقعات رونما ہو رہے ہیں لہٰذا اس بات کا خاص خیال رکھنا چاہیئے۔

اور آج کل کی تقریبات میں جو صورتحال ہوتی ہے وہ بالکل عیاں ہے کہ اس میں عموماً بے پردگی، غیر محرموں سے اختلاط اور آمنا سامنا ہوتا ہے، عورت کی شخصیت غیروں کی نظروں میں نمایاں ہوتی ہے حالانکہ حدیث مبارکہ میں اس کی ممانعت ہے، چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"اَلْمَرْأَةُ عَوْرَةٌ فَإِذَا خَرَجَتْ إِسْتَشْرَفَهَا الشَّيْطَانُ". (ترمذی)

(ترجمہ:) "عورت پردے میں رہنے کی چیز ہے چنانچہ جب کوئی عورت (اپنے پردہ سے) نکلتی ہے تو شیطان مردوں کی نظریں اس کی طرف اٹھواتا ہے"۔

عورت کے لغوی معنی "ستر" کے ہیں یعنی جس طرح ستر (شرم گاہ) کو عام نظروں سے چھپایا جاتا ہے اور لوگوں کے سامنے اس کو کھولنا برا ہے، اسی طرح عورت بھی ایسی چیز ہے جس کو بیگانے مردوں کی نظروں سے چھپ کر رہنا چاہئے اور لوگوں کے سامنے بے پردہ آنا بُرا عمل ہے۔

ہمارے معاشرے میں شادی بیاہ وغیرہ جیسی تقریبات میں خواتین قسم قسم کے نئے نئے فیشن، دیدہ زیب اور جاذب نظر ملبوسات زیبِ تن کر کے اور طرح طرح کے میک اپ کر کے آتی ہیں، اس سے ان کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ دیگر خواتین کے مقابل اظہارِ فخر کریں اور غیر مردوں کو نظارۂ حُسن کی دعوت دیں، چنانچہ ایسے مواقع پر یہ مشاہدہ ہوا ہے کہ نظارہ بازی ہی نہیں بلکہ طرفین سے نظر بازی بھی ہوتی ہے، اور یہیں سے اجتماعی اور معاشرتی برائیوں کے بیج بوئے جاتے ہیں اور پھر بھیانک جرائم کی شکل میں اس کی فصل کاٹنی پڑتی ہے۔ اسکی روک تھام کے لئے احادیثِ مبارکہ میں صاف صاف تنبیہات وارد ہوئی ہیں۔

باریک کپڑے والیوں کی سزا:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

"صِنْفَانِ مِنْ اَهْلِ النَّارِ لَمْ اَرَهُمَا، قَوْمٌ مَعَهُمْ سِيَاطٌ كَاَذْنَابِ الْبَقَرِ يَضْرِبُوْنَ بِهَا النَّاسَ، وَنِسَاءٌ كَاسِيَاتٌ عَارِيَاتٌ مُمِيْلَاتٌ مَائِلَاتٌ رُؤُوْسُهُنَّ كَاَسْنِمَةِ الْبُخْتِ الْمَائِلَةِ، لَايَدْخُلْنَ الْجَنَّةَ وَلَايَجِدُوْنَ رِيْحَهَا وَاَنَّ رِيْحَهَا لَتُوْجَدُ مَسِيْرَةَ كَذَا وَ كَذَا".

(ترجمہ:) "جہنمیوں کے دو گروہ ایسے ہیں جن کو میں نے نہیں دیکھا (اور نہ میں دیکھوں گا) ایک گروہ تو اُن لوگوں کا ہے جن کے ہاتھوں میں گائے کی دُم کی مانند کوڑے ہونگے جن سے وہ لوگوں کو (ناحق) ماریں گے اور دوسرا گروہ ان عورتوں کا ہے جو بظاہر تو کپڑے پہنے ہوئے ہوں مگر حقیقت میں وہ ننگی ہونگی، وہ مردوں کو اپنی طرف مائل

کریں گی اور خود بھی مردوں کی طرف مائل ہونگی، انکے سر بختی اونٹوں کے کوہان کی طرح مٹکتے ہونگے، ایسی عورتیں نہ تو جنت میں جائیں گی اور نہ ہی انکو جنت کی خوشبو ملے گی حالانکہ جنت کی خوشبو اتنی اتنی (یعنی مثلاً سو برس) دوری سے آتی ہے"۔

توضیحِ حدیث:

"مگر وہ حقیقت میں ننگی ہونگی" اس جملہ میں ان عورتوں کی طرف اشارہ ہے جو اتنے باریک اور شفاف کپڑے پہنتی ہیں کہ انکا پورا بدن جھلکتا ہے، یا اس طرح کے کپڑے پہنتی ہے کہ جسم کا کچھ حصہ چھپا رہتا ہے اور کچھ حصہ کھلا رہتا ہے، جیسا کہ آج کل ساڑھی وغیرہ کا رواج ہے، اور اب ایسے فیشن ایجاد ہوئے ہیں کہ مونڈھوں سے نیچے پورا ہاتھ، گلے سمیت سینہ کا کچھ حصہ کھلا رہتا ہے، یا جس طرح دوپٹہ سے سر، پیٹ اور سینہ وغیرہ ڈھانکنے کی بجائے اس کو گلے میں یا پیٹھ پر ڈال لیتی ہیں، قمیض اتنی چست پہنتی ہیں کہ جسم کے خدوخال نمایاں ہوجاتے ہیں اور ان قمیضوں کی آستین بازو تک ہوتی ہے جس کی وجہ سے تقریباً پورا ہاتھ عریاں نظر آتا ہے، اور ایسی شلواریں پہنتی ہیں کہ ٹخنے مکمل نمایاں ہوتے ہیں، زلفیں پراگندہ اور کھلی ہوئی رکھتی ہیں، زیورات اور اسبابِ زینت کی نمائش کرتی ہیں ان تمام صورتوں میں عورت بظاہر تو کپڑے پہنے ہوئے نظر آتی ہیں مگر حقیقت میں وہ ننگی ہوتی ہیں۔

اس جملے میں ایسی عورتوں کی طرف بھی اشارہ مقصود ہوسکتا ہے جو کہ دنیا میں تمام انواع واقسام کے لباس زیب تن کرتی ہیں مگر وہ تقویٰ اور عملِ صالح کے اس لباس سے محروم رہتی ہیں جس کی وجہ سے وہ آخرت میں جنت کے لباس کی مستحق ہوسکتیں، چنانچہ وہ آخرت میں لباس سے محروم کردی جائیں گی۔

"مائل کرنے والی اور مائل ہونے والی" سے مراد وہ عورتیں ہیں جو اپنے بناؤ

سنگھار اور اپنی سج دھج کے ذریعے غیر مردوں کو اپنی طرف مائل کرتی ہیں گویا کہ حسن آوارہ کی طرف دعوتِ نظارہ دیتی ہیں اور خود بھی مردوں کی طرف مائل ہوتی ہیں اور تانک جھانک کرتی ہیں۔ یا پھر مائل کرنے والی سے مراد وہ عورت ہے جو دوپٹہ سر سے اتار دیتی ہیں تاکہ مرد اسکو دیکھیں اور اس کے چہرے کا نظارہ کریں اور اس کی طرف مائل ہوں، اور مائل ہونے والی سے مراد وہ عورت ہے جو مٹک مٹک کر چلتی ہے تاکہ لوگوں کے دلوں کو خود پر فریفتہ کرے۔

''ان کے سر بختی اونٹوں کے کوہان کی طرح مٹکتے ہوں گے'' اس سے مراد وہ عورتیں ہیں جو سر کی چوٹیوں کو جوڑے کی شکل میں باندھ لیتی ہیں اور جس طرح بختی اونٹوں کے کوہان موٹاپے کی وجہ سے ادھر ادھر ہلتے ہیں، اسی طرح ان کے سر کے جوڑے بھی ادھر ادھر ہلتے رہتے ہیں، یہ حرکت بھی عورتیں محض خودنمائی بلکہ حسن نمائی کیلئے کرتی ہیں، جو بالکل ناپسندیدہ حرکت ہے۔

اس حدیث شریف میں عورتوں کے جس خاص طبقہ کی نشاندہی کی گئی ہے اس کا وجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک زمانہ میں نہیں تھا۔ اور آپ ﷺ نے معجزاتی شان کے ساتھ اس طبقہ کے ظہور کی پیشن گوئی فرمادی۔

قاضی عیاضؒ فرماتے ہیں کہ اس جملہ کا مقصد یہ ہے کہ جس وقت نیک و پارسا عورتیں جنت میں داخل ہورہی ہونگی اور جنت کی خوشبو سے لذت حاصل کررہی ہونگی، اس وقت مذکورہ بالا فیشن پرست عورتیں نہ تو جنت میں داخل ہوسکتی ہیں اور نہ جنت کی خوشبو انہیں ملے گی، ہاں البتہ اس بدعملی کی سزا بھگت کر جنت میں جائیں گی یا پھر مطلب یہ ہوگا کہ یہ وعید ایسی عورتوں کے بارے میں ہے جو ان حرکتوں کو جائز سمجھ کر اپناتی ہیں۔ لہٰذا وہ قطعی طور پر جنت سے محروم ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ تمام مسلمان خواتین کو نیک عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

دنیا کی بہترین عورت

ایک نبی پاک ﷺ کی مجلس و محفل میں بات چلی کہ دنیا کی عورتوں میں بہترین عورت کونسی ہے؟ کسی نے کوئی صفت بتائی، کسی نے کوئی، خیر بات چیت جاری رہی۔ حضرت علیؓ کسی کام سے گھر تشریف لائے سیدہ فاطمہؓ کو بتایا کہ محفل میں اس بات کا تذکرہ چل رہا ہے کہ دُنیا کی بہترین عورت کونسی ہے؟ لیکن ابھی تک کوئی فیصلہ نہیں ہونے پایا۔ حضرت فاطمہؓ نے فرمایا کہ میں بتاؤں کہ دُنیا کی کونسی عورت سب سے بہترین ہے ... حضرت علیؓ نے فرمایا کہ بتاؤ... عرض کیا کہ دنیا کی سب سے بہترین عورت وہ ہے جو نہ خود کسی غیر مرد کی طرف دیکھے اور نہ کوئی غیر مرد اس کی طرف دیکھ سکے۔ حضر علیؓ محفل میں واپس تشریف لائے اور حضور ﷺ سے عرض کیا۔ یارسول ﷺ میری اہلیہ نے دنیا کی بہترین عورت کی پہچان بتلائی کہ جو نہ خود کسی غیر مرد کو دیکھے اور نہ غیر محرم اس کی طرف دیکھ سکے نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ "فاطمہ بضعة منی" فاطمہ تو میرے دل کا ٹکڑا ہے۔

(حق نمبر ۹)

اگر کئی بیویاں ہوں تو سب کیساتھ برابری کا سُلوک کرنا

نبی کریم ﷺ بیویوں کے ساتھ برتاؤ میں برابری کا بڑا اہتمام فرماتے سفر میں جاتے تو قرعہ ڈالتے اور قرعہ میں جس بیوی کا نام آتا اسکو ساتھ لے جاتے۔

حضرت ابو ہریرہؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا "اگر کسی شخص کی دو بیویاں ہوں اور اسنے انکے ساتھ برابری کا سلوک نہ کیا تو قیامت کے روز وہ شخص اس حال میں آئے گا کہ اسکا آدھا دھڑ گر گیا ہوگا"۔ (ترمذی)

انصاف اور برابری سے مراد معاملات اور برتاؤ میں مساوات برتنا، رہی یہ بات کہ کسی ایک بیوی کی طرف دل کا جھکاؤ اور محبت کے جذبات زیادہ ہوں تو یہ انسان کے بس میں نہیں ہے اور اس پر اللہ تعالیٰ کے یہاں کوئی گرفت نہ ہوگی۔

متفرق مسائل

کتنی مدت تک شوہر بیوی سے الگ سفر وغیرہ کرسکتا ہے؟

اس کیلئے کوئی خاص مدت مقرر نہیں ہے البتہ صحت، قوت، شہوت، صبر وتحمل کے اعتبار سے عورتوں کے حالات ایک طرح کے نہیں ہوتے۔ تاہم چار ماہ سے زائد بیوی کی رضا مندی کے بغیر باہر نہ رہے۔ حضرت عمرؓ نے اپنے خلافت کے زمانے میں لشکروں کے امراء کو حکم دیا تھا کہ کوئی شادی شدہ اپنے گھر والوں سے چار ماہ سے زائد دور نہ رہے۔ (شامی، ج:۳، ص:۲۰۳) البتہ شوہر اگر تعلیم کیلئے کہیں سفر پر جاتا ہے اور عورت کو تحمل رہے اور اس کی اجازت سے سال بھر میں ایک دفعہ بھی گھر آجاتا ہے تو گناہگار نہیں ہوگا۔ (محمودیہ، ج:۱۸، ص:۵۹۲)

عورت کو میکہ جانے کا حق

مرد کو یہ حق ہرگز نہیں کہ اپنی بیوی کو اس کے والدین سے بالکل منع کردے، نہ والدین کو آنے دے اور نہ بیوی کو جانے دے۔ اگر شوہر ایسا کرے گا تو گنہگار ہوگا، اور عورت کو اپنے والدین سے ملنے کا یقیناً حق حاصل ہے۔ بہتر تو یہ ہے کہ والدین خود جا کر اپنی لڑکی سے مل آیا کریں اگر دشوار ہو تو پھر لڑکی والدین کے پاس آکر زیارت کر جایا کرے۔ ہفتہ میں ایک دفعہ ملاقات کیلئے جانے دینا عورت کا حق ہے۔

(شامی، ج:۳، ص:۶۰۳)

البتہ اگر میکہ جانے میں کوئی فتنے کا اندیشہ ہو یا وہ دور ہوں یا کوئی اور دقت ہو تو پھر وہاں کے عرف کے اعتبار سے جتنی مدت مناسب معلوم ہو، والدین کی زیارت کیلئے آیا جایا کرے۔ لیکن اگر سفر شرعی طے کرنا پڑے تو محرم کا ہونا ضروری ہے اور آمد ورفت کا خرچہ مرد کے ذمہ نہیں۔ (شامی، ج:۳، ص:۵۷۹)

بیوی کی تربیت کا صحیح طریقہ

کبھی نرمی اور محبت سے سمجھایا جائے، کبھی کسی مال کی یا کھانے کی چیز کا لالچ دیا جائے، کبھی اللہ پاک کے احسانات اور آخرت کی نعمتوں کو یاد دلایا جائے، کبھی غصہ ہو کر اس کے ہاتھ کا پکایا ہوا کھانا چھوڑ دیا جائے، کبھی پاس لیٹنا بند کر دیا جائے، کبھی دو چار الفاظ ایسے ناگواری کے کہہ دیئے جائیں جن سے اس کے دل پر اثر ہو، کبھی کمر پر ایک دو چپت مار دیئے جائیں۔ اللہ پاک سے دعا برابر کرتے رہیں کہ وہ مقلب القلوب ہے۔ (سورۃ النساء:۳۴)(محمودیہ، ج:۱۸،ص:۵۸۸)

دو بیویوں کی صورت میں ایک سے زیادہ محبت ہونا

اگر محبت ایک ہی زوجہ سے زیادہ ہے لیکن نفقہ اور معاشرہ میں دونوں کے ساتھ برابری کرتا ہے تو اس کو سزا نہیں۔ (شامی، ج:۳،ص:۲۰۱)

بیویوں کو خطا پر سزا دینا

جب عورت اپنے شوہر کی بے حرمتی کرے یا کسی اجنبی کے سامنے چہرہ کھولے، یا چھوٹے بچوں کو رونے کی وجہ سے مارے، یا شوہر کے حقوق میں حکم عدولی کرے یا ایسا کوئی بھی گناہ کرے جس پر شرعاً حد مقرر نہیں ہے تو ان سب صورتوں میں مارنا جائز ہے۔ البتہ ناحق مارے گا یا ضرورت سے زائد مارے گا تو گنہگار ہوگا۔

(البحر الرائق، ج:۵،ص:۸۲، فصل فی التعزیر)

نیز مرد کو چاہئے کہ دین کے معاملہ میں تو نرمی نہ کرے البتہ دنیاوی امور میں درگذر کرتا رہے۔ غلطی چاہے مرد کی ہو یا عورت کی، کچھ نہ کچھ چھوٹی بڑی ہو جاتی ہے۔ غلطی پر نادم ہو کر سچے دل سے توبہ کرنے سے اللہ پاک بھی معاف فرما دیتے ہیں۔ مشکوٰۃ شریف میں ہے"اے میرے بندو...!تم دن رات میری نافرمانی کرتے ہو اور میں تمہارے تمام گناہوں کو درگذر کرتا ہوں، مجھ سے معافی مانگو میں تمہیں معاف کر دوں گا۔ (صفحہ:۲۰۳)

انسان یہ تصور کرے کہ میں اپنے رب کا اتنا نافرمان ہوں اگر وہ بھی مجھے ہر بات پر سزا دے تو میں زندہ بھی نہیں رہ سکتا، پھر یہ تصور کرے کہ میری بیوی کسی کی بیٹی ہے، اگر کوئی میری بیٹی سے اس طرح سختی اور سزا کا معاملہ کرے تو میرے اوپر کیا گذرے گی؟ اس طرح غصہ کو قابو رکھ کر گھر کو آباد رکھا جائے کہ یہ درجات کی بلندی کا ذریعہ ہوگا۔

نافرمان بیوی کو طلاق دینے کا حکم اور طلاق دینے کا صحیح طریقہ:

بیوی کو طلاق دینے کو حدیث میں ابغض المباحات فرمایا گیا ہے۔ (ابوداؤد، ج:۱،ص:۲۹۶) یعنی مباحات میں یہ عمل اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ ناپسند ہے، لہٰذا حتی الامکان اس بات کی کوشش کرنی چاہئے کہ منکوحہ کو طلاق نہ دی جائے۔ قرآن کریم کا حکم یہ ہے کہ اگر عورت نافرمانی کرتی ہو تو پہلے اسے نرمی سے سمجھاؤ۔ پھر اگر باز نہ آئے تو اپنے سونے کی جگہ اس سے الگ کردو۔ اگر اس سے بھی اس پر کچھ اثر نہ ہو تو تادیب کیلئے ہلکے ہلکے مارنے کی بھی اجازت ہے۔ (سورۃ النسآء:۳۴) (لیکن تکلیف دہ حد تک مارنے کی حدیث میں ممانعت آئی ہے)۔ اگر اس سے بھی کام نہ چلے تو شوہر اور بیوی دونوں کے رشتہ داروں میں سے ایک ایک آدمی کو بیچ میں ڈال کر معاملہ حل کرایا جائے۔ قرآن مجید میں ہے کہ ''اگر فریقین اصلاح کرنا چاہیں تو اللہ تعالیٰ دونوں کیلئے بھلائی کی صورت پیدا کردے گا۔ (سورۃ النسآء:۳۵) لہٰذا طلاق دینے سے پہلے اصلاح کیلئے یہ تمام امور انجام دینے ضروری ہیں۔ ہاں اگر ان سے اصلاح ہوجائے تو طلاق کا اقدام نہیں کرنا چاہئے لیکن اگر اصلاح کی کوئی امید باقی نہ رہے تو بہرحال.....! شریعت نے مرد کو طلاق کا اختیار دیا ہے۔ البتہ اگر عورت تکلیف دیتی ہے یا بے نمازی ہو تو اس کو طلاق دینا مستحب ہے۔ (شامی، ج:۳،ص:۲۲۹)

اور بچوں کی وجہ سے یہ اختیار شرعاً ساقط نہیں ہوتا، البتہ بچوں کی عام مصلحت چونکہ بلاشبہ اسی میں ہے کہ طلاق نہ دی جائے، لہٰذا طلاق کا اقدام سخت مجبوری کے بغیر

نہیں کرنا چاہئے۔اور طلاق دینے کا عزم کر لیں تو اس کا بہتر طریقہ یہ ہے کہ جس طہر میں بیوی سے جماع نہ کیا ہو اس میں اس کو صرف ایک طلاق دی جائے، عدت گزرنے کے بعد وہ خود بخود نکاح سے نکل جائے گی۔

ایک سے زائد شادیوں کا حکم

ایک سے زائد شادی شرعا جائز ہے مگر پہلی بیوی کی موجودگی میں دوسری شادی کے جواز کیلئے شرط یہ ہے کہ انسان کو اپنے اوپر پورا اعتماد ہو کہ میں دونوں بیویوں کے درمیان ہر اعتبار سے مکمل برابری کا سلوک اور انصاف کر سکوں گا، اگر بے انصافی کا شبہ ہو تو مکروہ ہے اور اگر یقین ہو تو حرام ہے۔(شامی، ج:۳،ص:۷، کتاب النکاح) اور چونکہ آج کل بیویوں کے درمیان برابری کا سلوک بہت مشکل ہوتا ہے اس لئے اس کا خاص خیال رکھنا چاہئے۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ "جس شخص کے پاس دو بیویاں ہوں اور اس نے ان کے درمیان عدل اور برابری کا برتاؤ نہیں کیا تو وہ قیامت کے دن میدان محشر میں اس حالت میں اٹھایا جائے گا کہ اس کا آدھا بدن مفلوج (فالج زدہ) ہوگا۔

عورت کو چاہیے کہ وہ اپنے شوہر سے اس کی آمدنی اور خرچ کا حساب نہ لیا کرے کیونکہ شوہروں کے خرچ پر عورتوں کے روک ٹوک لگانے سے عموما شوہروں کو چڑ پیدا ہو جاتی ہے اور شوہروں پر غیرت سوار ہو جاتی ہے کہ میری بیوی ہو کر مجھ پر حکومت جتاتی ہے اور میری آمدنی خرچ کا مجھ سے حساب طلب کرتی ہے۔اس چڑ کا انجام یہ ہوتا ہے کہ رفتہ رفتہ میاں بیوی کے دلوں میں اختلاف پیدا ہو جایا کرتا ہے۔اسی طرح عورت کو چاہیے کہ اپنے شوہر کے کہیں آنے جانے پر روک ٹوک نہ کرے نہ شوہر کے چال چلن پر شبہ اور بدگمانی کرے کہ اس سے میاں بیوی کے تعلقات میں فساد و خرابی پیدا ہوتی ہے اور خواہ مخواہ شوہر کے دل میں نفرت پیدا ہو جاتی ہے۔

عورت کو چاہیے کہ سسرال میں جا کر اپنے میکہ والوں کی بہت زیادہ تعریف اور بڑائی نہ بیان کرتی رہے کیونکہ اس سے سسرال والوں کو یہ خیال ہوسکتا ہے کہ ہماری بہو ہم لوگوں کو بے قدر سمجھتی ہے اور ہمارے گھر والوں اور گھر کے ماحول کی توہین کرتی ہے اس لیے سسرال والے بھڑک کر بہو کی بے قدری اور اس سے نفرت کرنے لگتے ہیں۔

ہر بیوی کا یہ بھی فرض ہے کہ وہ اپنے شوہر کی آمدنی اور گھر کے اخراجات کو ہمیشہ نظر کے سامنے رکھے اور گھر کا خرچ اس طرح چلائے کہ عزت و آبرو سے زندگی بسر ہوتی رہے۔ اگر شوہر کی آمدنی کم ہو تو ہرگز ہرگز شوہر پر بیجا فرمائشوں کا بوجھ نہ ڈالے۔ اس لیے کہ اگر عورت نے شوہر کو مجبور کیا اور شوہر نے بیوی کی محبت میں قرض کا بوجھ اپنے سر پر اٹھالیا اور اللہ نہ کرے اس قرض کا ادا کرنا دشوار ہوگیا تو گھریلو زندگی میں پریشانیوں کا سامنا ہوجائیگا۔ اور میاں بیوی دونوں کی زندگی تنگ ہوجائے گی۔ اس لیے ہر عورت کو لازم ہے کہ صبر و قناعت کے ساتھ جو کچھ بھی ملے اللہ کا شکر ادا کرے اور شوہر کی جتنی آمدنی ہو اسی کے مطابق خرچ کرے اور گھر کے اخراجات کو ہرگز ہرگز آمدنی سے بڑھنے نہ دے۔

عموماً سسرال کا ماحول میکہ کے ماحول سے الگ تھلگ ہوتا ہے اور سب نئے نئے لوگوں سے عورت کا واسطہ پڑتا ہے۔ اس لیے سچ پوچھو تو سسرال ہر عورت کے لے ایک امتحان گاہ ہے۔ جہاں اس کی ہر حرکت وسکون پر نظر رکھی جائے گی اور اس کے ہر عمل پر تنقید کی جائے گی۔ نیا ماحول ہونے کی وجہ سے ساس اور نندوں سے کبھی کبھی خیالات میں ٹکراؤ بھی ہوگا اور اس موقع پر بعض وقت ساس اور نندوں کی طرف سے جلی کٹی اور طعنوں، کوسنوں کی کڑوی کڑوی باتیں بھی سننی پڑیں گی ایسے موقعوں پر صبر اور خاموشی عورت کی بہترین ڈھال ہے، عورت کو چاہیے کہ ساس اور نندوں کو ہمیشہ برائی کا بدلہ بھلائی سے دیتی رہے اور ان کے طعنوں پر صبر کرکے بالکل ہی جواب نہ دے اور چپ رہے یہ بہترین طریقہ عمل ہے۔ ایسا کرتے رہنے سے انشاء اللہ تعالیٰ

ایک دن ایسا آئے گا کہ ساس اور نندیں خود ہی شرمندہ ہو کر اپنی حرکتوں سے باز آجائیں گی۔

دوا علاج کیا شوہر کے ذمہ لازم ہے؟

بیوی کے علاج اور دوا وغیرہ کا خرچہ شوہر کے ذمہ واجب تو نہیں ہے۔ (عالمگیری، ج:۱،ص:۵۴۹) البتہ جس طرح عورت پر گھر کے کام کاج اخلاقاً وعرفاً ضروری ہے مگر شرعاً نہیں۔ اسی طرح مرد پر عورت کی دوا دارو اخلاقاً ضروری ہے مگر شرعاً نہیں۔ اور اگر عورت کے گھر کے کام کاج نہ کرنے کے باوجود شوہر دوا دارو کا خرچہ دے دے، تو اس کا احسان ہوگا اور وہ اس پر اجرِ عظیم کا مستحق ہوگا۔

بیوی پر شوہر کے (۲۸) حقوق

قرآن کریم کی رُو سے نیک بیوی وہ ہے جو مرد کی حاکمیت تسلیم کر کے اسکی اطاعت کرے اس کے تمام حقوق ادا کرنے کے ساتھ ساتھ اس کے پیٹھ پیچھے اپنے نفس اور مال کی حفاظت کرے اپنی عصمت اور مال کی حفاظت جو امورِ خانہ میں سب سے اہم ہیں ان کے بجالانے میں خاوند کے سامنے اور پیچھے کا حال بالکل برابر رکھے یہ نہیں کہ خاوند کے سامنے تو اس کا اہتمام کرے اور اسکی عدم موجودگی میں لاپرواہی برتے ایک حدیثِ مبارکہ میں اسکی مزید تشریح ہے حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ''بہترین عورت وہ ہے کہ جب تم اسکو دیکھو تو خوش ہو اور جب تم اسکو کوئی حکم دو تو وہ اطاعت کرے اور جب تم غائب ہو تو اپنے مال اور نفس کی حفاظت کرے۔

(معارف القرآن)

ایک اور حدیث میں حضور ﷺ نے فرمایا کہ ''جو عورت اپنے شوہر کی فرمانبردار اور تابعدار ہو تو اسکے لئے ہوا میں پرندے، دریا میں مچھلیاں، آسمانوں میں فرشتے، اور جنگلوں کے درندے استغفار کرتے ہیں''۔

نیک بیوی کی چار نشانیاں

(۱) پہلی نشانی یہ ہے کہ "ان امرھا اطاعتہ" "جب اسکو خاوند کسی بات کا حکم کرے تو وہ اسکے حکم کو مانے"۔ ماں باپ کو اپنی بچیوں کی تربیت کرنی چاہئے اور سمجھانا چاہئے کہ خاوند کے پاس جانا ہے اس کے پاس جا کر ضد نہ کرنا اپنی بات منوانے کے بجائے اسکی مان کر زندگی گزارنا اس میں برکت ہے یہ بات ضرور سمجھانی چاہئے کیونکہ میاں بیوی کے ناز و انداز کا ایک تعلق ہوتا ہے اور لڑکیاں اکثر چھوٹی چھوٹی باتوں پر ضد کرنے لگ جاتی ہیں۔

(۲) دوسری نشانی یہ ہے کہ "وان نظر الیھا سرتہ" "جب خاوند اسکی طرف دیکھے تو اسکا دل خوش کر دے۔ کیا مطلب.....؟ مطلب یہ ہے کہ وہ گھر میں صاف کپڑے پہنے ایسا نہ ہو کہ جب گھر سے نکلے تو Fashionable کپڑے پہنے اور گھر میں بھنگن بنی پھرے یہ بھی نہ ہو کہ گھر میں گندی سی بنی رہے اور اس کے بدن سے بُو آ رہی ہو اور باہر نکلے تو خوشبو لگا کر نکلے شریعت نے اسکو پسند نہیں کیا ایک تو صاف ستھری بن کر رہے اور دوسرا اسکے چہرے پر خاوند کے لئے مسکراہٹ ہو یہ نہ ہو کہ ہر وقت منہ بنا کر رکھے۔

(۳) تیسری نشانی یہ ہے کہ "وان اقسم علیھا ابرتہ" (اگر خاوند کسی بات پر قسم کھالے تو اسے پورا کرے) عورت ایسا ہی کرے کہ خاوند کی قسم کو پورا کرے.....

(۴) چوتھی نشانی یہ ہے کہ "وان غاب عنھا نصحتہ فی نفسھا و مالہ" اور جب خاوند غائب ہو (تو اسکے پیٹھ پیچھے) اپنی عصمت اور اس کے مال کی حفاظت کرے (خاوند کے پیچھے اور سامنے کا حال بالکل برابر رکھے)

اچھی بیوی کی صفات

اہل اللہ نے لکھا ہے کہ بیوی میں چار صفات ہونی چاہئیں..

(۱) اس کے چہرہ پر حیا ہو یہ بات بنیادی حیثیت رکھتی ہے کہ جس عورت کے چہرے

پر حیا ہوگی اسکا دل بھی حیا سے لبریز ہوگا مثل مشہور ہے چہرہ انسان کے دل کا آئینہ ہوتا ہے: (Face is the Index of mind) حضرت ابوبکر صدیق ؓ کا قول مشہور ہے کہ مردوں میں بھی حیا بہتر ہے مگر عورت میں بہترین ہے۔

(۲) دوسری علامت یہ فرمائی کہ جس کی زبان میں شیرینی ہو یعنی جو بولے تو کانوں میں رس گھولے یہ نہ ہو کہ ہر وقت خاوند کو جلی کٹی سناتی رہے یا بچوں کو بات پر جھڑکتی رہے

(۳) تیسری علامت یہ ہے کہ اسکے دل میں نیکی ہو۔

(۴) چوتھی علامت یہ ہے کہ اس کے ہاتھ کام کاج میں مصروف رہیں یہ خوبیاں جس عورت میں ہوں وہ یقیناً بہترین بیوی کی حیثیت سے زندگی گزار سکتی ہے۔

بیوی پر شوہر کے حقوق مندرجہ ذیل ہیں

(حق نمبر ۱)

نہایت خوش دلی کے ساتھ شوہر کی اطاعت کرنا

عورت کو شوہر کی اطاعت پر سکون و مسرت محسوس کرنا چاہئے اس لئے کہ یہ خدا کا حکم ہے اور جو نیک بندی ہوتی ہے وہ خدا کے حکم کی تعمیل کرتی ہے اپنے خدا کو خوش کرتی ہے قرآن میں ارشاد ہے: "فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ" (سورۃ النساء: آیۃ ۳۴) (ترجمہ) "نیک بیوی (شوہر کی) اطاعت کرنے والی ہوتی ہیں"۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ "کوئی عورت شوہر کی اجازت کے بغیر روزہ نہ رکھے"۔ (ابوداؤد)

شوہر کی اطاعت اور فرمانبرداری کی اہمیت کو واضح کرتے ہوئے نبی کریم ﷺ نے عورت کو تنبیہ کی ہے چنانچہ ارشاد فرمایا کہ: دو قسم کے آدمی وہ ہیں جن کی نمازیں انکے سروں سے اونچی نہیں اٹھتی (۱) اس غلام کی جو اپنے آقا سے فرار ہو جائے جب تک وہ لوٹ کر نہ آئے (۲) اور اس عورت کی نماز جو شوہر کی نافرمانی کرے جب تک کہ شوہر کی نافرمانی سے باز نہ آجائے۔ (الترغیب والترہیب)

(حق نمبر۲)

اپنی عزت اور عصمت کی حفاظت کرنا

عورت کو ان تمام کاموں اور باتوں سے دُور رہنا چاہئے جن سے دامنِ عصمت پر دھبہ لگنے کا اندیشہ یا تشویش ہو، خدا کی ہدایت کا تقاضا بھی یہی ہے اور ازدواجی زندگی کو خوش گوار بنائے رکھنے کے لئے بھی یہ انتہائی ضروری ہے۔ اس لئے کہ اگر شوہر کے دل میں اس طرح کا کوئی شبہ پیدا ہو جائے تو پھر عورت کی کوئی خدمت واطاعت اور کوئی بھلائی شوہر کو اپنی طرف مائل نہیں کر سکتی۔ اور اس معاملہ میں معمولی سی کوتاہی سے بھی شوہر کے دل میں شیطان شبہ ڈالنے میں کامیاب ہو جاتا ہے لہٰذا انسانی کمزوری کو نگاہ میں رکھتے ہوئے انتہائی احتیاط کیجئے۔

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

"عورت جب پانچ وقت کی نماز پڑھے، اپنی آبرو کی حفاظت کرے اپنے شوہر کی فرمانبردار رہے تو وہ جنت میں جس دروازہ سے چاہے داخل ہو جائے"۔

(الترغیب والترہیب)

(حق نمبر۳)

شوہر کی اجازت اور رضامندی کے بغیر گھر سے باہر نہ جانا

عورت کو چاہئے کہ ایسے گھروں میں نہ جائے جہاں شوہر اسکا جانا پسند نہ کرے اور نہ ایسے لوگوں کو اپنے گھر میں آنے کی اجازت دے جن کا آنا شوہر کو ناگوار ہو۔

حضرت معاذ بن جبلؓ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا "خدا پر ایمان رکھنے والی عورت کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ اپنے شوہر کے گھر میں کسی ایسے شخص کو آنے کی اجازت دے جس کا آنا شوہر کو ناگوار ہو اور وہ گھر سے ایسی صورت میں نکلے جبکہ اسکا نکلنا شوہر کو ناگوار ہو اور عورت شوہر کے معاملہ میں کسی دوسرے کی نہ مانے۔

(الترغیب والترہیب)

یعنی شوہر کے معاملہ میں شوہر کی مرضی اور آنکھ کے اشارہ پر عمل کرے اور اسکے خلاف ہرگز دوسرے کے مشورے کو نہ اپنائے۔

(حق نمبر۴)

ہمیشہ اپنے قول اور فعل اور انداز و اطوار سے شوہر کو خوش رکھنے کی کوشش کرنا

کامیاب ازدواجی زندگی کا راز بھی یہی ہے اور اللہ کی رضا اور جنت کے حصول کا راز بھی یہی ہے.. نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: ''جس عورت نے اس حالت میں انتقال کیا کہ اسکا شوہر اس سے راضی اور خوش تھا تو وہ جنت میں داخل ہوگی۔ (ترمذی)

اور نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ ''جب آدمی اپنی بیوی کو جنسی ضرورت کے لئے بلائے اور وہ نہ آئے اور اس بناء پر شوہر اس سے رات بھر خفا رہے تو ایسی عورت پر صبح تک فرشتے لعنت کرتے رہتے ہیں (بخاری و مسلم)

(حق نمبر۵)

اپنے شوہر سے محبت کرنا اور عورت کو اس کی رفاقت کی قدر کرنا

یہ زندگی کی زینت کا سہارا اور راہِ حیات کا عظیم معین و مددگار ہے اللہ تعالیٰ کی اس عظیم نعمت پر اسکا شکر ادا کرنا چاہئے اور اس کی دل و جان سے قدر کرنا چاہئے۔

نبی کریم ﷺ نے ایک موقع پر فرمایا: ''نکاح سے بہتر کوئی چیز دو محبت کرنے والوں کے لئے نہیں پائی گئی'' حضرت صفیہؓ کو حضور ﷺ سے بہت محبت تھی چنانچہ جب نبی کریم ﷺ بیمار ہوئے تو انتہائی حسرت کے ساتھ بولیں کاش آپ ﷺ کے بجائے میں بیمار ہوتی'' نبی کریم ﷺ کی دوسری بیویوں نے اس اظہار محبت پر تعجب سے انکی طرف دیکھا تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ دکھاوا نہیں ہے بلکہ سچ کہہ رہی ہے''

(حق نمبر ۶)

شوہر کا احسان ماننا

عورت کو شوہر کا شکر گزار رہنا چاہئے، عورت کا سب سے بڑا محسن شوہر ہی تو ہے جو ہر طرح اس کو خوش کرنے میں لگا رہتا ہے، اس کی ہر ضرورت کو پورا کرتا ہے اور اس کو ہر طرح کی راحت پہنچا کر راحت محسوس کرتا ہے۔

حضرت اسماءؓ کہتی ہیں کہ ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ میرے پاس سے گزرے میں اپنی پڑوسن سہیلیوں کے ساتھ تھی۔ آپ نے ہمیں سلام کیا اور ارشاد فرمایا کہ ''تم پر جنکا احسان ہے انکی ناشکری سے بچو تم میں سے ایک اپنے ماں باپ کے یہاں کئی دنوں تک بغیر شادی کے بیٹھی رہتی ہے پھر خدا اسکو شوہر عطا کرتا ہے پھر خدا اسے اولاد سے نوازتا ہے (ان تمام احسانات کے باوجود کبھی کسی بات پر شوہر سے خفا ہوتی ہے تو کہہ اٹھتی ہے کہ'' میں نے تو کبھی تمہاری طرف سے کوئی بھلائی دیکھی ہی نہیں''(الادب المفرد) ناشکر گزار اور احسان فراموش بیوی کو تنبیہ کرتے ہوئے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا''اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اس عورت کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھے گا جو شوہر کی ناشکری ہوگی، حالانکہ عورت کسی وقت بھی شوہر سے بے نیاز نہیں ہو سکتی۔ (نسائی)

(حق نمبر ۷)

شوہر کی خدمت کر کے خوشی محسوس کرنا

عورت کو جہاں تک ہو سکے خود تکلیف اٹھا کر شوہر کو آرام پہنچانا چاہئے اور ہر طرح اسکی خدمت کر کے اسکا دل اپنے ہاتھ میں لینے کی کوشش کرنی چاہئے۔ حضرت عائشہؓ اپنے ہاتھ سے نبی کریم ﷺ کے کپڑے خود دھوتیں، سر میں تیل لگاتیں، کنگھا کرتیں، خوشبو لگاتیں اور یہی حال دوسری خواتین کا بھی تھا۔

ایک بار نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "کسی انسان کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ کسی دوسرے انسان کو سجدہ کرے اگر اسکی اجازت ہوتی تو بیوی کو حکم دیا جاتا کہ وہ شوہر کو سجدہ کرے شوہر کا اپنی بیوی پر عظیم حق ہے اتنا عظیم حق کہ اگر شوہر کا سارا جسم زخمی ہو اور بیوی شوہر کے جسم کو زبان سے چاٹے تو اسکا حق ادا نہیں ہوسکتا۔ (مسندِ احمد)

(حق نمبر ۸)

شوہر کے گھر بار اور مال واسباب کی حفاظت کرنا

شادی کے بعد شوہر کے گھر کو اپنا گھر سمجھنا چاہیئے شوہر کے مال کو شوہر کے گھر کی رونق بڑھانے کے لئے، شوہر کی عزت بنانے اور اسکے بچوں کا مستقبل سنوارنے کیلئے حکمت وسلیقہ سے خرچ کرنا چاہیئے شوہر کی ترقی اور خوشحالی کو اپنی ترقی اور خوشحالی سمجھنا چاہیئے ۔قریش کی عورتوں کی تعریف کرتے ہوئے نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"قریش کی عورتیں کیا ہی خوب عورتیں ہیں بچوں پر نہایت مہربان ہیں اور شوہر کے گھر بار کی نہایت حفاظت کرنے والی ہیں"۔ (بخاری)

اور نبی کریم ﷺ نے نیک بیوی کی خوبیاں بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ "مومن کیلئے خوفِ خدا کے بعد مفید اور باعثِ خیر ونعمت نیک بیوی ہے کہ وہ اسکو کسی کام کا کہے تو وہ خوش دلی سے انجام دے جب وہ اس پر نگاہ ڈالے تو وہ اسکو خوش کردے اور شوہر کے مال واسباب کی نگرانی کرے، شوہر کی خیر خواہ اور وفادار رہے"۔

(ابن ماجہ)

(حق نمبر ۹)

صفائی، سلیقہ اور آرائش وزیبائش کا بھی پورا پورا اہتمام کرنا

گھر کو بھی صاف ستھرا رکھنا چاہیئے اور ہر چیز کو سلیقہ سے سجانا چاہیئے اور سلیقہ سے استعمال کرنا چاہیئے، صاف ستھرا گھر قرینے سے سجے ہوئے، صاف ستھرے کمرے،

گھریلو کاموں میں سلیقہ، بناؤ سنگھار کی ہوئی بیوی کی مسکراہٹ سے نہ صرف گھریلو زندگی ، پیار ومحبت اور خیر وبرکت حاصل ہوتی ہے بلکہ ایک بیوی کیلئے اپنی آخرت بنانے اور خدا کو خوش کرنے کا بھی یہی ذریعہ ہے..

ایک بار حضرت عثمان بن مظعونؓ کی اہلیہ سے حضرت عائشہؓ کی ملاقات ہوئی تو آپ نے دیکھا کہ بیگم عثمان بالکل سادہ کپڑوں میں ہیں اور کوئی بناؤ سنگھار بھی نہیں کیا ہے تو حضرت عائشہؓ کو بہت تعجب ہوا اور ان سے پوچھا: ''بی بی....! کیا عثمانؓ کہیں سفر پر گئے ہوئے ہیں؟'' اس تعجب سے اندازہ کیجئے کہ بیوی کا اپنے شوہروں کے لئے بناؤ سنگھار کتنا بڑا فعل ہے۔

ایک بار ایک صحابیہؓ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں وہ اپنے ہاتھوں میں سونے کے کنگن پہنے ہوئی تھیں، آپ ﷺ نے انہیں پہننے سے منع فرمایا تو کہنے لگیں: یا رسول ﷺ اگر عورت شوہر کے لئے بناؤ سنگھار نہیں کریگی تو اسکی نظروں میں گر جائے گی۔

اسی طرح شوہر پر بیوی کا ایک حق یہ بھی ہے کہ جب بیوی کے سامنے آئے تو میلے کچیلے گندے کپڑوں میں نہ آئے ، بلکہ بدن اور لباس وغیرہ کی صفائی ستھرائی کا خاص خیال رکھے۔ کیونکہ شوہر جس طرح یہ چاہتا ہے کہ اسکی بیوی بناؤ سنگھار کے ساتھ رہے۔ اسی طرح عورت بھی یہ چاہتی ہے کہ میرا شوہر میلا کچیلا نہ رہے۔ لہذا میاں بیوی دونوں کو ہمیشہ ایک دوسرے کے جذبات واحسات کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔ رسول اللہ ﷺ کو اس بات سے سخت نفرت تھی کہ آدمی میلا کچیلا بنا رہے اور اسکے بال الجھے رہیں

عورت کا اس کے شوہر پر یہ بھی حق ہے کہ عورت کی نفاست اور بناؤ سنگھار کا سامان یعنی صابن، تیل، کنگھی، مہندی، خوشبو وغیرہ فراہم کرتا رہے تا کہ عورت اپنے آپ کو صاف ستھری رکھ سکے اور بناؤ سنگھار کے ساتھ رہے۔

(حق نمبر ۱۰)

کام کو وقت پر سمیٹنے کی عادت ڈالنا

عورت کو اس کی عادت ڈالنی چاہئے کہ آج کا کام کل پر نہ چھوڑے کہ یہ بھی کل کرلونگی، یہ بھی کل کرلونگی کل کل کرنے میں اتنے کام جمع ہوجاتے ہیں کہ پھر اس میں سے کچھ بھی نہیں کرپاتی۔ حضرت سیدہ فاطمہؓ کی زندگی کو دیکھئے کہ وہ اپنا کام خود سمیٹتی تھیں حتیٰ کہ حدیثِ مبارکہ میں آیا ہے کہ انکے ہاتھوں میں گٹے پڑ گئے تھے، حضرت سیدہ عائشہؓ اپنے گھر کا کام خود کرتی تھیں اسی طرح حضرت سیدہ اسماءؓ اپنے گھر کا کام کرتی تھیں جس طرح مرد مصلے پر بیٹھ کر عبادت کرلے تو عورت سمجھتی ہے کہ اسکو اجر مل رہا ہے اس سے زیادہ عورت کو اجر اس وقت مل سکتا ہے جب وہ گھر کے کام کاج سمیٹ رہی ہوتی ہیں۔

حضرت بایزید بسطامیؒ نے ایک نوجوان کو دیکھا کہ وہ ہر وقت مسجد میں نوافل میں مصروف رہتا ہے انہوں نے پوچھا کہ تیرا کیا حال ہے؟ کہنے لگا کہ میرا بڑا بھائی ہے اس نے میرے کاروبار کو سنبھال لیا ہے اور میری روزی کا ذمہ لے لیا ہے مجھے عبادت کے لئے فارغ کردیا ہے۔ حضرت بایزید بسطامیؒ فرمانے لگے کہ تیرا بھائی بڑا عقلمند ہے کہ تیری ساری عبادت کا اجر اسکو ملے گا اور تیرا بھائی تجھ سے افضل کام میں لگا ہوا ہے تو کہنے کا مقصد یہ ہے کہ مصلے پر ہی فقط نماز نہیں ہوتی ہے بلکہ جو عورت گھر میں کام کررہی ہوتی ہے وہ سب عبادت میں لکھا جاتا ہے..

آج مسئلہ یہ پیدا ہوگیا ہے کہ عورتیں گھر کے کام کو عبادت سمجھ کر نہیں کرتی ہیں بلکہ مصیبت سمجھ کر کرتی ہیں چنانچہ انکی ہر وقت یہ خواہش ہوتی ہے کہ کوئی کام کرنے والی مل جائے کہ میں اسکو بتاؤں اور وہ آگے کام کرے اب بتاؤ کہ کام کروالیا تو جو جسم نے کام کی مشقت اٹھائی تھی اور اس پر آپکے نامہ اعمال میں اجر لکھا جانا تھا وہ نہ

ملے گا، آپکے درجے اللہ کے یہاں کیا بلند ہو نگے ؟ اس لئے گھر کے کام میں پسینہ بہانا ،مشقت اٹھانا ایسا ہی ہے جیسے عشاء کے وضو سے فجر کی نماز کی عبادت کا اجر پانا اس لئے عورت گھر کے کام کو خوشی سے قبول کرے اور اپنے دل میں یہ سوچے کہ ان کاموں کی وجہ سے میرا رب مجھ سے راضی ہوگا.. چنانچہ ایک حدیثِ مبارکہ میں آپ ﷺ کا یہ ارشاد ہے'' کہ نیک عورت وہ ہے جس کا دل اللہ کی یاد میں مصروف ہو اور اس کے ہاتھ کام کاج میں مصروف ہوں۔''

جب اللہ کے نبی ﷺ یہ فرماتے ہیں تو اسکا مطلب یہ ہے کہ عورت کو گھر کے کام کاج خود کرنے کی عادت ڈالنی چاہئے اس کے دو فائدے ہیں: (۱) یہ کہ کام سمیٹنے پر اجر ملے گا (۲) یہ کہ صحت بھی ٹھیک رہے گی چنانچہ گھر کے کام کاج کی عادت نہیں اس لئے بچپنے کی عمر ہوتی ہے اور بیماریوں میں مبتلا ہو جاتی ہیں کوئی کہتی ہے کہ میرے سر میں درد ہے ذرا سا سوچتی ہوں تو سر میں درد شروع ہو جاتا ہے، کوئی کہتی ہے کہ مجھے lowback pain (کمر کا درد) شروع ہو گیا ہے کسی کو آنکھوں میں اندھیرا محسوس ہوتا ہے، یہ ساری مصیبتیں ہاتھ سے کام نہ کرنے کی وجہ سے ہوتیں ہیں

حضرت سیدہ عائشہؓ کے گھر میں ایک چکی تھی اور وہ چکی کے اوپر گندم خود پیستی تھیں تو پھر آج کی عورت اپنے گھر کا کام خود کیوں نہیں کرتی۔ جب گھر کا کام نہیں کرینگی پھر کہیں گی ہمیں swimming club سوئمنگ کلب میں جانے کی ضرورت ہے چربی چڑھ رہی ہے پھر ہمیں ٹریڈمل لا کر دیں تا کہ ہم اس پر چلا کریں کیا ضرورت ہے انکی؟ گھر کے کام کاج میں ایک تو اجر ملے گا دوسرا خاوند کا دل جیت لیگی اور پھر تیسرا یہ کہ خود بخود sugar burn ہوگی اور آپکی صحت کو بھی اللہ ٹھیک رکھیں گے تو گھر کے کام کاج کو اپنی عزت سمجھیں اور اس بات کو سمجھیں کہ میں مصلے پر بیٹھ کر جو عبادت کرونگی اس سے زیادہ گھر کے کام کاج کرنے سے اللہ کا قرب نصیب ہوگا۔

(حق نمبر۱۱)

اپنے گھر کو صاف ستھرا رکھنا

کچھ عورتوں کی عادت ہوتی ہے کہ طبیعت میں سستی ہوتی ہے ہر وقت پھیلاؤ ڈال دیتی ہیں گھر کے اندر پھیلاؤ کا ہونا، چیزوں کا بے ترتیب پڑا ہوا ہونا یہ اللہ کو ناپسند ہے حدیث پاک میں آیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ: "اَللّٰہُ جَمِیْلٌ یُحِبُّ الْجَمَالَ" (اللہ تعالیٰ خود بھی خوبصورت ہے اور خوبصورتی کو پسند کرتا ہے) تو جب نبی کریم ﷺ نے گواہی دی کہ اللہ خوبصورتی کو پسند کرتا ہے اسکا مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ کو بکھری ہوئی چیزیں پسند نہیں آتی ہیں لہٰذا عورت اپنے گھر کو اس نیت سے صاف ستھرا رکھے کہ میرے گھر کی چیزیں ترتیب سے پڑی ہونگیں اور صاف ستھرا گھر ہوگا تو میرے مالک کو یہ گھر اچھا لگے گا میری محنت قبول ہو جائے گی جب آپ گھر میں بیٹھی جھاڑو چلاتی ہونگیں تو یوں سمجھئے کہ گھر ہی صاف نہیں ہو رہا ہے بلکہ اللہ آپکے دل کے گھر کو بھی صاف کر رہے ہیں تو گھر کو جھاڑو دینا یوں سمجھئے کہ میں بیٹھی اپنے دل کی ظلمت پر جھاڑو دے رہی ہوں۔

گھر کو صاف ستھرا رکھئے کیونکہ اللہ فرماتے ہیں: "اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ وَیُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِیْنَ" (سورۃ البقرۃ: آیۃ، ۲۲۲) کہ اللہ توبہ کرنے والوں سے بھی محبت کرتے ہیں اور پاکیزہ رہنے والوں سے بھی محبت کرتے ہیں اس لئے ہر چیز کا صاف ستھرا ہونا اور پاکیزہ ہونا اللہ کی خوشنودی کا سبب بنتا ہے۔

چیزوں کو ترتیب سے رکھنے کا اجر

نبی کریم ﷺ نے ایک حدیث پاک میں فرمایا کہ عورت گھر میں پڑی ہوئی کسی بے ترتیب چیز کو اٹھا کر ترتیب سے رکھ دیتی ہے تو اللہ تعالیٰ ایک نیکی عطا فرماتے ہیں اور ایک گناہ معاف فرما دیتے ہیں اب دیکھئے عورت گھر میں برتن درست کرتی ہے

تو اسے کتنی نیکیاں مل جاتی ہیں اور کتنے گناہ معاف ہو جاتے ہیں، کپڑے سمیٹتی ہیں ،چیزوں کو سمیٹتی ہیں، گھر میں روزانہ اپنے گھر کی چیزوں کو سمیٹتی ہیں جتنی چیزوں کو اس نے اپنی جگہ رکھا، ہر چیز کو رکھنے کے بدلے ایک گناہ معاف ہوا اور ایک نیکی اللہ نے عطا کردی اسطرح دیکھئے ایک عورت گھر کے کام کاج میں کتنا ثواب حاصل کرسکتی ہے اگر اس نیت سے گھر کو صاف ستھرا رکھیں گی کہ لوگ آئیں اور تعریف کریں گے تو یہ آپکی محنت ساری صفر ہوگئی اس لئے کہ اگر مخلوق نے کہہ بھی دیا کہ بڑا اچھا گھر ہے تو آپکو کیا مل گیا اگر اتنی محنت کر کے پسینہ بہا کر فقط لوگوں کی زبان سے ہی سننا ہے کہ بھئی بڑا اچھا گھر ہے تو اللہ فرمائیں گے کہ ''فقد قیل'' یہ کہا جا چکا تو یہ نیت مت کریں نیت یہ کریں کہ میں گھر کو سیٹ کرونگی کیونکہ میں گھر والی ہوں اور یہ میری ذمہ داری ہے اللہ خوبصورت بھی ہے اور خوبصورتی کو پسند کرتا ہے لہٰذا میں اپنے گھر کو سیٹ کر کے رکھوں گی سیٹ کرنے کا یہ مطلب نہیں ہوتا ہے کہ آپ crystal سجالیں گی اور اس میں سینکڑوں Dolar کی چیزیں لا کے رکھیں گی، یہ سیٹ کرنا نہیں بلکہ جتنے وسائل ہوں جیسے بھی ہوں مگر چیز کے اندر صفائی ہو اور سلیقہ مندی ہو صفائی کے لئے تو Dolars کی ضرورت نہیں ہوتی ہے بلکہ انسان کو اپنے کپڑے تو دھونے ہی ہوتے ہیں تو ذرا صاف ستھرے کپڑے کی عادت ڈالے اسی طرح چیزوں کو سمیٹنا تو ہوتا ہی ہے تو سلیقہ مندی سے چیزوں کو رکھے، اللہ تعالیٰ امتِ مسلمہ کی خواتین کو صفائی ستھرائی نصیب فرمائے۔ (آمین)

(حق نمبر۱۲)

سنی سنائی بات کو آگے بیان نہ کرنا

ایسی عادت ہرگز نہ ڈالیں کہ کئی عورتیں ادھوری بات کو سن کر اپنے خاوند کو پہنچا دیتی ہیں اور بعد میں جھوٹی نکلتی ہیں یہ بہت بری عادت ہے ذرا سی بات سن کر آگے پھیلانا شروع کر دیتی ہیں اس طرح آگے بات نہیں پہنچانی چاہیے۔

سنی سنائی بات کو ادھر ادھر بیان کر دینا عورت کے لئے مصیبت کا سبب بنتا ہے۔
اس لئے اکثر و بیشتر عورتوں کو اپنی بات چھپانے کے لئے جھوٹ کا سہارا لینا پڑتا ہے اور کئی تو ایسی ہوتی ہیں بات بات پر جھوٹ بولتی ہیں حدیث پاک میں آیا ہے کہ بندہ جھوٹ بولتے بولتے ایسی کیفیت میں آجاتا ہے کہ اللہ فرشتوں کو فرماتے ہیں کہ جھوٹوں کے دفتر میں اسکا نام لکھ دیا جائے۔

بعض عورتیں ہر ایک کے سامنے دل کھول دیتی ہیں کوئی آئی گئی بھی ہوگی اسکو بھی بتادیں گی حتی کہ مثال کے طور پر یہ سفر کر رہی ہے اور لاؤنج میں فلائٹ کا انتظار میں بیٹھی ہے اور اگر اسکے برابر والی سیٹ پر کوئی عورت بیٹھ گئی اب جیسے ہی تعارف ہوگا تو دو منٹ کے اندر اپنے خاوند کی بھی حقیقت بتادیں گی یہ کتنی بے وقوفی کی بات ہے کہ انسان ذرا سی دیر میں اتنا جلدی اپنے کو دوسروں کے سامنے کھول دیتا ہے یہ چیز اچھی نہیں ہوتی ہے بلکہ اس چیز کے نقصانات ہوتے ہیں ہر بات سننے والا خیر خواہ نہیں ہوتا ہے عورتوں کی عادت ہوتی ہے کہ دوسروں کا دل کھولنے کیلئے دوسروں سے پوچھ لیتی ہیں کہ آپکی ساس کیسی ہے؟

ذرا سی بات سن کر دل میں لے لینا کہ فلاں ایسا ہے، فلاں ایسی ہے یہ غلط بات ہے کئی مرتبہ بچے آپکے سامنے آئیں گے ایک کہے گا فلاں نے ایسا کیا فیصلہ نہ کریں جب تک کہ دوسرے کی بات نہ سن لیں لقمان نے اپنے بچے کو کہا کہ بیٹا: اگر تجھے کوئی آکر کہے کہ فلاں نے میری آنکھ پھوڑ دی تو تم فیصلہ نہ کرنا جب تک دوسرے کی نہ سن لو ہو سکتا ہے کہ اس نے اسکی دو آنکھیں پھوڑ دی ہوں اس لئے ذرا سی بات سن کر اسکو لے لینا یا کوئی قدم اٹھانا عورت کے لئے مصیبت کا سبب بن جاتا ہے۔

(حق نمبر ۱۳)

خاوند کو دعا کے ساتھ رخصت کرنا

جب بھی خاوند گھر سے رخصت ہونے لگے تو اسکو ہمیشہ الوداع کر کے رخصت کرنا چاہئے فی امان اللہ کہے اور دعا دے جیسے ہماری بڑی عورتیں پہلے وقتوں میں اپنے میاں کو کہتی تھیں یہ کتنی پیاری بات ہے کہ جب اُسنے اپنی امانت اللہ کے حوالہ کردی تو اللہ محافظ ہے وہ آپکی امانت کی حفاظت کریگا تو نیک بیویاں ہمیشہ اپنے خاوند کو گھر سے رخصت کرتے ہوئے انکو دعا دیتی ہیں اونچی آواز سے کہنے کی عادت ڈالیں بلکہ دروازہ تک ساتھ آیا کریں اور پھر کہا کریں فِیْ اَمَانِ اللّٰہِ، فِیْ حِفْظِ اللّٰہ، فی جوار اللہ، کچھ نہ کچھ ایسے لفظ کہا کریں کہ میری امانت اللہ کے حوالہ تو جب آپ اپنی امانت اللہ کے حوالہ کر چکیں تو اللہ آپکو بھی Let نہیں ہونے دیگا اللہ پر بھروسہ اور یقین تو ہماری زندگی کی بنیاد ہے۔

تو ایک عادت یہ ہو کہ جب خاوند گھر سے رخصت ہونے لگے تو دروازہ تک جا کر اسے الوداع کہیں دعا کے ذریعہ اور جب خاوند گھر آئے تو جتنی بھی مصروف ہوں ایک منٹ کے لئے اپنے آپکو فارغ کر کے مسکرا کے اپنے خاوند کا استقبال کرے جب بیوی خاوند کا مسکرا کے استقبال کرے گی تو اس کے دل میں محبت اٹھے گی آج ان چیزوں پر عمل کم ہے اس لئے زندگی میں پریشانیاں زیادہ ہیں۔

(حق نمبر ۱۴)

خاوند کے آنے سے پہلے عورت کا اپنے آپ کو صاف ستھرا کر لینا

عورت کو چاہئے کہ جب خاوند کے آنے کا وقت ہو تو اپنے آپ کو صاف ستھرا رکھے، ہوتا یہ ہے کہ جب باہر نکلنا ہو تو دلہن کی طرح بن ٹھن کے جائیں گی اور جب خاوند کے آنے کا وقت ہوگا تو ایسی میلی کچیلی رہیں گی کہ دیکھ کر ہی طبیعت خراب

ہو جائے، یہ بہت بڑی غلطی ہے۔ بلکہ جتنی بھی نیک عورتیں گزری ہیں ان سب کی یہ عادت رہی ہے کہ وہ روزانہ اپنے خاوند کے آنے کے وقت اپنے آپ کو سنوار لیتی تھیں اور یوں بننا اور سنورنا ان کے لئے عبادت کے مانند ہو جاتا ہے۔

ایک نیک بیوی کے بارے میں آتا ہے کہ وہ ہر رات اپنے آپ کو سنوارتی سجاتی اور اپنے میاں سے پوچھتی تھی کہ آپ کو میری خدمت کی ضرورت ہے؟ اگر وہ کہتے "ہاں" تو ان کے ساتھ وقت گزارتیں، اور اگر وہ کہتے کہ "نہیں" مجھے نیند آ رہی ہے، مجھے سونا ہے تو وہ مصلے پر کھڑی ہوتیں اور ساری رات اپنے رب کے سامنے ہاتھ باندھ کر گزار دیتی تھیں۔

لہٰذا بیوی کو چاہئے کہ اپنے خاوند کیلئے گھر میں بن سنور کر رہے، بننے سنورنے کا مطلب یہ نہیں کہ روزانہ دلہن کے کپڑے پہنے۔ بس کپڑے صاف ستھرے ہوں اور بالوں میں کنگھی کر رکھی ہو، چہرہ دھلا ہوا صاف ستھرا ہو، خوشبو لگی ہوئی ہو۔ اسی کو بننا سنورنا کہتے ہیں۔ تو یہ بننا سنورنا عورت کے گھریلو فرائض میں شامل ہے، اس میں سستی ہرگز نہیں کرنی چاہئے۔ آپ باہر جائیں تو سادہ کپڑوں میں جائیں، باہر زرق برق لباس پہننے کی زیادہ ضرورت نہیں۔ سادہ کپڑوں میں باہر جائینگی تو فتنوں سے بچ جائینگی۔

یاد رکھیں.....! لباس کی سادگی عورت کے حسن کی حفاظت کا سبب بن جاتی ہے، اس لئے دستور بنائیں کہ جب باہر جائیں تو کپڑے صاف ستھرے ہوں مگر سادہ ہوں اور جب گھر میں ہو تو پھر کپڑے اپنے خاوند کیلئے کوئی سے بھی پہن سکتی ہیں مگر اپنے کو بنا سنوار کر تیار رکھیں۔

ایک مرتبہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم کے ساتھ ایک لشکر سے واپس آ رہے تھے، مدینہ منورہ کے باہر ہی آپ نے قیام فرمایا حالانکہ گھر بہت قریب تھے اور گھر جا بھی سکتے تھے مگر آپ ﷺ نے صحابہ ؓ سے فرمایا کہ "تم لوگ یہیں رک جاؤ اور اپنے اپنے گھروں میں اطلاع بھجوا دو تاکہ بیویاں اپنے آپ کو خاوندوں کے لئے تیار کر لیں"۔

جب عورتوں کو پتہ ہو کہ میاں کے آنے کا وقت ہے تو اس وقت میلے منہ کے بجائے ذرا صاف ستھری ہو کر رہیں تا کہ نبی ﷺ کی حدیث پر عمل نصیب ہو جائے، جب خود ہی صاف ستھری نہیں رہیں گی تو کیسے توقع کرتی ہیں کہ خاوند کے دل میں ہماری روز نئی محبت پیدا ہونی چاہئے۔ جب خاوند توجہ نہیں کرتے تو پھر روتی پھرتی ہیں کہ

جی ساری دنیا کے ہوئے میرے سوا
میں نے دنیا چھوڑ دی جن کے لئے

جب آپ نے خاوند کے لئے دنیا چھوڑ دی تو اب اپنے آپ کو صاف ستھرا بھی رکھئے تا کہ میاں کا طبعاً بھی آپ کی طرف جذبۂ محبت زیادہ ہو جائے۔

(حق نمبر ۱۵)

رشتہ داروں کے ہاں صلۂ رحمی کی نیت سے جانا

رشتہ داروں کے ہاں کبھی تقریبات میں جانا پڑتا ہے، تو صلہ رحمی کی نیت سے جائیں۔ صلہ رحمی کہتے ہیں رشتہ داریوں کو جوڑنا، رشتے ناطے جوڑنا، اللہ رب العالمین کو یہ بات بہت پسند ہے کہ لوگ رشتہ داریاں جوڑیں اور محبت و پیار کے ساتھ رہیں، جب آپ تقریبات میں جائیں تو صلہ رحمی کی نیت سے جائیں۔ یہ نیت نہ ہو کہ ہم نہیں جائینگی تو وہ بھی نہیں آئینگے، اپنی طرف سے آپ صلہ رحمی کی نیت سے جائیں تا کہ آپ کا جانا بھی عبادت بن جائے۔

تنبیہ: ہاں....! پردے کا ضرور لحاظ رکھیں کہ مخلوط محفلوں میں شرکت نہ کریں، جہاں آپ کو پتہ چلے کہ پردے کا خیال نہ کریں گے تو ایسی محفلوں میں شرکت سے گریز کریں۔ لیکن اگر جانا ہی پڑ جائے تو پردے میں رہیں، خود بخود رشتہ داروں کو محسوس ہو جائے گا کہ عورتوں کے لئے ہمیں پردے کا انتظام کرنا چاہئے تھا۔ نیک بچیاں شرعی حقوق بھی پورے کرتی ہیں مگر اللہ تعالیٰ کے حکم کو مدِ نظر رکھتی ہیں، اس سے بھی پیچھے نہیں ہٹتیں۔

ایک اچھا کام جس کو اپنانا چاہئے

وہ یہ ہے کہ اگر کسی کے ہاں خوشی کی تقریب ہو تو آپ تقریب والے دن جانے کے بجائے ایک دن پہلے چلی جائیں اور اپنی طرف سے ان کو تحفہ یا ہدیہ دے دیں اور ان سے کچھ وقت بیٹھ کر باتیں کرلیں اور ان سے کہیں کہ پردے کی مجبوری کی وجہ سے تقریب میں شرکت کرنا میرے لئے مشکل ہے اس لئے ایک دن پہلے ہی آگئی کہ آپ کو مبارک باد دے دوں۔ اسی طرح اگر کسی کے ہاں غمی کی کوئی بات ہے تو غمی والے دن جانے کی ضرورت نہیں اس لئے کہ اس دن عام طور پر گھروں میں بے پردگی ہوتی ہے، لوگ پردے کے مسائل کا خیال نہیں کرتے، لہٰذا غمی کی کیفیت میں آپ دوسرے دن جانے کی عادت بنالیں، جاکر ان سے تعزیت کرلیں اور بتائیں کہ کل میں پردے کی وجہ سے نہ آسکی، تو اس دن تعزیت کے الفاظ کہہ کر آجائیں۔ آپ کی رشتہ داریاں بھی قائم رہینگی اور پردہ بھی قائم رہیگا، یعنی آپ نے بندوں کو بھی راضی کیا اور بندوں کے پروردگار کو بھی راضی کرلیا۔

(حق نمبر۱۶)
شوہر کو صدقہ خیرات کی ترغیب دینا

یعنی اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرنے کیلئے کہتی رہا کریں۔ اس لئے کہ صدقہ بلاؤں کو ٹالتا ہے، صدقہ سے رزق میں برکت ہوتی ہے۔ حدیث مبارکہ میں آیا کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قسم کھا کر فرمایا کہ: ''صدقہ دینے سے انسان کے مال میں کمی نہیں ہوتی''۔ اب بتائیے کہ اللہ تعالیٰ کے محبوب ویسے ہی کہہ دیتے تو کافی تھا، لیکن صادق وامین نے قسم کھا کر فرمادیا کہ صدقہ دینے سے آدمی کے مال میں کمی نہیں آتی اس لئے اپنے خاوند کو اس صدقہ کے بارے میں وقتاً فوقتاً کہتی رہیں۔ کبھی وہ پریشان حال ہو تو مشورہ دیں کہ کچھ صدقہ ادا کریں، صدقہ کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ جو

کچھ ہے سارا کا سارا دیکر فارغ ہو جاؤ بلکہ آپ نے اگر ایک پیسہ بھی خرچ کیا اللہ کی راہ میں تو اللہ کے ہاں وہ صدقے میں شمار کرلیا جائیگا۔

اللہ تعالیٰ چیز کو نہیں دیکھتے، وہ تو یہ دیکھتے ہیں کہ نیت کتنی اچھی تھی۔ اور عورتیں خود بھی خاوند سے اجازت لیکر اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کی عادت ڈالیں۔ اپنے بچوں کے ہاتھوں سے بھی دلوایا کریں، کوئی غریب عورت آجائے، پیسے دینا چاہتی ہیں تو اپنی بیٹی کے ہاتھ پہ رکھ کر کہا کریں کہ بیٹی جاؤ دے کے آؤ تا کہ بچی کو سبق مل جائے کہ مجھے بھی اللہ تعالیٰ کے راستے میں کرچ کرنا ہے۔ یقین کریں کہ جتنا ہمیں اللہ تعالیٰ نے دیا ہے اس کے بالمقابل اللہ کے راستے میں ہم بہت کم خرچ کرتے ہیں۔ جبکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"وَفِیْ أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ لِلسَّائِلِ وَالْمَحْرُوْمِ"۔ (سورۃ المعارج: آیۃ ۲۵)

(ترجمہ:) ''اوران کے اموال میں مانگنے والوں اور نہ مانگنے والوں کا حق ہے''۔

مگر ہم تو اتنا کچھ ہوتا ہے مگر نہیں دیتے، حدیث پاک میں آیا ہے کہ ''اللہ تعالیٰ کچھ لوگوں کو ان کی اپنی ضرورتوں سے زیادہ رزق اس لئے دیتے ہیں کہ وہ نیک غریب بیواؤں یتیموں پر خرچ کریں''۔ یہ ان کا رزق ہوتا ہے جو اللہ ان کو پہنچا دیتا ہے کہ تم ڈاکیے کی طرح تقسیم (Distribute) کر دینا، اس کو پوسٹ آفس بنا دیتے ہیں۔ اب اگر یہ بندہ غریبوں پر خرچ کرتا رہیگا تو اللہ تعالیٰ اس کو ضرورت سے زیادہ رزق دیتے رہیں گے، اگر یہ خرچ کرنا بند کر دیگا تو اللہ تعالیٰ اسکو دینا بھی بند کر دینگے اور اس ڈاک کے لئے اللہ تعالیٰ کسی اور کو چن لینگے، چنانچہ ہم نے دیکھا کہ بعض لوگوں کے کاروبار بلین اور ٹریلین میں ہوتے ہیں پھر ایسی بات ہوتی ہے کہ کوئی معاشی بحران آتا ہے اور سارا کچھ ان کا ڈوب جاتا ہے اور پھر پھوٹی کوڑی کو ترستے ہیں، کہتے ہیں کہ حضرت...! پتہ نہیں لاکھوں لوگوں سے لینے تھے، آج لاکھوں دینے ہیں۔ وجہ کیا ہوتی ہے کہ وہ سب کچھ ان کا اپنا نہیں تھا، اللہ نے اُن کو دیا تھا کہ یہ امین بن کر بندوں

تک پہنچادیں، جب انہوں نے اس فرض میں کوتاہی کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کو دینا بند کر دیا۔ ان کو وہ کچھ دیا جو فقط ان کا اپنا حصہ تھا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ جب کسی کو ضرورت سے زیادہ دے تو وہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرنے کیلئے خوب ہر وقت کوشش کرے، دل میں اس کی سخاوت ہونی چاہئے۔

یہ دل کی سخاوت اللہ تعالیٰ کو اتنی پسند ہے کہ نبی کریم ﷺ کے پاس حاتم طائی کی بیٹی گرفتار ہو کر آئی تو اللہ کے محبوب کو بتایا گیا کہ اس کا والد بڑا سخی تھا۔ اس بات کو سن کر اللہ کے نبی ﷺ نے اس کو آزاد کر دیا، وہ کہنے لگی "میں اکیلی ہوں، کیسے جاؤں...؟" چنانچہ آپ ﷺ نے دو صحابہؓ کو اس کے ساتھ بھیجا کہ وہ اس کو بحفاظت گھر واپس پہنچائیں، وہ کہنے لگی کہ "مجھے اکیلے میں شرم آتی ہے، میں آزاد ہو گئی جبکہ میرے قبیلے کے سارے لوگ یہاں قید ہیں"۔ نبی کریم ﷺ نے بچی کی بات پر قبیلے کے سارے لوگوں کو معاف فرما دیا، سخاوت اللہ تعالیٰ کو اور اللہ کے محبوب کو اتنی پسند ہے۔

(حق نمبر ۱۷)

گھر کے اندر مصلے کی جگہ بنانا

عورت کو چاہئے کہ اسی کو اپنے لئے مسجد سمجھے، بڑا گھر ہے تو ایک کمرے کو ہی مسجد بنالیں یا اگر کمرے کے اندر تخت پوش رکھ کر مصلیٰ بچھا سکتی ہیں تو اس کو بنائیں، وہاں پر تسبیح بھی ہو، گھٹلیاں بھی ہوں اور قرآن مجید بھی قریب ہو اور حجاب بھی تاکہ جس نے نماز پڑھنی ہو وہ آسانی کے ساتھ صحیح پردے کے ساتھ نماز پڑھ سکے۔

اس جگہ پر بیٹھنے کی عادت ڈالیں حتیٰ کہ طبیعت مانوس ہو جائے، صحابیات کی یہ عادت تھی کہ جب ان کے میاں کام کاج کے لئے چلے جاتے تھے تو گھر کے کام کاج سے فارغ ہو کر چاشت کے نفل پڑھتی تھیں۔ (چاشت صلوٰۃ الضحیٰ کو کہتے ہیں یعنی جب سورج اتنا بلند ہو کہ باہر کوئی جانور چلے تو اس کے پاؤں جلنا شروع ہو جائیں،

زمین گرم ہو تو اس کو صلوٰۃ الضحٰی کہتے ہیں)۔ حدیث پاک میں آیا ہے کہ "اللہ تعالیٰ نے چاشت کی نماز میں روزی کی برکت کو رکھا ہے"۔ اب میاں تو کام کے لئے چلا گیا آپ اگر چاشت کی نماز پڑھیں گی اور دعا مانگیں گی کہ "اے میرے مالک....! میرے میاں کام کاج کے لئے گھر سے چلا گیا، میں آپ کی بندی دامن پھیلا کے مانگتی ہوں کہ میرے میاں کے کام کو قبول کر لیجئے اور اس کے بدلے ہمیں رزقِ حلال عطا فرمایئے"۔ خاوند کام کرے گا اور بیوی چاشت کے وقت دعا کرے گی۔ اللہ تعالیٰ آپ کو حلال طیب اور پاکیزہ روزی عطا فرمائیں گے۔ صحابیات کی یہ عادت کتنی عورتوں میں ہے؟

ذرا سوچیں تو سہی کہ کتنی عورتیں ہیں جو چاشت کی نماز پڑھ کر اپنے میاں کے رزق میں برکت کی دعا مانگتی ہیں۔ جب عمل نہیں کرتی ہیں تو اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ گھروں میں بے برکتی ہوتی ہے۔ اول تو روزی نہیں ہوتی یا اگر روزی ہوتی ہے تو گھر کے اندر الٹا فساد کا باعث بن جاتی ہے۔

(حق نمبر ۱۸)

فون پر مختصر بات کرنے کی عادت ڈالنا

اس کا تعلق بندے کی عادت کے ساتھ ہے، کئی عورتوں کی عادت ہوتی ہے کہ بس فون کے اوپر "اچھا آپ بھی آج یہ پکا رہی ہیں؟" اب یہ Commentary (تبصرہ) چل رہا ہوتا ہے۔ "ہاں میں بھی آج یہ پکا رہی ہوں"۔ اب اس میں آدھ گھنٹہ گذار دیا اور یہ سمجھ ہی نہیں ہوتی کہ زندگی کا قیمتی وقت آپ نے خواہ مخواہ بے کار باتوں میں گذار دیا۔ بس Cut of the Point (مطلب کی) بات کرنے کی عادت ڈالیں اس کا بہت فائدہ ہوتا ہے۔ ایک تو وقت بچتا ہے اور دوسرا کئی اور مصیبتوں سے غیبتوں کے سننے سے انسان بچ جاتا ہے۔ اس لئے کہ جو اپنے گھر کی دال پکانے کی باتیں سنائے گی وہ ممکن ہے اپنی ساس کی کوئی غیبت کی بات بھی

سنادے اور آپ کو پتہ ہی نہ چلے۔ اس لئے فون پر مختصر سی بات کرنے کی عادت ڈالیں، اگر دوسری طرف کوئی غیر محرم مرد ہے تو اپنے لہجے کے اندر سختی رکھیں کہ اگر اس نے دو فقرے بولنے ہیں تو دو کی جگہ ایک فقرہ ہی بول کر فون بند کر دے۔

اس کا اللہ نے حکم دیا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں "فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ" (سورۃ الاحزاب: آیۃ ۳۲) یعنی اگر تم نے غیر محرم سے گفتگو کرنی ہے تو اپنے لہجے میں لچک مت پیدا کرو، سختی پیدا کرو، آج کل تو یہ ہوتا ہے کہ اگر کوئی مرد غیر محرم ہے تو ایسی میٹھی بن کر بات کرینگی کہ جیسے سارے جہاں کی مٹھاس اس میں سمٹ آئی ہو، شریعت میں اس کو حرام کہا گیا ہے۔

غیر محرم سے بات ذرا اونچے تلے لہجے میں کرے، ایک اصول سن لیں کہ ہمیشہ بات سے بات نکلتی ہے، یہ فقرہ یاد رکھ لیں کام آئے گا۔

"بات سے بات نکلتی ہے" مقصد آپ سمجھئے، پہلے انسان بات کرتا ہے اور بات کرنے کے بعد ملاقات کا دروازہ کھلتا ہے اس کی دلیل قرآن پاک سے ملتی ہے۔ ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر علیہم السلام آئے مگر ان میں سے کسی نے اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کی خواہش کا اظہار نہیں کیا، دنیا میں صرف موسیٰ علیہ السلام تھے جنہوں نے کہا: "رَبِّ اَرِنِیْ اَنْظُرْ اِلَیْکَ" (سورۃ الاعراف: آیۃ ۱۴۳) اے اللہ میں آپ کو دیکھنا چاہتا ہوں۔

ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروں میں صرف موسیٰ علیہ السلام نے یہ دعا کیوں مانگی کہ "اے اللہ...! میں آپکو دیکھنا چاہتا ہوں" تو مفسرین نے لکھا کہ اس لئے کہ وہ کلیم اللہ تھے۔ اللہ سے گفتگو کرتے تھے۔ جب کوئی گفتگو کرتا ہے تو پھر اگلا قدم یہ ہوتا ہے کہ اس سے ملاقات کرنے کو جی چاہتا ہے۔ تو یہاں سے معلوم ہوا کہ فون پر جب آپ بات سے بات بڑھائیں گے تو پھر اگلا قدم گناہ کی طرف جائیگا۔ اس لئے پہلے قدم پر ہی اپنے آپ کو روک لیجئے، جس گناہ کو انسان چھوٹا سمجھتا ہے وہ بڑے گناہ کا سبب بنتا ہے، اس لئے اگر کوئی بھی یہ سمجھے کہ میں تو کزن سے صرف فون پر بات کرتی ہوں تو یہ بات ذہن میں رکھ لیں کہ جس گناہ کو انسان چھوٹا سمجھتا ہے وہ گناہ بڑے گناہ کا سبب بنتا ہے

(حق نمبر ۱۹)

اہم باتیں نوٹ کرنے کیلئے ایک نوٹ بک خود بنانا

عورتوں کو چاہئے کہ اہم باتوں کو ایک نوٹ بک میں لکھنے کی عادت ڈالیں۔ عورتوں میں یہ چیز بہت کم ہے کچھ نیک بیویاں اس کی پابندی کرتی ہونگی ورنہ نوٹ بک نہیں بنائی جاتی۔ کئی اہم باتیں خاوند کو کہنی ہوتی ہیں لیکن موقع پر یاد نہیں آتیں اور کئی اہم کام کرنے ہوتے ہیں، جو خاوند بتا کے جاتا ہے، وہ بھول جاتی ہیں چنانچہ گھر کی کئی مصیبتیں اس وجہ سے شروع ہوتی ہیں، تو فقط اپنی یادداشت پر بھروسہ نہ کرے اسلئے کہ جب گھر میں عورت کی اولاد ہونی شروع ہو تو عام طور پر اس کی یادداشت اتنی اچھی نہیں رہتی، کئی مرتبہ یہ جلدی بھول جاتی ہیں جب گھر کے اندر ڈائری ہوگی تو اپنی اس ڈائری میں خاوند نے جو کام کہے وہ بھی لکھ لیا کریں۔ کسی اور نے کوئی کام کہا تو وہ بھی لکھ لے، کسی کو کام کے لئے کہنا ہے تو وہ بھی لکھ لیا کرے تو روز کا ایک صفحہ متعین کرلیں اور اس کے اوپر یہ سب کچھ لکھ کر شام کو دیکھ لیں کہ کیا میں نے سب کام سمیٹے یا نہیں۔ یہ نوٹ بک کا بنانا جب آپ شروع کرینگی تو آپ دیکھیں گی کہ آپکی زندگی میں ڈسپلین (Dicipline) آجائے گا۔ آپکی زندگی خود بخود اچھی ترتیب والی بن جائیگی اور پھر آپ وقت کا بھی خیال رکھیں گی، جب آپ کو پتہ ہوگا کہ آج میں نے اتنے کام سمیٹنے ہیں پھر کسی کے فون آنے پر آپ اس سے دال پکانے کی باتیں نہیں پوچھیں گی، آپ کو پتہ ہوگا کہ میرا وقت بہت قیمتی ہے۔

آج جلدی کے (Urgent) کاموں کی وجہ سے عورتیں اہم (Important) کاموں کی طرف توجہ نہیں دیتیں۔ یہ بات سنئے اور دل کے کانوں سے سنئے بدانتظامی (Mismanagement) کی وجہ سے آج عورتیں ارجنٹ کاموں میں اتنا الجھ جاتی ہیں کہ اہم کاموں کے لئے ان بے چاریوں کے پاس فرصت ہی نہیں ہوتی۔ ہر وقت Fire-Fighting ہی کرتی پھر رہی ہوتی ہیں، تھوڑا وقت رہ جائے تو کہتی ہیں کہ ''اچھا یہ

کام سمیٹنا ہے، کل تو فلاں تقریب ہے" ہر وقت Fire-Fighting کی ضرورت نہیں Planning کے ساتھ زندگی گذارے۔

کسی نے کہا: "Well Plan half done"

جب آدمی کسی کام کا اچھا پلان (Plan) کر لیتا ہے تو یوں سمجھو کہ آدھا کام ہو جاتا ہے، تو یہ نوٹ بک کا بنانا اور اپنے وقت کا خیال رکھنا اور اپنے کاموں کو اس میں لکھ لینا آپ کے لئے فائدے کا سبب بنے گا۔

(حق نمبر ۲۰)

ضرورت کی چیزوں کو سنبھال کر رکھنا

اسی طرح گھر کے اندر بعض چیزیں ایسی ہوتی ہیں جن کی اچانک اکثر ضرورت پڑتی رہتی ہے، انکو گھر میں مناسب جگہ پر ہر وقت تیار حالت میں رکھیں، تاکہ پریشانی سے بچ جائیں۔

(۱) مثال کے طور پر ہر عورت کو اپنے گھر کے اندر ایک چھوٹا سا ابتدائی طبی امداد کا بکس (First Aid Box) بنانا چاہیے، عورتیں عموماً اس طرف توجہ نہیں کرتیں، لہٰذا چھوٹی چھوٹی چیزوں کیلئے ان کو ڈاکٹروں کے پاس جانا پڑتا ہے۔ ذرا سا کسی بچے کو زخم آ گیا تو کہتی ہیں "اچھا چلو جی ڈاکٹر کے پاس" اب ڈاکٹر کے پاس تو بچے نے جانا ہے، ماں اس کے ساتھ ویسے ہی جا رہی ہے، جب ایک عورت غیر محرم ڈاکٹر کے پاس جائے گی تو اس سے بات بھی کرنی پڑے گی۔ کئی مرتبہ چہرے بھی کھول بیٹھے گی اور پھر کئی مرتبہ بات سے بات بڑھ جائے گی، اس لئے شیطان کے دروازے کو بند کرنے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ روزمرہ کی جو دوائی ہوتی ہے یا چیزیں ہوتی ہیں وہ گھر کے اندر رکھ لی جائیں، سر درد کی گولی اور بخار وغیرہ کی دوائی کو سمجھنا بہت آسان ہوتا ہے۔ تو ہر گھر کے اندر عورت اپنا ابتدائی طبی امداد بکس (First Aid Box) بنا لے، خدانخواستہ بچے کو کوئی چوٹ لگ سکتی ہے یا آپ کا ہاتھ جل سکتا ہے تو اگر گھر

میں کریم رکھی ہوگی جو زخم پر لگانے کے لئے یا جلن کی حالت میں لگانے کے لئے ہے تو جب زخم پر فوراً وہ چیز لگ جائے گی تو پھر اسکا نشان جسم پر نہیں رہے گا۔

ہوتا یہ ہے کہ بچہ جلا، یا فرض کر و خدانخواستہ عورت کا ہاتھ جل گیا، اب ڈاکٹر کے پاس خاوند لے کر جائے گا اور خاوند کام سے شام کو آتا ہے تو اب چار پانچ گھنٹے زخم کو اسی طرح گزر گئے تو ڈاکٹر کے پاس جانے سے پہلے پہلے اتنا نقصان ہو چکا ہوتا ہے کہ زخموں کے نشان رہ جاتے ہیں۔ اسلئے گھر کے اندر First Aid Box کا انتظام ہونا چاہیئے، یہ عورت کیلئے دینی و دنیاوی دونوں اعتبار سے فائدے کا سبب ہوتا ہے۔ عورتوں کو چاہیئے کہ مرد ڈاکٹر کے پاس جانے سے حتی الوسع پرہیز کریں تا کہ اللہ تعالیٰ غیر محرم کے فتنے سے محفوظ فرمائے۔

(۲) اسی طرح چابیوں کی جگہ متعین کر لیجئے، اکثر اوقات کہیں جانے کا وقت ہوتا ہے تو چابیاں نہیں ملتیں، چابیاں ڈھونڈ رہی ہوتی ہیں اور جب چابیاں نہیں ملتیں پھر جھگڑا بنتا ہے۔ اس لئے انہیں سنبھال کر متعین جگہ پر رکھیں۔

(۳) اسی طرح چھری بھی ایسی چیز ہے جسکی اکثر ضرورت پڑتی رہتی ہے، اسے بھی مخصوص جگہ پر رکھا کریں۔ پھل اور سبزی کاٹنے کیلئے الگ الگ چھری کا ہونا ضروری ہے کیونکہ اگر بالفرض ایک چھری ہو اور اس سے پیاز کاٹا ہو اور تھوڑی دیر بعد اسی چھری سے سیب کاٹا ہو تو پیاز کا ذائقہ سیب میں شامل ہو جائیگا اور وہ بدمزہ ہو جائیگا، بلکہ وہ کم بدمزہ ہوگا اور گھر کا ماحول زیادہ بدمزہ ہو جائیگا۔

(۴) جیولری بکس عورتوں کے پاس ہوتا ہے اس کو سنبھال کر رکھئے، اس قسم کی اہم چیزوں کے رکھنے کا ضابطہ بنا دیجئے۔ تا کہ جس کو چاہیں آپ کو وقت پر مہیا ہو سکے، آپ کی زندگی کے کئی سارے جھگڑے ان چیزوں سے وابستہ ہوتے ہیں۔ اگر آپ غور کریں گی تو ان چیزوں کی وجہ سے جو جھگڑے ہوتے ہیں وہ ختم ہو جائیں گے اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے شیطان کو ان چیزوں کی وجہ سے گھر کا ماحول غارت کرنے کا موقع نہیں ملے گا۔

(حق نمبر ۲۱)

بیوی کو کوئی ایسا کام نہ کرنا کہ جس کی وجہ سے خاوند کی نظروں سے گر جائے

چاہے وہ مال سے تعلق رکھتا ہو یا اخلاق و کردار سے، بیوی کو چاہئے کہ وہ اپنے میاں کے مزاج پہچانے تاکہ گھر کے ماحول کو اچھا رکھ سکے، اپنے میاں کے سامنے سچ کی زندگی گزارے۔ بات کو بدل بدل کر کرنا، یا بات کو چھپا لینا یہ حقیقت میں جھوٹ ہوتا ہے۔ خاوند کے سامنے عورت نے جب خود ہی جھوٹ بولنے کی عادت ڈال لی تو پھر اس کی بے برکتی پوری زندگی میں پڑیگی۔ تکلیف اٹھا لینا ذلت کے اٹھا لینے سے بہتر ہے۔ یاد رکھیں.....! انسان جتنی محنت اپنی خامی کو چھپانے کیلئے کرتا ہے، اس سے آدھی محنت کے ساتھ وہ خامی دور ہو سکتی ہے۔ آپ کبھی بھی کوئی ایسا کام نہ کریں جس سے آپ کے میاں کے دل میں آپ کے بارے میں شک پیدا ہو، مثلاً خاوند کو یہ شک ہو کہ یہ جھوٹ بولتی ہے، خاوند کو یہ شک ہو کہ یہ پیسے چھپا لیتی ہے، خاوند کو یہ شک ہو کہ جن لوگوں سے میں تعلق کو ناپسند کرتا ہوں یہ ان سے تعلق رکھتی ہے، اس قسم کا کوئی بھی شک خاوند کے دل میں پیدا مت ہونے دیجئے، اس لئے کہ جس دل میں شک جگہ بنا لے اس دل سے محبت رخصت ہو جاتی ہے۔

(حق نمبر ۲۲)

بچوں کے بارے میں خاوند سے مشورے کرتے رہنا

جو چیز نوٹ کریں رات کو خاوند کو پوری رپوٹ دیں تاکہ خاوند یہ نہ کہے کہ مجھے پہلے کیوں نہیں بتایا۔ پھر خاوند کے مشورے سے جس طرح بچوں کی تربیت کرنی ہو آپس میں مل کر بچوں کی تربیت کریں، جب دونوں کا مشورہ ہوگا تو اللہ تعالیٰ پھر ان کے بچوں کی تربیت بھی اچھی فرمائیں گے اور ان کو مصیبتوں سے بھی محفوظ فرمائیں گے۔

(حق نمبر ۲۴)

خاوند کی جنسی حاجت پوری کرنے میں کوئی تردد نہ کرنا

نبی ﷺ کی حدیثِ مبارک کا مفہوم ہے کہ اگر عورت کسی سواری پر سوار ہے اور اس کے خاوند نے اس کو کہا کہ مجھے تمہاری ضرورت ہے تو وہ اپنی سواری سے نیچے اترے اور خاوند کی ضرورت پوری کرنے کے بعد پھر سواری پر سوار ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ نے بیویوں کو اس بات کا حکم دیا کہ وہ خاوند کی ضرورت پوری کرنے میں ٹال مٹول سے کام نہ لیں اور اپنی تکلیف کو بھی نہ دیکھیں، چھوٹی موٹی تکلیف کا خیال نہ کریں بلکہ یہ اجر کا کام ہے اور عورت کی ذمہ داری بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کو اجر ملتا ہے۔

حدیث پاک میں آیا ہے کہ ''جب کوئی بیوی اپنے خاوند کی ضرورت پوری کرتی ہے اور غسل کرتی ہے تو غسل کے پانی کے ہر ہر قطرے کے بدلے اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو معاف فرما دیتے ہیں''۔ تو سوچئے کہ کتنے گناہ اللہ تعالیٰ نے اس کے ذریعے معاف فرما دیئے۔

نبی علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا کہ ''قربِ قیامت کی علامت میں سے یہ علامت بھی ہے کہ عورتیں صحت مند ہونے کے باوجود اپنے خاوند کی ضرورت پوری کرنے کیلئے ٹال مٹول سے کام لیں گی۔ آج یہ شکایات اکثر ملتی ہیں اور واقعی یہ قربِ قیامت کی علامت ہے، کہ عورتیں صحت مند بھی ہوتی ہیں، وقت بھی ہوتا ہے مگر خواہ مخواہ ٹال مٹول اس لئے کرتی ہیں کہ خاوند کو اپنی اہمیت جتلا سکیں۔ حالانکہ دوسری طرف مرد گناہ کا راستہ ڈھونڈ رہا ہے جس کو حلال کھانا نہیں ملے گا تو صاف ظاہر ہے کہ حرام کی طرف للچائی نظروں سے دیکھے گا اس لئے نیک بیویاں اپنے خاوند کی ضرورت پوری کرنے میں چھوٹی موٹی تکلیف کی پرواہ نہیں کرتیں۔ ہاں....! شوہروں کو بھی چاہئے کہ وہ بھی عورت کی ضرورت کا خیال رکھیں اور اس کو زیادہ تکلیف میں نہ ڈالیں بلکہ یہ چیز تو پیار د

محبت سے تعلق رکھتی ہیں اور آپس میں افہام وتفہیم کے ساتھ اس کا تعلق ہے۔

شوہر عورت کیلئے جنت کا دروازہ ہے۔

نبی ﷺ نے فرمایا کہ "عورت کیلئے شوہر جنت کا دروازہ ہے"۔ حدیث مبارک کا مفہوم ہے کہ جو عورت اس حال میں مرے کہ اس نے فرائض کو پورا کیا، یعنی فرض نمازیں پڑھیں، پردے کا خیال رکھا، اور اپنے خاوند کو خوش رکھا۔ اس کے مرتے ہی اللہ تعالیٰ اس کیلئے جنت کا دروازہ کھول دینگے۔

(حق نمبر ۲۴)

خاوند کو پریشانی کے وقت تسلی دینا

یہ صحابیات کی سنت ہے چنانچہ آپ ﷺ پر جب پہلی مرتبہ وحی نازل ہوئی جس کا قصہ معروف ہے تو آپ ﷺ گھر تشریف لانے کے بعد فرمانے لگے "زمّلونی زمّلونی" (مجھے چادر اوڑھادو، مجھے چادر اوڑھادو) بلکہ آپ فرماتے تھے "خشیت علیٰ نفسی" (مجھے اپنی جان کا خطرہ ہے) تو اس پر امّ المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہنے لگی "کلا انک لتصل الرحم وتحمل الکل تکسب المعدوم وتقری الضیف" (ترجمہ): "ہرگز نہیں.....! آپ تو صلہ رحمی کرنے والے ہیں اور دوسروں کا بوجھ اٹھانے والے ہیں، اور آپ تو جن کے پاس کچھ نہیں انکو کما کر دینے والے ہیں اور مہمان نوازی کرنے والے ہیں"۔ جب آپ اتنے اچھے اخلاق کے مالک ہیں تو اللہ تعالیٰ آپ کو ضائع نہیں کرینگے۔

(بخاری)

چنانچہ اہلیہ کی ان باتوں سے اللہ کے محبوب کو تسلی مل گئی۔ لہٰذا خاوند کبھی کاروباری معاملات یا کسی اور بات سے پریشان ہو تو آپ کی ذمہ داری ہے کہ وہ جب گھر میں آئے تو تسلی کے بول بولے یہ نہ ہو کہ اس کی پریشانی کو اور بڑھانے کیلئے پہلے سے تیار ہو۔

(حق نمبر ۲۵)

غلطی کو مان لینا

اگر کوئی ایسی بات ہے کہ خاوند کہہ رہا ہے کہ تمہاری غلطی ہے تو اتنا ہی کہہ دیں کہ ہاں....! میری غلطی ہے۔ اس سے کیا ہوگا؟ غلطی کو تسلیم کرنے میں عزت ہے۔ یہ رسوائی نہیں ہوا کرتی، خاوند ہی ہے نا، خاوند کے سامنے ہی آپ کہہ رہی ہیں کہ جی غلطی ہوگئی، تو کیا ہوا۔ یا اگر خاوند نے کوئی بات کردی تو آپ اسکے جواب میں فوراً بولنے کی عادت مت ڈالیں۔ ترکی بہ ترکی جواب دینا گھروں کے اجڑنے کا ذریعہ بن جاتا ہے۔

یاد رکھیئے.....! چپ رہنا بھی ایک جواب ہے، یہ بات ذرا دل پر لکھ لیں۔ کئی مقامات پر خاوند کی بات سن کر چپ رہنا، اس سے خاوند کو اسکا جواب مل جاتا ہے۔ بعض مرتبہ الفاظ کے بجائے خاموشی میں زیادہ وضاحت ہوتی ہے۔

(حق نمبر ۲۶)

شکوے شکایتیں لوگوں کے سامنے یا میاں کے سامنے کہنے کے بجائے اللہ تعالیٰ کے سامنے کہنے کی عادت ڈالنا

مطلب یہ ہے کہ جب عبادت کرنے کا موقع ملے تو دعا لمبی مانگنے کی عادت ڈالیں۔ دل کا جو غم اور بھڑاس ہے وہ فون پر سہیلیوں کے سامنے بیان کرنے کے بجائے اپنے رب کو بتانا شروع کردیں تو آپ کا پروردگار آپکے دل کے غم کو دور فرمادیگا۔ اس سے آپ کو دعا کی لذت بھی نصیب ہوگی، آپکے دل کو تسلی بھی مل جائیگی اور پھر قضاء پر صبر بھی نصیب ہوگا اور آپ کے دل میں یہ بات ہوگی کہ اللہ تعالیٰ مجھے جس حال میں رکھے میں اپنے رب سے راضی ہوں۔

نہ تو ہجر اچھا نہ وصال اچھا ہے
یار جس حال میں رکھے وہی حال اچھا ہے

اللہ تعالیٰ جس حال میں رکھے اس حال میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتی رہیں۔

(حق نمبر ۲۷)

خاوند کے قرابت داروں سے اچھا سلوک کرنا

اس لئے کہ حدیثِ مبارکہ میں آتا ہے" الدین النصیحة "(ترجمہ): "دین سراسر خیر خواہی ہے"۔ (مشکوٰۃ) اور خیر خواہی کا تقاضا ہے کہ خاوند کے ماں باپ، بہنیں جو بھی لوگ ہیں، ان کے ساتھ آپ شرعی اعتبار سے پیار کا تعلق رکھیں، تاکہ جھگڑے کی کوئی گنجائش نہ رہے۔ اس کو اپنی ذمہ داری سمجھیں، پھر دیکھئے اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے کتنی برکتیں آئیں گی، خاوند کے قریبی رشتہ داروں سے اگر عورت جھگڑے چھیڑے گی تو سمجھ لے کہ یہ کام خود خاوند سے ہی جھگڑا چھیڑنا ہوگا۔ جو کچھ بھی ہو ماں ماں ہوتی ہے، بہن بہن ہوتی ہے اور بھائی بھائی ہوتا ہے، خاوند آپ کو حق پہ سمجھتے ہوئے وقتی طور پر آپ کی بات مان بھی لے گا پھر بھی وہ اس چیز کو دل سے برا سمجھے گا کہ اس عورت نے میرے قریب والوں کی برائی کیوں کی؟ تو ایک اصول بنالیں کہ خاوند کے قریبی رشتہ داروں سے ہمیشہ اچھا سلوک رکھیں اسلئے کہ خاوند کے قریبی ہیں۔ جب خاوند ان کو قریب سمجھتا ہے تو آپ بھی ان کو قریب سمجھیں، یہ چیز اجر کا باعث بن جائیگی۔

(حق نمبر ۲۸)

اگر خالق کی نافرمانی ہوتی ہو تو مخلوق کی اطاعت نہ کرنا

یعنی شریعت کی پیروی ہر وقت ملحوظ رہے۔ "لا طاعة لمخلوق فی معصية الخالق" (ترجمہ): "خالق کی معصیت میں مخلوق کی کوئی اطاعت نہیں"۔ حتی کہ اگر خاوند بھی کوئی ایسا کام کہے جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں داخل ہو تو ہرگز بات نہ مانیں۔ مثلاً اگر خاوند کہے کہ پردہ اتار دو تو پردہ ہرگز نہیں اتارے، ہاں! خاوند کو کیسے سمجھایا جائے تو اس کے بارے میں اللہ والوں سے مشورہ کریں، علماء سے رجوع کریں۔ مگر کوئی کام خلاف شریعت نہ کیجئے، چاہے ماں باپ کہیں یا کوئی بھی کہے۔

کئی مرتبہ عورتیں اس قسم کی شکایت کرتی ہیں، تو خلاف شریعت کام میں کسی کے دل ٹوٹنے کی کوئی پرواہ نہیں، آپ اللہ تعالیٰ کو راضی کیجئے۔ ہاں اگر کوئی پریشانی ہے کہ ایک طرف ساس و خاوند اور دوسری طرف اللہ تعالیٰ کا حکم، تو ایسی صورت میں مفتی حضرات سے، مشائخ سے رجوع کیجئے۔ وہ آپ کو اعتدال اور میانہ روی کا اچھا راستہ بتلادیں گے، جس سے آپ کو اس مصیبت سے چھٹکارا مل جائے گا۔

اپنے میاں کو کسی دینی ماحول سے منسلک کرانے کی کوشش کیجئے، اس کا فائدہ ہوگا کہ ماحول کی نسبت سے آپ کا میاں ایک تو نیکی پر رہے گا، گناہوں سے بچے گا اور دوسرا یہ کہ اگر وہ آپ کے حقوق ادا نہیں کر رہا تو کم از کم دنیا میں تو کوئی ایسا ہوگا جو آپ کے میاں کو حقوق پورا کرنے کی نصیحت کر سکے گا۔ اور یہ بات کئی مرتبہ اجڑے گھر کے آباد ہونے کا سبب بن جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ تمام مسلمان خواتین کو اپنے خاوندوں کے تمام حقوق کی ادائیگی کی توفیق نصیب فرمائے۔ (آمین یارب العالمین)

اس کے علاوہ چند اور حقوق مختصراً بتائے جاتے ہیں

(۱) خاوند کی حیثیت سے زیادہ نان نفقہ کا مطالبہ نہ کرنا.

(۲) شوہر کی اجازت کے بغیر اسکے مال میں سے کسی کو نہ دینا.

(۳) ہر جائز کام میں خاوند کی اطاعت کرنا البتہ خلاف شرع اور گناہ کے کام میں معذرت کر دے..

(۴) اسکی اجازت کے بغیر نہ نفل نماز پڑھنا چاہیئے نہ نفل روزہ رکھنا چاہیئے..

(۵) خاوند کو تنگدستی یا بدصورتی کی وجہ سے حقیر نہ سمجھنا چاہیئے..

(۶) خاوند صحبت کے لئے بلائے تو شرعی ممانعت اور رکاوٹ کے بغیر انکار نہ کرے..

(۷) اگر خاوند میں کوئی گناہ کی بات دیکھے یا خلاف شرع بات دیکھے تو ادب کے ساتھ منع کر دے..

(۸) اسکا نام لیکر نہ پکارنا..

(۹) اس کے سامنے بدزبانی نہ کرنا زبان درازی نہ کرنا

(۱۰) انکے والدین کو اپنا مخدوم سمجھ کر انکا ادب واحترام کرنا انکے ساتھ لڑ جھگڑ کر یا کسی اور طریقہ سے ایذا نہ پہنچانا۔

(۱۱) کھانا ذکر وفکر کے ساتھ پکائیں، گھر میں جو عورتیں کھانا پکاتی ہیں وہ گھر والوں کے جسموں میں جاتا ہے اور یہی انکے جسموں کی غذا بنتا ہے اس کھانے کے گھر کے لوگوں پر اثرات پڑتے ہیں اگر ذکر کا خیال نہ رکھا جائے اور پکاتے ہوئے غفلت برتی جائے تو یہ کھانا انکے جسم میں جا کر نور کے بجائے ظلمت پیدا کرتا ہے لہٰذا عورتوں کی پہلی ذمہ داری یہ ہے کہ کھانا ذکر وفکر کی کیفیت سے بنائیں تاکہ مردوں کے دلوں میں نیکی کے اثرات ہوں اور گناہوں کی ظلمت چھٹ جائے چنانچہ نیک بیویاں کھانا بناتے ہوئے اپنی زبان سے اللہ کا ذکر کرتی ہیں۔ صحابیات کا بھی یہی طریقہ تھا چنانچہ ایک صحابیہؓ تنور پر روٹی لگوانے گئیں جب روٹیاں لگ گئیں تو روٹی کی ٹوکری اٹھا کر سر پر رکھی اور کہنے لگیں لے بہن! میں چلتی ہوں، میری روٹیاں بھی پک گئیں اور میرے تین پارے بھی مکمل ہو گئے تو صحابیات کی بھی یہی عادت تھی اور نیک بیویوں کی بھی یہی عادت ہوتی ہے کہ کھانے کے وقت فقط ہاتھ نہیں چلاتیں بلکہ زبان اور دل اللہ کی طرف متوجہ کر کے اللہ کو یاد کرتی ہیں اس سے کھانے کے اندر نور آجاتا ہے آپ اسکا تجربہ کر کے دیکھ لیں کہ آپ بچوں کو باوضو کھانا کھلائیں اور ذکر کے ساتھ کھانا کھلائیں آپکے بچوں میں فرمانبرداری کا جذبہ بڑھ جائے گا خاوند کو آپ ذکر کے ساتھ باوضو کھانا کھلائیں تو خاوند کے دل میں آپکی محبت میں اضافہ ہو جائے گا بندے کے اوپر کھانے کا بہت اثر پڑتا ہے۔

ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ دو چیزیں تصوف کی جان ہیں (رزقِ حلال اور صدقِ مقال) کھائے تو حلال چیز کھائے اور بولے تو سچ بولے جس آدمی میں یہ دونوں باتیں آگئیں اسکے گویا دو پر لگ گئے ان دو پروں کے ذریعہ وہ اللہ کے قرب کو آسانی کے ساتھ حاصل کر سکتا ہے، اس لئے بچوں کو جو کھانا کھلائیں وہ ایسا نہ ہو کہ

اس پر مشکوک اثرات ہوں عورتوں کو برتن دھونے دھلوانے میں پاکی ناپاکی کا خیال نہیں ہوتا ہے کئی مرتبہ سستی کر جاتی ہیں کھانا بناتی ہیں تو ساتھ گانے لگے ہوئے ہوتے ہیں۔ اب سوچئے اس کھانے میں برکت کے بجائے ظلمت آئے گی تو پھر اسکا اثر آپکو خود ہی بھگتنا پڑیگا میاں بے دین بنا تو مصیبت آپکی، اولاد بے دین بنی تو مصیبت آپ کی تو جب مصیبت دونوں طرف سے آپکے ہی سر آتی ہے تو کیوں نہ آپ انکو ایسا کھانا کھلائیں جس کی وجہ سے انکے دل میں نیکی کا شوق آجائے۔

ایک نکتہ اور بھی ذہن میں رکھیں کہ جب آپ کھانا بنانے لگیں تو کھانے میں مہمان کی نیت بھی ضرور کرلیا کریں کہ میں گھر والوں کے لئے بھی کھانا بنارہی ہوں اور ایک آدھ مہمان کے لئے بھی یا دو مہمان کی بھی نیت کر رہی ہوں اگر مہمان آجائے تو میرا کھانا اتنا ہو کہ اسکو پیش کرسکوں اگر مہمان نہ بھی آئے تو نیت کا ثواب اللہ نامۂ اعمال میں لکھ دینگے۔

حضرت مولانا سید اسعد مدنی ابن حضرت شیخ الاسلام سید حسین احمد مدنیؒ

کا اپنی صاحبزادی کے نام نصیحتوں سے بھرپور ایک یادگار خط

عزیزہ بیٹی.....! اللہ تم کو دارین میں بامراد، خوش وخرم رکھے۔ (آمین) بیٹی...! یہ دنیا چند روزہ ہے، اس لئے اس کی کسی خواہش وخوشی کی خاطر آخرت کی اصلی اور ہمیشہ کی زندگی کو برباد کرنا سخت دھوکہ اور اپنے ساتھ دشمنی ہے۔

تم اب اپنی زندگی کی خود ذمہ دار ہو، ہم بوڑھے ہوگئے ہیں، کسی کے ماں باپ ہمیشہ ساتھ نہیں دیا کرتے، اس لئے اب ہر بات اور کام کے بھلے بُرے کو سوچ سمجھ کر کرنا، دراصل چاہنے والا نفع ونقصان کا جاننے والا اور سب سے بڑا خیر خواہ اللہ ہے، تمہارا خاندانی ورثہ دولت و بادشاہت نہیں، بلکہ دینداری اور تعلق باللہ ہے، اس لئے کسی وجہ سے اگر دولت جاتی رہے، تو جانے دینا، دنیا کی کوئی عظیم سے عظیم چیز نہ

تمہارے لئے قابلِ فخر ہو سکتی ہے اور نہ ہی کام آسکتی ہے۔ تم ایسی جگہ اور خاندان میں جا رہی ہو کہ وہاں قریب و بعید تمہارے ہر کام اور ہر حرکت اور ہر چیز غور سے دیکھے گا اور اگر تم نے کوئی کام، یا بات اپنے دادا کے طریقے کے خلاف کی تو ان کو رسوا کرو گی اور خود بھی ذلیل ہو گی، لباس میں فیشن اور نقل کے بجائے دین داری کا لحاظ اور شرم وحیاء کا پاس ضروری ہے، بہت سے لوگوں سے تعلقات مناسب نہیں ہیں، کم سے کم تعلق اور کم سے کم باتیں بہت سی مصیبتوں سے بچاتی ہیں، تعلقات میں اپنے بڑوں کی مرضی کو سامنے رکھو (جس سے اور جتنا وہ پسند کریں، وہی مناسب ہے)۔ ملنے اور آنے والیوں سے خوش اخلاقی، خندہ پیشانی اور انکساری سے پیش آنا، ہمیشہ اپنے آپ کو سب سے کمتر سمجھنا، دوسرے کتنے ہی خراب ہوں، اپنے سے بہتر سمجھنا، اگر سسرال کے بڑوں کو اپنا بڑا اور اپنا خیر خواہ سمجھو گی تو انشاء اللہ کبھی ذلیل نہ ہو گی، شادی سے پہلے ماں باپ کا درجہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے بعد سب سے بڑا ہوتا ہے مگر شادی کے بعد شوہر کا درجہ ماں باپ سے بڑھا ہوا ہوتا ہے، اس کی مرضی کے خلاف چلنا بہت بری عادت ہے، خود کام کر لو، خدمت کرو، سب تمہارے محتاج ہوں گے اور دلوں میں عزت ہو گی، آرام طلبی، کاہلی اور خدمت لینے کی خوگر بنو گی تو لوگوں کی نظر سے گر جاؤ گی۔

گھر کی ہر چیز پر نگرانی رکھو، کوئی چیز ضائع نہ ہو، کسی چیز سے بے پرواہی نہ برتو، گھر اور گھر کی چیز کو برابر صاف ستھرا اور اپنی جگہ پر رکھنا، جو چیز جس جگہ سے اٹھاؤ، کام ہوتے ہی بند کر کے اس کی جگہ پر رکھنے کا اہتمام کرنا، مصالحوں، چائے، اچار وغیرہ ڈبوں، بوتلوں وغیرہ سے لو، تو کام ہوتے ہی بند کر کے اس کی جگہ پر رکھو، کسی چیز کو کھلا اور بے جگہ مت چھوڑنا، کپڑوں اور دوسری چیزوں کی اپنی جگہ ہونی چاہئے، تاکہ جس چیز کی ضرورت ہو، وقت پر مل جائے، نماز کو ٹھیک وقت پر صحیح اور اطمینان سے دل لگا کر پڑھنے کی عادت ڈالو، ناشکری اور غیبت عورتوں کی بدترین عادت ہے، اس سے بچنے کی کوشش کرنا۔

فقط والسلام

اسعد غفرلہ۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ میرے ابو جی کو کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے اور ہم سب بہن بھائیوں کو صبرِ جمیل سے نوازے۔ آمین۔

نوٹ: یہ خط ماہنامہ وفاق المدارس میں محرم الحرام ۱۴۲۸ھ کو شائع ہوا تھا، اس کی افادیت اور جامعیت کی وجہ سے اس کتاب میں شائع کیا گیا۔

متفرق مسائل

عورت کا شوہر کی اجازت کے بغیر گھر سے نکلنا

عورت کیلئے یہ جائز نہیں کہ اس کی غیر موجودگی میں شوہر کی اجازت کے بغیر گھر سے نکلے، وہ شوہر کی نافرمانی کی وجہ سے سخت گنہگار ہوگی، البتہ اگر اس کے والد سخت بیمار ہوں یا اسے کوئی ضروری کام پیش آجائے، جسمیں نکلنا ضروری ہے تو وہ جاسکتی ہے۔ لیکن ضرورت پوری ہوتے ہی گھر واپس لوٹ آئے۔ (شامی، ج:۳، ص:۶۰۲)

عورت کا بغیر اجازت والدین کے گھر رہنا

عورت اگر شوہر کی اجازت اور دلی رضامندی کے بغیر اپنے والدین کے گھر رہے گی تو نافرمان ہوگی۔ اور اتنی مدت میں وہ نان ونفقہ کی مستحق بھی نہیں ہوگی۔

(شامی، ج:۳، ص:۵۷۵)

والدین اور شوہر میں سے کس کی اطاعت لازمی ہے؟

حدیث پاک میں والدین کے فضائل بھی موجود ہیں کہ جنت والدہ کے قدموں کے نیچے ہے۔ (فیض الباری) اور اللہ کی رضا والد کی رضا میں ہے، اور شوہر کی اطاعت کا بھی حکم ہے۔ مشکوٰۃ شریف میں ہے "اگر میں کسی انسان کو سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے"۔ (صفحہ:۲۱۸)

لہٰذا شادی کے بعد اگر والدین جائز کاموں میں شوہر کی فرمانبرداری سے روکیں تو ان کو حق نہیں، اور ایسی حالت میں لڑکی کو ان کی اطاعت بھی لازم نہیں۔ والدین اور

شوہر سب کا احترام لازم ہے اور ناحق بات کسی کی بھی ماننا لازم نہیں۔
(محمودیہ، ج:۱۸، ص:۶۰۰)

عورت کا اپنے والدین اور قریبی رشتہ داروں سے ملاقات کی شرعا مدت

عورت کو اپنے ماں باپ سے ملنے کے لئے ایک ہفتہ میں ایک مرتبہ جانے کا حق ہے۔ اور دوسرے محرم رشتہ داروں سے ملنے کیلئے ایک سال میں ایک مرتبہ جانے کا اختیار ہے، اس سے زیادہ کا نہ حق ہے اور نہ مطالبہ کر سکتی ہے۔ غیر محرموں کے گھر جانا جائز نہیں، شوہر اگر اجازت دیگا تو گناہ گار ہوگا۔ (شامی، ج:۳، ص:۶۰۲)

عورت پر سسر اور ساس کی خدمت کا حکم

شوہر اگر اپنی بیوی کو اپنے والدین وغیرہ کی خدمت کا حکم کرے یا کوئی بھی جائز کام کا حکم کرے تو بیوی پر اس کا حق ہے کہ اس کی بات کو مان لے۔ اور شامی میں ہے کہ اس کے حکم کو پورا کرنا واجب ہو جاتا ہے۔ (ج:۳، ص:۲۰۸)

البتہ اگر شوہر حکم نہ کرے تو شرعاً اگر چہ کچھ واجب نہیں لیکن اگر وہ عورت شوہر کے والدین کے ساتھ ہے تو عرفاً اور اخلاقاً جتنا ہو سکے اتنی خدمت کرنی چاہئے۔ لہٰذا یہ خیال کرنا چاہئے کہ وہ اس کے شوہر کی ماں ہے تو اپنی ماں کی طرح اس کو بھی راحت پہنچائے اور شوہر کی اطاعت کرے۔ آخر جب عورت کو کوئی ضرورت پیش آتی ہے تو شوہر کی ماں اس کی خدمت کرتی ہے، اس طرح آپس کے تعلقات خوشگوار رہتے ہیں اور مکان آباد رہتا ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ، ج:۱۸، ص:۶۱۶)

اور حقیقت کی نظر سے اگر دیکھا جائے تو یہاں بیوی کی محبت اسی پر موقوف ہے کہ عورت یہی سمجھے کہ شوہر کی ماں بھی اس کی ماں، اور شوہر کے والد اس کے والد ہیں۔ اس لئے کہ شادی کے بعد میاں بیوی ایک ہو جاتے ہیں اور ان کی محبت اور اتفاق اتنا

ہوگا جتنا وہ ایک دوسرے کی ماں باپ کی عظمت اور خدمت کریں گے۔ پھر یہ بھی اصول ہے کہ "جیسی کرنی ویسی بھرنی"۔

آج اگر عورت اپنے ساس اور سسر کی خدمت کریگی جب کہ وہ خدمت کے محتاج ہیں تو کل اس کے ساتھ بھی ایسا ہی معاملہ ہوگا کہ وہ مخدوم ہو جائے گی۔ اور اگر وہ ان کی خدمت سے جی چرائے گی تو کل وہ بھی دکھی دل اور پریشان ہوگی اور آخرت کا اجر و انعام الگ ہے، کہ عام مسلمان کی کسی حاجت کو پورا کرنے پر جب بے شمار احادیث میں اجر و فضائل وارد ہیں تو ایک قریبی رشتہ دار اور پھر شوہر کی خوشنودی میں اس کے والدین کی خدمت کرنے پر کیا ملے گا؟ اس کا اندازہ نہیں لگایا جاسکتا۔ اگر ساس بداخلاق اور سخت مزاج بھی ہو تو یہ اس کا عمل ہے۔ اس پر صبر کیا جائے کہ قرآن میں صبر کرنے والوں کیلئے بے حساب اجر کا وعدہ ہے۔ اور اللہ تعالیٰ سے مانگتی رہے کہ اللہ پاک ہمت نصیب فرمائے اور ان کے قلوب میں محبت ڈال دے اور یہ یاد رکھا جائے کہ خدمت اور عظمت سے جتنی محبت ہوگی وہ کسی چیز سے نہیں ہوسکتی۔ قرآن کریم میں ہے کہ "نیکی اور برائی برابر نہیں ہوسکتی، برائی کو اگر اچھائی سے دور کیا جائے تو دشمن بھی گہرا دوست ہو جائے گا" اللہ پاک تمام امتِ مسلمہ کے گھر والوں میں محبت اور الفت کی بہاریں نازل فرمائے۔ (آمین)

شوہر کی خدمت کی ذمہ داری

ابوداؤد شریف کی روایت ہے کہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام جب مسواک فرماتے تو درمیان یا فراغت کے بعد مجھے مسواک عطا فرماتے، تا کہ میں اس کو دھوؤں اور دھو کر پھر آپ ﷺ کو عطا کروں یا بوجہ فارغ ہونے کے اٹھا کر رکھ دوں، تو وہ فرماتی ہیں کہ میں اس مسواک کو دھونے سے پہلے خود استعمال کرتی (تا کہ لعاب مبارک سے برکت حاصل کروں)، اسکے بعد اس کو دھوتی۔ اس حدیث کے ضمن میں حضرت شیخ الحدیث حاشیہ بذل میں ابنِ ارسلان سے نقل کرتے ہوئے

فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے معلوم ہورہا ہے کہ بیوی کے ذمہ خدمتِ زوج قضاءً تو واجب نہیں ہے البتہ دیانۃً واجب ہے، پس اگر وہ خدمت نہیں کرتی تو ایسی صورت میں ہمارے نزدیک شوہر پر اس کیلئے صرف خشک روٹی بغیر سالن کے واجب ہے، سالن دینا واجب نہیں ہے، شامی میں اس کی تصریح ہے، یہی مذہب بعینہٖ حنفیہ کا ہے جیسا کہ منحہ میں ہے۔

بیوی کا علیٰحدہ مکان کا مطالبہ

مرد کے ذمہ واجب ہے کہ عورت کو ایک ایسا کمرہ علیٰحدہ رہنے کیلئے دے کہ اس میں شوہر کے ماں باپ بھائی بہن وغیرہ نہ رہتے ہوں، بلکہ وہ پورا بیوی کے قبضہ اور تصرف میں ہو۔ لہٰذا اگر صحن وغیرہ مشترکہ ہوں جس کو شوہر کے دوسرے عزیز بھی استعمال کرتے ہوں اور بیوی بھی، تو اس کو مطالبہ کا حق نہیں کہ میرا صحن بھی مستقل ہونا چاہئے، اس میں بھی کسی کی شرکت نہ ہو۔ یہ اس وقت ہے جب کہ شوہر اور بیوی دونوں زیادہ مالدار نہ ہوں بلکہ متوسط درجے کے ہوں اگر مالدار ہوں اور شوہر میں اس قدر استطاعت ہو کہ کوئی مستقل گھر علیٰحدہ بیوی کو دے سکتا ہے خواہ خرید کر، خواہ کرایہ پر، خواہ عاریت پر جس کا صحن وغیرہ بھی علیٰحدہ ہو، تو عورت کو اس کے مطالبے کا حق حاصل ہے۔ (شامی، ج:۳، ص:۵۹۹، محمودیہ: ج:۱۳، ص:۴۴۸)

البتہ عورت کو یہ سوچنا چاہئے کہ شوہر کے ماں باپ نے کتنی امنگوں اور آرزوؤں کے ساتھ شوہر کو بڑا کیا اور شادی کرائی، اب وہ خدمت کے محتاج ہیں۔ ان کی ایک خواہش ہے کہ ہمارا بچہ ہمارے ساتھ رہے۔ اگر آج بیوی کے مطالبے کی وجہ سے ان کے دل پر آرے چل رہے ہیں اور وہ الگ ہونے کا مطالبہ کرتی ہے تو کل یہی ساری حالت اس کے ساتھ بھی پیش آنے والی ہے۔ ہوسکتا ہے کہ کل وہ زیادہ محتاج ہو اور مجبور ہو۔ اس کی اولاد سے بھی اس طرح انکی بیویاں مطالبہ کرکے اپنے ماں باپ سے الگ کروائینگی۔ لہٰذا اپنے اس حق کے مطالبے میں اگرچہ شوہر استطاعت رکھتا ہو، جلد بازی سے کام نہ لے اور پھر اجتماعیت میں جو خیریں اور برکتیں ہیں اور ایک دوسرے کا

تعاون ہے وہ الگ رہنے میں نہیں۔ ہاں اگر شرعاً کوئی قباحت ہو، پردہ وغیرہ کا مسئلہ ہو یا ساتھ رہنے میں فسادات کے بڑھنے اور محبتوں کے ختم ہونے اور زندگیوں کے تلخ ہونے کا خطرہ ہو تو پھر الگ ہو جانا اور اپنا حق وصول کرنا زیادہ بہتر ہے۔

عورت کتنی مدت میں قریبی رشتہ داروں سے ملاقات کر سکتی ہے؟

جو عورت کے محرم ہوں (جن سے نکاح جائز نہیں) ان کے مکان پر ملنے کیلئے سال بھر میں ایک دفعہ جانا اور شوہر کا اس کیلئے اجازت دینا درست ہے جبکہ وہاں پردے کا انتظام ہو اور کوئی فتنہ اور مفسدہ نہ ہو اس سے زائد حق نہیں۔ اگر وہ رشتہ دار آنا چاہیں تو ان کیلئے بھی یہی حد ہے صرف وہاں جانے اور ملاقات کرنے کی اجازت ہے، رات گزارنے کی وہاں اجازت نہیں۔ (شامی، کتاب الطلاق، ج:۲، ص:۶۰۲)

کیا معاش کی تنگی کی صورت میں بیوی کو شکایت کا حق ہے؟

شریعت نے کفایت شعاری اور قناعت کا حکم دیا ہے اور دنیا مسلمان کیلئے قید خانہ ہے اس لئے یہاں ساری خواہشات کا پورا ہونا محال بھی ہے اور اس کا مطالبہ ایک مسلمان کی شان کے خلاف بھی۔ لہٰذا اگر شوہر محنت کر کے نان نفقہ ضرورت کے بقدر دیتا ہو تو عورت کو تنگی کی وجہ سے شکایت کا حق نہیں۔ (محمودیہ، ج:۱۸، ص:۶۲۰) اس میں اللہ تعالیٰ کی ناشکری بھی ہے اور شوہر کی بے اکرامی حوصلہ پستی اور نافرمانی بھی۔ لہٰذا اس سے بچنا چاہئے اور صبر کے ساتھ زندگی گزارنا چاہئے۔ اور ہمیشہ اپنے سے دنیا میں نیچے والوں کو دیکھنا چاہئے، شکایت ہمیشہ اوپر والوں کو دیکھنے سے ہوتی ہے۔ اللہ پاک اپنی ناشکری اور شوہروں کی نافرمانی سے تمام خواتین کو محفوظ فرمائے۔ (آمین)

عورت کب طلاق کا مطالبہ کر سکتی ہے؟

اگر مرد عورت پر بے جا زیادتیاں کرتا ہے لیکن اپنی بیوی کو رکھنے کیلئے اور آباد کرنے کیلئے تیار ہے تو اس کو طلاق دینے پر مجبور نہیں کیا جا سکتا بلکہ بہتر یہ ہے کہ ایسے موقع پر بڑے باا ثر معاملہ فہم آدمیوں کو درمیان میں ڈال کر شوہر سے کہا جائے کہ وہ کام کا بوجھ برداشت سے زیادہ نہ ڈالے اور ظلم اور تشدد اختیار نہ کرے۔ (النساء:۳۵)

اگر وہ مان جائے تو ٹھیک، اگر کئی دفعہ سمجھانے کے بعد بھی وہ نہ سمجھے تو اس سے عورت خلع کا مطالبہ کرے اور بدلِ خلع کوئی رقم یا مہر ہی مقرر کرلیا جائے۔ (ہدایہ، ج:۲،ص: ۴۰۴) لیکن یہ بات یاد رکھی جائے کہ خلع باہمی رضامندی سے ہوتا ہے۔ عدالت سے خلع کا اعتبار نہیں البتہ اگر مرد بالکل نان نفقہ نہ دیتا ہو اور سمجھانے کے بعد بھی نہ سمجھتا ہو اور عورت کا گزارہ مشکل ہو اور طلاق یا خلع کیلئے بھی تیار نہ ہو تو عدالت سے یا مسلمانوں کی ایک جماعت سے نکاح کو فسخ کرایا جاسکتا ہے۔ البتہ مسلمانوں کی ایسی جماعت کی کچھ شرائط ہیں جو موقع پر مفتیانِ کرام سے پوچھ لی جائیں۔

☆☆☆ تمت بالخیر ☆☆☆

اولاد کے (۲۳) حقوق

کچھ حقوق واجب ہیں اور کچھ سنت ہیں:

(حق نمبر ۱)

اولاد کی پیدائش پر اذان واقامت اور تحنیک کا اہتمام کرنا

والدین کی ذمہ داری ہے کہ بچے کی پیدائش کے بعد نہلا دھلا کر دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہے، اگر کسی وجہ سے باپ اذان نہ دے مثلاً: برکت کے لئے کوئی بزرگ شخصیت سے اذان واقامت کہلوائی جائے یا کسی بھی عذر کی بناء پر باپ اذان واقامت نہ کہہ سکے۔ تو کوئی دوسرا بھی یہ کام کرسکتا ہے لیکن بہرحال ذمہ داری باپ کی ہے۔ بچے کے کان میں اذان واقامت کہنا سنت ہے۔ چنانچہ جب حضرت حسین ؓ کی پیدائش ہوئی تو رسولِ اقدس ﷺ نے کان میں اذان واقامت فرمائی۔ (ترمذی شریف)

ابوداؤد وترمذی کی روایت میں حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ جب فاطمہ ؓ کے یہاں حسن بن علی پیدا ہوئے تو آپ ﷺ نے ان کے کان میں اذان دی۔

بیہقی اور ابن السنی حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے روایت ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ جس کے یہاں کوئی بچہ پیدا ہوا اور اس شخص نے اس کے دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہی تو اس بچہ کو ام الصبیان کی بیماری نہ ہوگی۔

اذان اور اقامت کہنے کا راز ابن قیم الجوزایہ اپنی کتاب ''تحفۃ المودود'' میں لکھتے ہیں کہ اذان اور اقامت کہنے کا راز یہ ہے کہ انسان کے کان میں سب سے پہلی آواز ایسے کلمات عالیہ کی پڑے جو اللہ کی عظمت وکبریائی پر مشتمل ہو۔ اور وہ کلمۂ شہادت اس کے کان میں پڑ جائے جو اسلام میں داخل ہونے کا ذریعہ ہے، تو یہ گویا ایک قسم کی تلقین

ہے کہ جب وہ دنیا میں آرہا ہے تو اس اذان کا اثر انسان کے دل پر پڑتا ہے اور وہ چاہے محسوس نہ کرے لیکن اس کا اثر اس پر ضرور ہوتا ہے۔

تحنیک کا مطلب

تحنیک کا مطلب ہے کھجور چبا کر اس کا کچھ حصہ بچے کے تالو پر لگا دیا جائے تا کہ وہ اس کے حلق سے آسانی سے اتر جائے، کھجور موجود نہ ہو تو کسی بھی میٹھی چیز مصری، شہد، یا شیرہ اس کے تالو میں لگا دینا چاہیئے تا کہ سنت پر عمل ہو اور اس کے ساتھ اس کے منہ کی رگیں اور پٹھے مضبوط ہوں، اور وہ تالو، جبڑے اور زبان سب کو حرکت دے سکے، اور اس میں ماں کی چھاتی سے دودھ چوسنے کی استعداد اور صلاحیت پیدا ہو جائے۔ تحنیک کسی نیک متقی عالم یا بزرگ سے کرانا چاہیئے۔

(تربیت اولاد اور اسلام)

تحنیک کرنا آپ ﷺ کی سنت ہے:

"حضرت عائشہؓ ارشاد فرماتی ہیں کہ رسولِ اقدس ﷺ کے ہاں بچے لائے جاتے تھے آپ ﷺ تحنیک فرماتے اور ان کے حق میں خیر و برکت کی دعا فرماتے۔ (مسلم شریف)

صحیح بخاری و مسلم میں ابو ہریرہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میرے یہاں ایک بچہ پیدا ہوا تو میں اس کو لے کر نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپؐ نے اس کا نام ابرہیم رکھا، اور ایک کھجور سے اسکی تحنیک کی اور اس کے لیے برکت کی دعا کر کے اسے میرے حوالہ کر دیا۔

(حق نمبر۲)

پیدائش کے بعد عقیقہ کرنا

عقیقہ کے لغوی معنی کاٹنے کے آتے ہیں۔

شریعت کی اصطلاح میں عقیقہ کے معنی ہیں: بچے کے پیدا ہونے کے ساتویں

دن بچے کی طرف سے بکرے کا ذبح کرنا۔

سلمان بن عمار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مع الغلام عقيقة فأهر يقوا عنه دما، وأميطوا عنه الأذى .

بچہ کے پیدا ہونے پر عقیقہ کرنا چاہئے لہذا اس کی طرف سے خون بہاؤ اور اس بچہ سے گندگی وغیرہ کو دور کردو۔

اصحاب سنن حضرت سمرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

كل غلام رهينة بعقيقه تذبح عنه يوم سابعه ، ويسمى فيه ، ويحلق رأسه.

ہر بچہ اپنے عقیقہ کا مرہون ہے (یعنی عقیقہ ضروری کرنا چاہیے) جو اس کی طرف سے اس کی پیدائش کے ساتویں دن ذبح کیا جائے اور اسی دن اس کا نام رکھا جائے گا اور سر مونڈا جائے گا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

عن الغلام شاتان مكافئتان ، وعن الجارية شاة

بچہ کی طرف سے دو برابر کے بکرے ذبح کئے جائیں گے اور بچی کی طرف سے ایک بکرا

اور امام احمد وترمذی رحمہما اللہ حضرت ام کرز کعبیہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے عقیقہ کے بارے میں دریافت کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

عن الغلام شاتان وعن الأنثى واحدة ، ولا يضر كم ذكرانا كن أو اناثاً

لڑکے کی طرف سے عقیقے میں دو بکرے اور لڑکی کی طرف سے ایک بکرا ذبح کیا جائے گا اور عقیقہ کا جانور بکرا ہو یا بکری دونوں درست ہیں۔

کل غلام رهين بعقيقته تذبح عنه يوم سابعه ويسمى فيه ويحلق راسه .

ہر بچہ اپنے عقیقہ کے ساتھ مرہون ہے جو اس کی طرف سے اس کے پیدا ہونے کے ساتویں دن ذبح کیا جائے گا اور اس کا نام رکھا جائے گا۔ اور اس کا سر مونڈا جائے گا

اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ نام ساتویں دن رکھنا چاہیے۔ لیکن اس کے علاوہ اور بہت سی صحیح احادیث میں ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ نام پیدا ہوتے ہی رکھ دینا چاہیے جن میں سے درج ذیل حدیثیں بھی ہیں:

امام بخاری و مسلم حضرت سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب منذر بن ابی اسید پیدا ہوئے تو انہیں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لایا گیا، نبی کریم ﷺ نے انہیں اپنی ران پر رکھ لیا۔ ابو اُسید وہیں بیٹھے ہوئے تھے، نبی کریم ﷺ سامنے کسی اور چیز میں مشغول ہو گئے اور بچہ کی طرف سے توجہ ہٹ گئی ابو اُسید نے کسی سے کہہ کر اپنے بیٹے کو نبی کریم ﷺ کی ران پر سے اٹھوا لیا، آپ جب متوجہ ہوئے تو پوچھا بچہ کہاں ہے؟ ابو اُسید نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ہم نے اسے اٹھا لیا، تو آپ ﷺ نے دریافت فرمایا: اس کا نام کیا ہے؟ ابو اُسید نے اسکا نام بتلایا تو آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں بلکہ اس کا نام منذر رکھو۔

عقیقہ کا مستحب وقت

عبداللہ بن وہب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے حسن و حسین رضی اللہ عنہما کی طرف سے ساتویں دن عقیقہ کیا اور ان کا نام رکھا اور یہ حکم دیا کہ ان کے سر کے بال اتار دیے جائیں، لیکن اس سلسلہ میں دوسرے اور اقوال بھی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ساتویں دن کی قید ضروری نہیں ہے بلکہ ساتویں دن عقیقہ مستحب ہے اور اگر کوئی چوتھے یا آٹھویں یا دسویں دن یا اس کے بعد عقیقہ کر دے تو عقیقہ ہو جائے گا: ذیل میں مشہور اقوال پیش کیے جاتے ہیں:

میمونی فرماتے ہیں کہ میں نے ابوعبداللہ سے پوچھا: بچہ کا عقیقہ کس دن کیا جائے گا؟ انہوں نے جواب دیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ساتویں یا چودھویں یا اکیسویں دن کیا جائے گا۔

صالح بن احمد فرماتے ہیں کہ میرے والد عقیقہ کے بارے میں فرمایا کرتے تھے کہ ساتویں دن ذبح کیا جائے گا۔ اگر ساتویں دن نہ کرسکیں تو پھر چودھویں دن اور اس دن بھی نہ کرسکیں تو پھر اکیسویں دن عقیقہ کیا جائے گا۔

جس کے پاس مال ہو، جس کے پاس گنجائش ہو اور اللہ نے مال دیا ہو تو وہ لڑکے کی طرف سے دو بکرے کرے اور لڑکی کی طرف سے ایک، اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ سے ان دونوں میں فرق ثابت ہے۔ اور لڑکے کے لیے دو بکرے مذکور ہیں، لیکن جس کے حالات اس کی اجازت نہ دیتے ہوں کہ وہ دو کرسکے تو وہ لڑکا ہو یا لڑکی دونوں کی طرف سے ایک بکرا بھی کرسکتا ہے، اور اس کو اس صورت میں بھی پورا اجر وثواب ملے گا اور وہ سنت پر عمل کرنے والا کہلائے گا۔

امام ابوداؤد رحمہ اللہ جعفر بن محمد سے اور وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ جو عقیقہ حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا نے حضرت حسن وحسین کی طرف سے کیا تھا اس کے بارے میں نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ دائی کے پاس اس کی ایک ران بھیج دو۔ اور خود کھاؤ اور کھلاؤ لیکن اس کی ہڈی نہ توڑنا، اور ابن جریج حضرت عطاء سے روایت کرتے ہیں کہ وہ فرمایا کرتے تھے کہ اعضاء کو الگ الگ کردیا جائے گا لیکن ہڈی کو توڑا نہیں جائے گا، اور اسی طرح ابن منذر عطاء سے اور وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں۔

۱۔ عقیقہ میں وہ جانور جائز نہیں ہے جو قربانی میں جائز نہیں ہے۔ اور جو جانور قربانی میں جائز ہیں وہ درج ذیل ہیں۔

(الف) بکرا، بھیڑ، دنبہ ایک سال کا ہونا چاہیے یعنی جو ایک سال پورا کرکے

دوسرے سال میں لگ گیا ہو، البتہ اگر چھ مہینے کا دنبہ موٹا تازہ ہو اور سال بھر کے برابر معلوم ہوتا ہو، اس طرح کہ اگر اسے سال بھر کے دنبوں کے ساتھ ملا دیا جائے تو اس میں اور ان میں فرق معلوم نہ ہو تو ایسے چھ ماہ کے دنبے کی قربانی اور عقیقہ درست ہے۔ لیکن بکرا بکری جب تک ایک سال کے ہو کر دوسرے سال میں داخل نہ ہو گئے ہوں ان کی قربانی و عقیقہ کسی صورت میں درست نہیں ہے۔

۲۔ جو حکم قربانی کے گوشت کا ہے وہی عقیقہ کے گوشت کا بھی ہے، لہذا اس کو کھانا اس سے صدقہ کرنا، ہدیہ کرنا سب درست ہے البتہ عقیقہ میں یہ بھی مستحب ہے کہ اس کے گوشت کا کچھ حصہ دائی کو بھی دیا جائے تا کہ وہ بھی خوشی میں شریک ہو جائے ،اس لیے کہ امام بیہقی رحمہ اللہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو حکم دیا تھا کہ:

(زنی شعرا لحسین وتصدقی بوزنه فضةوأعطى القابلة رجل العقيقة)

حسین کے سر کے بالوں کا وزن کر کے ان کے برابر چاندی صدقہ کر دو اور دائی کو عقیقہ کے جانور کی ران دیدینا))

جو شخص عقیقہ کی خوشی میں لوگوں کو دعوت کرنا اور اس کا گوشت پکا کر کھلانا چاہے تو یہ بھی درست ہے۔

۳۔ مستحب یہ ہے کہ عقیقہ بچہ کے نام سے کیا جائے: اس لئے کہ ابن المنذر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے:

(اذبحوا على اسمه فقولوا بسم الله اللّٰهم لک و الیک هذه عقيقه فلاون)

مولود بچے کے نام سے عقیقہ کا جانور ذبح کرو لہذا یوں کہو: اللہ کے نام سے ذبح

کرتا ہوں اے اللہ آپ ہی کے لئے اور آپ ہی کی طرف یہ لوٹ کر جائے گا۔(اے اللہ) یہ فلاں کی طرف سے عقیقہ ہے۔

اگر ذبح کرنیوالے نے ذبح کے وقت بچہ کا نام نہ لیا صرف عقیقہ کی نیت کی تب بھی عقیقہ درست ہوگا اور عقیقہ کا مقصد حاصل ہو جائے گا۔

(حق نمبر۳)

اولاد کا اچھا نام رکھنا

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے پاس ایک صاحب اپنے بیٹے کی نافرمانی کی شکایت کرنے آئے تو حضرت عمرؓ نے لڑکے کو بلوایا اور والد کی نافرمانی پر اسے سرزنش کی ،اور والد کے حقوق وغیرہ ادانہ کرنے پر اسے تنبیہ کی تو لڑکے نے کہا: اے امیر المومنین! کیا لڑکے کے اپنے والد پر کچھ حقوق نہیں ہیں؟ تو حضرت عمر نے فرمایا: کیوں نہیں :لڑکے نے پوچھا: اے امیر المومنین وہ حقوق کیا ہیں؟

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس کے لیے اچھی ماں کا انتخاب کرے اور اس کا اچھا سا نام رکھے اور اس کو قرآن کی تعلیم دلائے۔

لڑکے نے کہا: اے امیر المومنین! میرے والد نے تو ان میں سے کوئی کام بھی نہیں کیا، اس لیے کہ میری ماں ایک مجوسی کی حبشی باندی ہے، اور میرے والد نے میرا نام جُعل (جو ایک کیڑے کا نام ہے) رکھا ہے، اور میرے والد نے مجھے قرآن کریم کا ایک حرف بھی نہیں سکھایا۔

یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان صاحب کی طرف متوجہ ہوئے اور ان سے کہا کہ تم تو میرے پاس اپنے بیٹے کی نافرمانی کی شکایت لے کر آئے تھے حالاں کہ اس کی نافرمانی سے قبل تم نے اس کے ساتھ زیادتی کی ہے اور تم نے اس کے ساتھ برا سلوک کیا ہے اس سے قبل کہ وہ تمہارے ساتھ برا سلوک کرے۔

اولاد کا والدین پر یہ حق ہے کہ ساتویں دن اسکا اچھا اور عمدہ نام تجویز کرے جو یا

تو پیغمبروں کے نام پر ہو یا اللہ تعالیٰ کے نام سے پہلے عبد لگا کر نام بنایا گیا ہو جیسے عبداللہ، عبدالرحمٰن، عبدالمنان وغیرہ، حدیث پاک میں رسولِ اقدس ﷺ کا ارشاد ہے کہ ”قیامت کے روز تمہیں اپنے ناموں سے پکارا جائے گا اس لئے بہتر نام رکھا کرو“۔ (ابوداؤد شریف)

اور اگر کبھی لاعلمی میں غلط نام رکھ دیا ہو تو اس کو بدل کر اچھا نام رکھ دینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ حدیث میں ہے کہ رسولِ اقدس ﷺ غلط نام کو بدل دیا کرتے تھے۔ حضرت عمر فاروقؓ کی ایک صاحبزادی کا نام عاصیہ تھا آپ نے بدل کر جمیلہ رکھ دیا۔ (مسلم شریف)

صحیح مسلم میں سلیمان بن مغیرہ حضرت ثابت سے اور وہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

(ولد لی اللیلۃ غلامه فمیته باسم أبی ابراهیم)

گذشتہ رات میرے یہاں بچہ پیدا ہوا ہے میں نے اس کا نام اپنے جد امجد حضرت ابراہیم علیہ السلام کے نام پر ابراہیم رکھا ہے۔

ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نام کے معاملہ میں وسعت ہے۔ خواہ اس کا نام پیدا ہوتے ہی رکھ دیا جائے اور خواہ تین دن بعد یا ساتویں دن جس دن اسکا عقیقہ ہو، بہرحال اس سے پہلے بھی رکھ سکتے ہیں اور اس کے بعد بھی۔

امام ابوداؤد رحمہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے بعض نام تبدیل کئے ہیں جن میں سے عاصی، عزیز، عتلۃ، شیطان، الحکم، غراب اور حباب ہیں، اسی طرح آپؐ نے حرب (جنگ) کو تبدیل کر کے سلم (صلح) رکھا، اور المضطجع (لیٹنے والا) کو تبدیل کر کے المنبعث رکھ دیا، اور بنوالزنیۃ کا نام بنوالرشدہ رکھا۔ اسی طرح بنومغویۃ کا نام بنو رشدہ رکھا، ابوداؤد کہتے ہیں کہ ان احادیث کی سند میں نے اختصاراً حذف کر دی ہے اسی طرح والدین وغیرہ کو چاہیے کہ بچہ کا ایسا نام نہ رکھیں جن میں بدفالی ہوسکتی ہو

یا بدفالی پر دلالت کرتے ہوں تا کہ بچہ اس نام کی بدفالی اور نحوست سے بچ جائے۔
چنانچہ امام بخاری رحمہ اللہ حضرت سعید بن المسیب سے روایت کرتے ہیں۔ وہ اپنے والد سے کہ میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے مجھ سے پوچھا، تمہارا کیا نام ہے؟ میں نے عرض کیا: حزن، آپ ﷺ نے فرمایا: تمہارا نام سہل (آسان) ہے، انہوں نے کہا: میں اپنے والد کا رکھا نام کیسے تبدیل کردوں، حضرت سعید بن المیسب فرماتے ہیں کہ اسکے بعد سے ہم میں سختی اور ترشروئی پائی جاتی ہے۔
والدین کو چاہیے کہ بچہ کا نام ان کلمات کے ساتھ نہ رکھیں جو اللہ تعالیٰ کے خصوصی نام ہیں، لہذا اُحد، صمد، خالق، رزاق وغیرہ نام نہیں رکھنا چاہیے اس لئے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے نام ہیں البتہ عبدالاحد یا عبدالصمد وغیرہ جائز ہے۔
صحیح مسلم میں ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

(أغیظ رجل علی اللہ یوم القیامة وأخبثه : رجل یسمی ملک الأملاک ،لا ملک الا للہ)

قیامت کے روز اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ خبیث اور قابل غصہ وہ شخص ہوگا جسے شہنشاہ کہا جاتا ہوگا، اس لیے کہ شہنشاہ (بادشاہوں کا بادشاہ) اللہ ہی ہے اور حکومت اللہ ہی کے لیے ہے۔
والدین وغیرہ کی یہ ذمہ داری بھی ہے کہ بچہ کا ایسا نام نہ رکھیں جس میں نیک فالی اور تفاؤل ہوتا کہ اگر ان کو پکارا جائے اور وہ موجود نہ ہوں تو یہ نہ کہا جائے گا کہ وہ نہیں ہے مثلاً افلح نافع رباح اور یسار وغیرہ چنانچہ امام مسلم وابوداؤد وترمذی رحمہم اللہ حضرت سمرۃ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ:

(أحب الکلام الی اللہ أربع : سبحان اللہ والحمدللہ ولا الہ الا

اللّٰہ واللّٰہ أکبر ،لا تسمین غلامک یسارا ًولا رباحاً ولا نجیحاً ولا أفلح فانک تقول :أثم ھو؛ فلا یکون فیقول :لا ،انما ھن أربع فلا تزیدن علی)

اللہ تعالیٰ کو چار کلمات نہایت محبوب وپسندیدہ ہیں: سبحان اللّٰہ والحمد للّٰہ ولا الہ الا اللّٰہ واللّٰہ اکبر تم اپنے بیٹے کا نام یسار اور رباح اور نجیح اور افلح نہ رکھنا، اس لیے کہ تم پوچھوگے: کیا وہ یہاں ہے؟ اور وہاں نہ ہوگا تو جواب دینے والا کہے گا کہ یہاں نہیں ہے، یہ چار نام ہیں اس لیے ان چار پر اضافہ کر کے میری طرف نہ منسوب کرنا۔

اسی طرح والدین وغیرہ کے ذمہ یہ بھی فرض ہے کہ وہ اللہ کے علاوہ کسی معبودان باطلہ کے نام پر بچوں کے نام نہ رکھیں، مثلاً عبدالعزیٰ، عبدالکعبہ، عبدالنبی وغیرہ وغیرہ ۔اس لیے کہ اس طرح کے نام رکھنا بالاتفاق ناجائز ہے۔

(حق نمبر۴)

کنیت رکھنا

رسول اللہ ﷺ بچوں کی کنیت رکھ دیا کرتے تھے اور اس سے ان کو پکارا کرتے تھے۔ تاکہ تربیت کرنے والوں کی رہنمائی ہوجائے اور انہیں سبق حاصل ہوجائے۔ اور وہ بھی بچوں کے نام رکھنے اور پکارنے کے سلسلہ میں آپ کے پسندیدہ طریقہ کو اختیار کریں، چنانچہ صحیح بخاری ومسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ تمام لوگوں میں سب سے زیادہ اچھے اخلاق کے مالک تھے، میرا ایک بھائی تھا جس کو ابوعمیر کہا جاتا تھا۔ وہ جب نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا تو آپ ﷺ اس سے فرماتے تھے: اے ابوعمیر! نغیر کو کیا ہوگیا (نغیر ایک پرندہ تھا جس سے ابوعمیر کھیلا کرتے تھے) راوی کہتے ہیں میرا خیال ہے کہ ابوعمیر اس وقت چھوٹے سے بچے تھے۔

کنیت رکھنے میں یہ بھی جائز ہے کہ انسان اپنی اولاد کی کسی اور نام سے کنیت رکھ لے، چنانچہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا کوئی لڑکا بکر نامی نہ تھا لیکن ان کی کنیت ابوبکر تھی

نبی کریم ﷺ کی کنیت رکھنے کے بارے میں اختلاف ہے۔ أئمہ کرام کے اس سلسلہ میں مختلف مذاہب اور متعدد اقوال ہیں، ذیل میں آپ کے سامنے وہ اقوال اور پھران میں سے راجح قول ذکر کیا جاتا ہے:

آپ کی کنیت رکھنا مطلقاً مکروہ ہے. دلیل وہی حدیث ہے جو ابھی ذکر ہوئی۔ اوراسی طرح حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی وہ حدیث جسے امام بخاری رحمہا روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

تسموا باسمی ولا تکنوا بکنیتی

میرا نام رکھ لیا کرو۔ میری کنیت نہ رکھا کرو۔ یہ امام شافعی رحمہ اللہ کی رائے ہے

آپ کی کنیت رکھنا مطلقاً مباح ہے۔ یہ حضرات امام ابوداؤد کی حدیث سے استدلال کرتے ہیں جو انہوں نے اپنی ''سنن'' میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے فرماتی ہیں: ایک عورت نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اس نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول میرے یہاں بچہ پیدا ہوا تھا میں اسکا نام محمد کنیت ابوالقاسم رکھی تھی، لیکن مجھے بتایا گیا کہ آپ اس کو ناپسند فرماتے ہیں۔ تو آپ نے فرمایا:

ماالذی أحل اسمی وحرم کنیتی؟

کون ہے، وہ جس نے میرے نام رکھنے کو جائز اور کنیت رکھنے کو حرام قرار دیا ہو؟

ابن ابی شیبۃ کہتے ہیں کہ ہم سے محمد بن الحسن نے ابوعوانۃ کے ذریعہ انہوں نے مغیرہ کے واسطہ ابراہیم کے ذریعہ بیان کیا کہ انہوں نے فرمایا: محمد بن اشعث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بھانجے تھے اور ان کی کنیت ابوالقاسم تھی۔ اور ابن ابی خیثمۃ حضرت زہری سے روایت کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کے چار

صاحبزادوں سے ملا ہوں جن کا نام محمد اور کنیت ابوالقاسم تھی۔ اور وہ یہ ہیں۔ محمد بن طلحہ بن عبیداللہ، محمد بن ابی بکر، محمد بن علی بن ابی طالب اور محمد بن سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

کنیت اور نام دونوں کو جمع کرنا جائز نہیں ہے۔ مثلاً کوئی شخص بیک وقت اپنے بیٹے کا نام محمد اور کنیت ابوالقاسم رکھ لے۔ ہاں صرف محمد نام رکھنا یا صرف ابوالقاسم کنیت رکھنا جائز ہے، یہ حضرات اپنی تائید میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی وہ حدیث پیش کرتے ہے جسے ابوداؤد نے اپنی سنن میں راویت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

من تسمی باسمی فلایتکنی بکنیتی، ومن تکنی بکنیتی فلا یتسمی باسمی

جس شخص نے میرا نام رکھا ہو وہ میری کنیت نہ رکھے اور جس نے میری کنیت رکھی ہو، وہ میرا نام نہ رکھے۔

اور یہ روایت بھی دلیل میں پیش کرتے ہیں کہ ابن ابی شیبہ نے عبدالرحمٰن سے انہوں نے ابوعمرۃ سے انہوں نے اپنے چچا سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لاتجمعوا بین اسمی و کنیتی

میرے نام اور کنیت دونوں کو جمع نہ کرو۔

اور ابن ابی خیثمہ روایت کرتے ہیں کہ جب محمد بن طلحہ پیدا ہوئے تو حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میں نے بچے کا نام محمد رکھا ہے کیا اس کی کنیت ابوالقاسم رکھ دوں۔ تو آپ نے اس سے منع فرمادیا اور فرمایا کہ دونوں کو جمع مت کرو اس کی کنیت ابوسلیمان ہے۔

آپ کی کنیت رکھنے کی ممانعت آپ کی حیات میں تھی، لیکن آپ ﷺ کی

وفات کے بعد آپ کی کنیت رکھنے میں کوئی حرج نہیں ہے، اور یہ حضرات استدلال میں اس روایت کو پیش کرتے ہیں جو ابوداؤد نے اپنی سنن میں منذر سے انہوں نے ابن الحنفیہ سے روایت کی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آپ ؐ سے پوچھا: اگر آپ کے بعد میرے یہاں کوئی بچہ ہو تو میں آپ ؐ کا والا نام اس کا نام اور کنیت آپ ؐ کی والی رکھ سکتا ہوں تو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جی ہاں۔

(حق نمبر۵)

لڑکی پیدا ہونے پر غم نہ کرنا

ہر مسلمان کے لئے لازم ہے کہ جب اس کے ہاں لڑکی پیدا ہو یا لڑکا وہ یکساں طور پر خوشی منائے اور عقیقہ کے موقع پر اپنے عزیز و اقارب کو بھی اس خوشی میں شریک کرے بعض کم ظرف انسان ایسے بھی ہوتے ہیں کہ لڑکی کی پیدائش پر خوشی منانا تو دور کی بات بیوی کو برا بھلا کہتے ہیں۔ وہ یہ کیوں بھول جاتے ہیں کہ اولاد کا معاملہ صرف اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے، اس میں نہ کسی کے ارادے کو دخل ہے اور نہ کسی کی خواہش اور آرزو کو۔ یہ بھی صرف اللہ ہی جانتا ہے کہ کس کے حق میں لڑکی بہتر ہے اور کس کے حق میں لڑکا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

واذا بشر احدهم بالا نثی ظل وجهه مسودا وهو كظيم. يتوارى من القوم من سوء مابشربه ايمسكه على هون ام يدسه في التراب الا ساء ما يحكمون. (النحل . ۵۸، ۵۹)

اور جب ان میں سے کسی کو بیٹی کی خوشخبری ملتی ہے تو اس کا منہ سارے دن سیاہ ہوتا ہے اور جی میں گھٹتا رہتا ہے۔ لوگوں سے چھپتا پھرتا ہے اس خوشخبری کی برائی کی وجہ سے جو سنی۔ کیا اس کو رہنے دے ذلت قبول کر کے یا اس کو مٹی میں دبا دے، سن لو برا ہے وہ جو فیصلہ کرتے ہیں۔

ارشاد باری تعالی ہے۔

لِلّٰہ ملک السموت والارض یخلق ما یشاء یھب لمن یشاء اناثا ویھب لمن یشاء الذکو ہ .اویزوجم ذکرانا و اناثا. ویجعل من یشاء عقیما انه علیم قدیر

اللہ ہی کے لیے ہے جو کچھ کہ ہے آسمانوں اور زمین میں جو چاہے پیدا کرتا ہے ۔جس کو چاہے بیٹیاں دیتا ہے اور جس کو چاہے بیٹے بخشتا ہے یا ان کو جوڑے دیتا ہے بیٹے اور بیٹیاں، اور جس کو چاہے بانجھ کر دیتا ہے وہ سب کچھ جانتا ہے۔

امام مسلم رحمہ اللہ حضرت انس بن مالک رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

من عال جایتین حتی تبلغاجاء یوم القیامة أنا وھو کھا تین وضم أصابعه.

جو شخص دو بچیوں کی بالغ ہونے تک کفالت کرے گا تو وہ قیامت میں اسطرح آئے گا کہ میں اور وہ اس طرح ہوں گے، اور آپؐ نے اپنی انگلیوں کو ملا کر اشارہ کرے بتلایا۔

اور امام احمد رحمہ اللہ اپنی مسند میں حضرت عقبۃ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ:

من کانت له ثلاث بنات فصبر علیھن وسقاھن و کساھن من جدته (أي ماله) کن له حجابا من النار.

جس شخص کی تین لڑکیاں ہوں اور وہ ان کو خوش دلی سے برداشت کرے اور اپنے مال سے ان کو کھلائے پلائے اور پہنائے تو وہ لڑکیاں اس شخص کے لیے دوزخ سے بچانے کا ذریعہ بنیں گی۔

حمیدی حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ

فرماتے ہیں کہ:

من كان لـه ثلاث بنات أو ثلاث أخوات أو بنتان أو اختان فأحسن صحبتهن وصبر عليهن .واتقى الله فيهن

جس شخص کی تین لڑکیاں یا تین بہنیں ہوں یا دولڑکیاں یا دوبہنیں ہوں اور وہ ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کرے اور خوش دلی سے انہیں برداشت کرے اور ان کے بارے میں اللہ سے ڈرتا رہے تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔

(حق نمبر ۶)

ماں کا دودھ بچوں کے لئے قیمتی تحفہ ہے

بچہ پیدا ہوتے ہی اللہ تعالیٰ اس کا رزق ماں کی چھاتیوں میں دودھ کی صورت میں پیدا کرتا ہے، بچے کا یہ وہ پہلا قدرتی حق ہے جو آج کی مغربی تہذیب یافتہ، بے پردہ اور ماڈرن عورتیں غصب کرتی ہیں۔ اور اس کے بدلے بچہ کو ڈبہ والا خشک دودھ بلاضرورت پلایا جاتا ہے۔ بچہ کی تربیت میں یہ پہلی بنیادی غلطی ہے۔ بچہ کو جب پاک دودھ، ماں کی شفقت، پاک ماحول اور اسلامی طرزِ زندگی نہیں ملے گا تو جیسا ماحول ہوگا ویسا ہی بچہ ڈھلے گا، نبی علیہ السلام کا ارشاد ہے:

”اور مسلم خاتون کو دودھ کے پہلے گھونٹ کے بدلے جو وہ اپنے بچے کو پلاتی ہے ایک جان کو زندگی بخشنے کے برابر اجر وثواب ملتا ہے“۔ بچے کو دودھ پلانے سے ماں کی صحت بھی بہتر رہتی ہے۔

(حق نمبر ۷)

اولاد جب بولنے لگے تو سب سے پہلے اسے کلمہ سکھایئے

اس میں کوئی شک نہیں کہ بچے کی اچھی تربیت کرنا ماں باپ کی ذمہ داری ہے تاکہ بچہ بڑا ہوکر معاشرے کا مفید شہری اور ایک اچھا مسلمان بنے۔ والدین کو چاہئے کہ بچہ بولنے لگے تو سب سے پہلے اسے کلمہ طیبہ سکھائیں ایک حدیث میں آتا ہے کہ

حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''جب تمہاری اولاد بولنے لگے تو اسکو لا الٰہ الا اللّٰہ سکھا دو پھر پرواہ مت کرو کہ کب مرے اور جب دودھ کے دانت گر جائیں تو نماز کا حکم دو''۔

(رواہ ابن السنی عمل الیوم واللیلۃ)

اس طرح ایک اور حدیث پاک میں آتا ہے حضرت ابنِ عباسؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''بچہ کو ابتداء میں جب وہ بولنا سیکھنے لگے لا الٰہ الا اللّٰہ یاد کراؤ اور جب مرنے کا وقت آئے جب بھی لا الٰہ الا اللّٰہ تلقین کرو۔ جس شخص کا اول کلمہ لا الٰہ الا اللّٰہ اور آخری کلمہ لا الٰہ الا اللّٰہ ہو وہ ہزار برس بھی زندہ رہے تو بفضلِ باری تعالیٰ کسی گناہ کا اس سے مطالبہ نہ ہوگا یعنی توبہ قبول ہوگی''۔ (بیہقی)

(حق نمبر۸)

اولاد کے درمیان محبت میں برابری کرنا

ماں باپ کو یہ بات جان لینی چاہئے کہ اگر وہ اپنے بچوں کے درمیان پیار ومحبت میں مساوات سے کام نہیں لیں گے تو جس بچے نے یہ محسوس کرلیا کہ اس پر کم توجہ دی جارہی ہے اس کے بجائے اس کے دوسرے بھائی بہن سے زیادہ پیار کیا جارہا ہے تو اس کے دل میں حسد کا مادہ پیدا ہوجانا کوئی عجیب بات نہیں ہے اور حسد ایک ایسی آگ ہے جس میں صرف نقصان ہی نقصان ہے۔ قرآن حکیم میں حضرت یوسف علیہ السلام کا قصہ سب کے سامنے ہے کہ ان کے بھائیوں نے محض حسد کی وجہ سے ہی کنویں میں پھینک دیا تھا اور احادیثِ مباوکہ میں بھی بچوں کے درمیان برابری کا سلوک کرنے کی تاکید آئی ہے، طبرانی کی روایت ہے کہ: ''اپنی اولاد کے درمیان دینے میں برابری کرو''۔

اس کے بارے میں مزید احادیث نقل کی جاتی ہیں۔

''اتقوا اللّٰہ واعدلوا بین اولادکم''

(ترجمہ:) ''اللہ سے ڈرو اور اپنی اولاد کے درمیان انصاف کرو''۔ (طبرانی)

''ان اللّٰہ تعالیٰ یحب ان تعدلو ابین اولادکم حتیٰ فی القبل''

(ترجمہ:) ''اللہ تعالیٰ پسند فرماتا ہے کہ تم اپنی اولاد کے درمیان انصاف کرو، یہاں تک کہ بوسہ لینے میں بھی''۔ (ابن النجار عن النعمان)

اور یہ برابری قائم رکھنا تربیت کا ایک اصول ہے۔اس سے گھر کا ماحول یکساں طور پر پُرسکون ثابت ہوسکتا ہے جبکہ کسی ایک بچے پر حد سے زیادہ توجہ سے خود وہ بچہ احساسِ برتری اور باقی بچے احساسِ کمتری میں مبتلا ہوسکتے ہیں اسلئے برابری کا بہت اہتمام ہونا چاہیئے طبیعت کا ایک بچہ کی طرف زیادہ مائل ہونا نقصان دہ نہیں، عمل سے ظاہر نہ کرے۔

(حق نمبر۹)
اولاد کے دین کی فکر کرنا

رسول اللہ ﷺ نے ایک حدیث میں فرمایا:

''كُلُّ مَوْلُوْدٍ يُوْلَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ فَاَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهٖ اَوْيُنَصِّرَانِهٖ اَوْ يُمَجِّسَانِهٖ''.
(مسلم)

(ترجمہ:) ''ہر بچہ فطرتِ اسلام پر پیدا ہوتا ہے پھر اس کے ماں باپ اسے یہودی بنادیتے ہیں یا عیسائی بنادیتے ہیں یا مجوسی بنادیتے ہیں''۔

والدین اور دوسرے رشتے داروں کو جو تربیت کے مکلّف ہیں شرعی اور بدنی آداب سکھانے پر زور دیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا قُوْا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا﴾ (سورة التحريم: ٦)

(ترجمہ:) ''اے ایمان والو! اپنی جانوں کو اور اپنے اہل کو اس آگ سے بچاؤ''۔ جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہونگے۔

چنانچہ اہل کو اس کے اپنے نفس کے ساتھ ملا دیا ہے دونوں کو امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے ذریعے آگ سے بچاؤ جیسا کہ تم اپنی جانوں کو بچاتے ہو۔ پورا قرآن کریم اس حکم کی تاکید سے بھرا ہوا ہے چنانچہ انبیاء علیہم السلام کے واقعات کا ذکر فرماتے ہوئے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ:

"وَكَانَ يَأْمُرُ اَهْلَهٗ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ" (سورۃ مریم: آیۃ،۵۵)

(ترجمہ:) "حضرت اسماعیل علیہ السلام اپنے گھر والوں کو نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیا کرتے تھے"

حضرت یعقوب علیہ السلام کے بارے میں فرمایا کہ جب ان کا انتقال ہونے لگا تو اپنی ساری اولاد اور بیٹوں کو جمع کیا، کوئی شخص اپنی اولاد کو اس فکر کے لئے جمع کرتا ہے کہ میرے مرنے کے بعد تمہارا کیا ہوگا کس طرح کماؤ گے لیکن حضرت یعقوب علیہ السلام اپنی اولاد کو جمع کر رہے ہیں اور یہ پوچھ رہے ہیں کہ بتاؤ میرے مرنے کے بعد تم کس کی عبادت کرو گے، ان کو اگر فکر ہے تو عبادت کی فکر ہے بس اپنی اولاد اور اپنے اہل وعیال کے بارے میں اس فکر کو پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔ (بحوالہ: چیدہ چیدہ از اولاد کی اصلاح وتربیت)

(الف): صبح بچے کو کروانے کے کام:

بچے کو صبح اٹھنے کی دعا پڑھانے کے بعد مندرجہ ذیل چار کام کروائے جائیں

(۱) وضو (۲) نماز (۳) ناشتہ (۴) والدین کو سلام

وضو: سردیوں میں بچے کو وضو کرنے کے لئے گرم پانی مہیا کیا جائے، تاکہ ٹھنڈے پانی کے خوف سے کہیں وہ نماز ہی نہ چھوڑ دے۔

نماز: بہتر ہے کہ نماز مسجد میں باجماعت ادا کی جائے یا اگر کسی وجہ سے ایسا ممکن نہ ہو تو

پھر والدین اور بھائیوں کے ساتھ گھر میں جماعت ادا کی جائے۔ اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو والد بچے کی نگرانی کرے اور اس سے نماز کے متعلق سوال کرے کپڑے تبدیل کرنے یا کتابوں کو ترتیب دینے کا بہانہ بنا کر فجر کی نماز طلوع آفتاب کے بعد پڑھنے کی اجازت نہ دی جائے کیونکہ کتابیں اسے رات کو سونے سے قبل مرتب کرنی چاہیئے تھیں۔

ناشتہ: بچے کو ناشتہ کھانے کے لئے دیا جائے وہ ہلکا اور غذا کی مختلف انواع پر مشتمل ہو تا کہ بچہ اسے رغبت سے کھائے اور اپنے کام سرانجام دینے کے لئے اس سے قوت حاصل کر سکے۔ اسکول سے آنے کے بعد بچہ کا ایسا ٹائم ٹیبل بنائیں کہ بچہ کا آرام بھی ہوجائے اور اسکول کا کام بھی ہوجائے نمازیں بھی ہوجائیں۔ قرآن کریم کی تلاوت اور کھیل بھی ہوجائے اور اگر لڑکی ہو تو گھر کے کام کاج بھی اس سے کروائیں بلکہ اپنے تمام کام بچوں سے کروائیں تا کہ ہر کام ان کو آئے اور کام کا مزاج بنے۔ بالخصوص آج کل بچیوں کو کام کاج کا عادی نہ بنانے کی وجہ سے وہ اپنے سسرال میں خوش نہیں رہتیں۔ نہ انہیں کھانے پکانے آتے ہیں، نہ سلائی آتی ہے، نہ کپڑے دھونے آتے ہیں، حالانکہ دین کی ضروری تعلیم دینے کے بعد سب سے اہم فریضہ ماں باپ کے ذمہ اپنی لڑکی کو گھر چلانا سکھانا ہے۔ بہت زیادہ دنیوی تعلیم یا عالمہ بنانا والدین کے ذمہ فرض نہیں ہے خدارا والدین اس کوتاہی سے باز آکر بچیوں کے گھر توڑنے سے بچیں۔

(ب): اولاد کو نماز کی پابندی کی تاکید کیجئے:

اسلام کا دوسرا اور اہم رکن نماز ہے اس لئے اس کا پابند بنانے کے لئے حکم ہے کہ:

”وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا“ (سورۃ طٰہٰ، آیت: ۱۳۲)

(ترجمہ:) ”اور اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دو اور خود بھی اس پر قائم رہو“۔

لفظ اہل میں بیوی، اولاد اور متعلقین سب ہی داخل ہیں، پھر حضور ﷺ نے فرمایا:

”مُرُوْا اَوْلَادَكُمْ بِالصَّلٰوةِ وَهُمْ اَبْنَاءَ سَبْعِ سِنِيْنَ وَاضْرِبُوْهُمْ عَلَيْهَا وَهُمْ

اَبْنَاءَ عَشْرٍ وَفَرِّقُوْا بَيْنَهُمْ فِي الْمَضَاجِعِ"۔ (مشکوۃ)

(ترجمہ:) "اپنی اولاد کو نماز پڑھنے کا حکم کرو، جب وہ سات برس کے ہوں اور مارو ان کو نماز کے واسطے جب وہ دس برس کے ہوں اور نماز نہ پڑھیں اور ان کے سونے کے بستر الگ کردو"۔

(ج): بچے کے دل میں اللہ کے ذکر کی اہمیت بٹھایئے:

(د): بچوں کو دعاؤں کے اہتمام کی تلقین کرتے رہیے:

بچوں کو ذکر اللہ اور دعاؤں کا اہتمام کرنے کی تعلیم دینی چاہیے اور انکے ذہن میں یہ بٹھانا چاہیے کہ ہمارے مسائل کا حل اللہ کے علاوہ کسی کے پاس نہیں ہے اگر کوئی چیز بچہ مانگے بھی تو کہے کہ اللہ سے مانگو۔ اگر اولاد کو یہ دولت مل گئی تو وہ کبھی پریشان نہیں ہوگی اور آپ کو دعاؤں میں یاد رکھے گی۔

(ہ): بچے کو جنت کی ترغیب دیجئے اور جہنم سے ڈرایئے:

والدین کا فرض ہے کہ بچے کو جنت کی ترغیب دیں اور جہنم سے ڈرائیں، ان کے سامنے جنت اور اس کی نعمتوں کا تذکرہ کریں اور جنت حاصل کرنے کی رغبت دلائیں اور اسے ایسے اعمال کرنے کی تلقین کریں جو انسان کو جنت کے قریب کرتے ہیں۔ اور بچوں کو بتائیں کہ جنت اہلِ تقویٰ کا گھر ہے، اس کے ساتھ ساتھ ایمان، عقیدے اور بعض غیبی امور جیسے قیامت، دجال، قیامت کے دن مومنین کے لئے اللہ کا دیدار وغیرہ کے بارے میں بھی بتاتے رہیں۔ بچے کو ان امور کے بارے میں ایسے آسان اور عام فہم انداز میں تعلیم دی جائے کہ بچہ اپنے دل میں اکتاہٹ محسوس نہ کرے۔

اس کے سامنے کافروں کے گھر (جہنم) کا بھی ذکر کیا جائے اور اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے جو مختلف قسم کے عذاب تیار کئے ہیں انہیں بیان کیا جائے اس کے دل میں جہنم کا خوف بٹھایا جائے اور ایسے کاموں سے بچنے کی تاکید کی جائے جو جہنم میں داخل ہونے کا سبب بنتے ہیں۔

(و): بچوں کو صبح وشام کی دعائیں یاد کرائیں:

چھوٹے بچوں کو شروع ہی سے صبح وشام کی نبوی دعائیں یاد کرایئے اور دعاؤں کو یاد کرانے کے لئے خود بھی ماں باپ بچوں کے ساتھ مشق کریں اور وقفے وقفے سے اسے کہلوائیں شروع میں ہر موقع کی دعا زور سے پڑھ لیں تاکہ بچوں کو سن کر یاد ہوجائے۔

امام غزالی نے احیاء العلوم میں ایک قصہ لکھا ہے حضرت سہل بن عبداللہ تستری فرماتے ہیں: کہ جب میں تین سال کا تھا رات کو اٹھ جایا کرتا تھا اور اپنے ماموں حضرت محمد بن سوار کی نماز دیکھا کرتا تھا، ایک روز انہوں نے مجھ سے فرمایا، کیا تم اس اللہ کو یاد نہیں کرتے جس نے تمہیں پیدا کیا ہے؟ میں نے پوچھا کہ میں اس ذات کو کس طرح یاد کروں؟ تو انہوں نے فرمایا: جب تم اپنے بستر پر لیٹتے ہو تو زبان ہلائے بغیر تین مرتبہ یہ کہا کرو: اللہ معی (اللہ میرے ساتھ ہے) اللہ ناظر الی (اللہ مجھے دیکھ رہا ہے) اللہ شاہدی (اللہ میرے پاس موجود ہے) چند رات میں نے اس پر عمل کیا اور پھر ان سے یہ بات ذکر کردی، تو انہوں نے فرمایا: اب ہر رات کو سات مرتبہ اسے پڑھا کرو۔

میں نے اس پر عمل شروع کردیا اور پھر انہیں بتلایا تو انہوں نے فرمایا: یہی کلمات ہر رات کو گیارہ مرتبہ کہا کرو چنانچہ میں نے اسی مقدار میں پڑھنا شروع کردیے، اور ان کلمات کی حلاوت وشیرینی میرے دل میں گھر کرگئی ایک سال کے بعد مجھ سے میرے ماموں نے کہا: میں نے جو کلمات تمہیں سکھلائے تھے انہیں یاد کر رکھنا اور اس وقت تک ہمیشہ پڑھتے رہنا جب تک کہ قبر میں نہ چلے جاؤ۔ اس لیے کہ ان سے تمہیں دنیا وآخرت دونوں میں فائدہ ہوگا، کئی سالوں تک میں میں ان کو پڑھتا رہا اور پھر میں نے ان کی حلاوت اپنے باطن میں محسوس کی پھر ایک روز میرے ماموں نے مجھ سے کہا: اے سہل بتلاؤ جس شخص کے ساتھ اللہ ہو اور اللہ اس کی طرف دیکھ رکھا ہو اور اسکے

ساتھ موجود ہوتو کیا وہ شخص اس اللہ کی نافرمانی کرسکتا ہے؟ اس لیے تم نافرمانی سے بچنا۔

اس بہترین وشاندار رہنمائی اور مستقل ریاضت اور صحیح ایمانی تربیت کے سبب حضرت سہل رحمہ اللہ کبار عارفین اور نیک وصالح حضرات کے امام بن گئے تھے جس کا تمام تر سہرا ان کے ان ماموں کے سر پر ہے جنہوں نے انہیں تربیت دی تعلیم دی۔

(حق نمبر ۱۰)

اولاد کے ساتھ محبت وشفقت کا سلوک کرنا

بچے کے ساتھ ہمیشہ محبت وشفقت، پیار اور نرمی کا سلوک کیا جائے حسب ضرورت وحیثیت ان کی ضروریات پوری کر کے انہیں خوش رکھا جائے اور ان میں اطاعت وفرمانبرداری کے جذبات پیدا کرنے کی کوشش کی جائے۔

ایک مرتبہ حضرت اقرع بن حابس رضی اللہ عنہ رسولِ اقدس ﷺ کے پاس آئے حضور ﷺ اس وقت حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو پیار کر رہے تھے۔ حضرت اقرع بن حابس رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر تعجب ہوا اور بولے یا رسول اللہ ﷺ آپ بھی بچوں کو پیار کرتے ہیں۔ میرے تو دس بچے ہیں لیکن میں نے تو کبھی کسی ایک کو بھی پیار نہیں کیا۔ حضور ﷺ نے حضرت اقرع بن حابس رضی اللہ عنہ کی طرف نظر اٹھائی اور فرمایا اگر خدا نے تمہارے دل سے رحمت وشفقت کو نکال دیا ہے تو میں کیا کرسکتا ہوں۔ (بخاری شریف)

حضرت سیدنا رسول اللہ ﷺ کو حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے ایسی محبت تھی کہ ایک بار آپ خطبہ پڑھ رہے تھے کہ اتنے میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ بچوں کی طرح لڑکھڑاتے ہوئے مسجد میں آگئے حضور ﷺ سے ان کا لڑکھڑانا دیکھ کر رہا نہ گیا، آپ ﷺ نے درمیان خطبہ ہی میں منبر سے اتر کر اپنے سامنے بٹھالیا اور پھر خطبہ فرمایا۔ (ترمذی)

دونوں جہانوں کے سردار رسول اللہ ﷺ کا بچوں کے ساتھ کیسا مشفقانہ رویہ تھا۔ ہم اور آپ اسی مشفقِ اعظم ﷺ کے امتی ہیں لہٰذا ہم پر لازم ہے کہ ان

واقعات کو سامنے رکھ کر بچوں کے ساتھ شفقت ونرمی کا برتاؤ کریں۔ بچے آپ سے ہر وقت ڈریں نہیں، گھر میں آپ کے داخل ہوتے ہی ادھر ادھر چھپ نہ جائیں جیسے شیر اور سانپ سے ڈرا جاتا ہے کہیں بچے باپ سے اس طرح نہ ڈریں۔

اللہ اپنی مخلوق سے بڑا شفیق ہے اس لئے وہ چاہتا ہے کہ اس کے بندے بھی شفیق ہوں ان کے دل میں نرمی ہو اس لئے حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ میں اپنی اولاد سے شفقت سے پیش آتا ہوں لہٰذا تم بھی اپنی اولاد سے محبت کیا کرو۔

ابوداؤد اور ترمذی میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَمْ يَرْحَمْ صَغِيْرَنَا وَيَعْرِفْ حَقَّ كَبِيْرَنَا

وہ شخص ہم میں سے نہیں جو چھوٹوں پر رحم نہ کرے اور ہمارے بڑوں کے حق کو نہ پہچانے۔

امام بخاری اپنی کتاب ''الادب المفرد'' میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک صاحب نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے ان کے ساتھ ایک بچہ بھی تھا، وہ اس کو اپنے سے چمٹا رہے تھے، تو آپ ﷺ نے ان سے پوچھا: کیا تمہیں اس بچہ پر رحم آتا ہے؟ انہوں نے جواب میں عرض کیا: جی ہاں، آپ ﷺ نے فرمایا:

فَاللّٰهُ أَرْحَمُ بِكَ مِنْكَ بِهٖ

اللہ تعالیٰ تم پر اس سے زیادہ رحم کرنے والا ہے جو تم اس بچہ پر کر رہے ہو اور وہ تو ارحم الراحمین ہے

نبی کریم ﷺ جب کسی بچے کو جانکنی کی حالت میں روح پرواز کرتے ہوئے دیکھتے تو صدمہ و دکھ اور بچوں پر رحم وشفقت کی وجہ سے آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے تھے، تا کہ امت کو رحم وشفقت و منزلت معلوم ہو۔

امام بخاری و مسلم حضرت اسامۃ بن زید رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: نبی کریم ﷺ کی صاحبزادی نے آپ کو پیغام بھیجا کہ میرے بیٹے کی جانکنی کی حالت ہے آپ آجایئے، نبی کریم ﷺ نے انہیں سلام کے ساتھ یہ پیغام بھیجا کہ:

اِنَّ لِلّٰہِ مَا أَخَذَ وَلَہٗ مَا أَعْطٰی ،وَکُلُّ شَیْئٍ عِنْدَہٗ بِأَجَلٍ مُّسَمًّی فَلْتَصْبِرْ وَلْتَحْتَسِبْ.

اللہ نے جو لیا وہ بھی اس کا ہے اور جو دیا وہ بھی اس کا ہے اور اس کے یہاں ہر چیز کا ایک وقت مقرر ہے اس لیے صبر کرو اور اجر کی امید رکھو۔

انہوں نے دوبارہ! اصرار کے ساتھ پیغام بھیجا کہ ضرور تشریف لایئے، تو آپ ﷺ کھڑے ہوگئے ساتھ میں حضرات سعد ابن عبادۃ، معاذ بن جبل، اُبی بن کعب و ام زید بن ثابت رضی اللہ عنہم اجمعین وغیرہ بھی تھے بچہ رسول اللہ ﷺ کو دیا گیا تو آپ ﷺ نے اسے گود میں لے لیا، اس کی سانس اکھڑ رہی تھی، آپ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

هذه رحمة جعلها اللّٰه تعالیٰ فی قلوب عباده

یہ اللہ کی رحمت ہے جو اس نے اپنے بندوں کے دلوں میں رکھ دی ہے۔

بچوں سے محبت، ان کی اصلاح سے نہ روکے

آج کل یہ عجیب منظر دیکھنے میں آتا ہے کہ ماں باپ کے اندر بچوں کو غلط باتوں پر ٹوکنے کا رواج ہی ختم ہوگیا ہے آج سے پہلے بھی ماں باپ بچوں سے محبت کرتے تھے لیکن وہ عقل اور تدبیر کے ساتھ محبت کرتے تھے لیکن آج کل یہ محبت اور لاڈ اس درجے تک پہنچ چکا ہے کہ بچے کتنے ہی غلط کام کرتے رہیں، غلط حرکتیں کرتے رہیں، لیکن ماں باپ ان غلطیوں پر ٹوکتے نہیں، ماں باپ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ نادان بچے ہیں ان کو ہر قسم کی چھوٹ ہے، ان کو روک ٹوک کرنے کی ضرورت نہیں، حالانکہ یہ سوچنا چاہئے کہ

وہ بچے نادان ہیں مگر ہم تو نادان نہیں ہیں، ہمارا فرض ہے کہ ہم ان کو تربیت دیں، اگر کوئی بچہ ادب کے خلاف تمیز کے خلاف یا شریعت کے خلاف کوئی غلط کام کر رہا ہے تو اس کو تنبیہ کرنا ماں باپ کے ذمے فرض ہے اس لئے کہ وہ بچہ اگر اسی طرح بدتہذیب بن کر بڑا ہو گیا تو اس کا وبال ماں باپ کے اوپر ہے کہ انہوں نے اس کو ابتداء سے اس کی عادت نہیں ڈالی۔

اچھی عادات پیدا کرنے کے سلسلے میں نفسیات کے چند قواعد

جب بچہ چار مہینہ کا ہو جاتا ہے اور ایک سال کی عمر مکمل ہونے کے بعد تو شرمانے کی عادت بچے میں صاف اور کھلی ہوئی نظر آنے لگتی ہے چنانچہ اگر اسکے سامنے کوئی نیا یا اجنبی آدمی آجائے تو وہ فوراً منہ پھیر لیتا ہے یا اپنی آنکھیں بند کر لیتا ہے یا اپنے دونوں ہاتھوں سے اپنا منہ چھپا لیتا ہے۔

اور تین سال کی عمر میں بچہ شرم کو اس وقت محسوس کرتا ہے جب وہ کسی نئی جگہ جاتا ہے تو بسا اوقات وہ تمام وقت اپنی ماں کی گود میں یا اس کے پاس بیٹھ کر گزار دیتا ہے اور اپنا ہونٹ تک نہیں ہلاتا۔

بچوں میں اور شرمیلے پن کا مرض موروثی اعتبار سے بھی اپنا رنگ دکھاتا ہے کے کم وزیادہ ہونے یا اس کے اعتدال پر رہنے میں ماحول کا بہت بڑا اثر ہوا کرتا ہے، اس لیے کہ جو بچے دوسروں کے ساتھ میل جول رکھتے اور ان کے ساتھ اٹھتے بیٹھتے ہیں وہ ان بچوں سے کم شرمیلے ہوتے ہیں جو دوسرے سے میل جول اور اٹھنا بیٹھنا نہیں رکھتے۔

اس مرض کا علاج اسکے بغیر نہیں ہوسکتا کہ ہم بچوں کو لوگوں کے ساتھ میل جول کا عادی بنائیں چاہیے اس سلسلہ میں اپنے دوستوں کو گھر پر بار بار بلا کر میل جول کی عادت ڈالیں، یا جب والدین اپنے دوستوں یا عزیزوں سے ملنے جائیں تو بچوں کو بھی

اپنے ساتھ لے جائیں، یا نرمی سے ان میں اس کی عادت پیدا کریں کہ وہ دوسروں سے بات چیت کیا کریں خواہ وہ لوگ جن سے بات کی جارہی ہے وہ بڑے ہوں یا چھوٹے۔

بلاشبہ بچوں کواس کا عادی بنانے سے ان کے نفوس میں شرمیلا پن کم ہو جائے گا اوران میں خود اعتمادی پیدا ہوگی اوران میں یہ جرأت پیدا ہوگی کہ وہ ہمیشہ بلاکسی ہچکچاہٹ اورکسی ملامت کرنے والے کی پرواہ کئے بغیر حق بات کہہ سکیں۔

سادہ لباس پہنائیں

عید کے موقع پر حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے اپنے ایک بیٹے کو پرانے کپڑے پہنے دیکھا تو ان کی آنکھیں آنسوؤں میں ڈبڈبا گئیں، ان کے صاحبزادے نے انہیں دیکھ لیا اوران سے پوچھا: اے امیر المؤمنین! آپ کو کس چیز نے رلا دیا ہے؟

توانہوں نے جواب دیا: میرے بیٹے! مجھے ڈر ہے کہ جب دوسرے لڑکے تمہیں ان پرانے کپڑوں میں دیکھیں گے تو اس سے تمہارا دل ٹوٹ جائے گا؟

تو اس لڑکے نے جواب دیا کہ: اے امیر المؤمنین! دل تو اس شخص کا ٹوٹتا ہے جس سے اللہ تعالیٰ ناراض ہو، یا جو اپنے ماں باپ کا نافرمان ہو اور مجھے تو یہ امید ہے کہ آپ کی رضامندی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ بھی مجھ سے راضی ہوں گے۔

بچوں کو تمیز اور بات کرنے کے آداب سکھانا

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی خلافت کے ابتدائی ایام میں مختلف وفود اطراف عالم سے انہیں مبارک باد دینے آئے، چنانچہ اہل حجاز کے وفد میں سے جو شخص مبارک باد دینے آگے بڑھا وہ ایک چھوٹا لڑکا تھا جس کی عمر گیارہ سال بھی نہ ہوگی، وہ آگے بڑھا تو حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اس سے کہا: تم واپس ہو جاؤ اور تمہارے بجائے کوئی عمر رسیدہ آدمی آگے آئے۔

تو وہ لڑکا یوں گویا ہوا: اللہ تعالیٰ امیر المؤمنین کا مددگار ہو، انسان اپنے جسم کی دو چھوٹی سی چیزوں سے عبارت ہے، ایک اس کا دل اور دوسری اس کی زبان پس جب اللہ تعالیٰ کسی شخص کو بولنے والی زبان اور محفوظ رکھنے والا دل عطا فرمادے تو وہ بولنے اور بات چیت کرنے کا حقدار ہوگیا، اور اے امیر المؤمنین اگر دار ومدار عمر پر ہی ہوتا تو اس وقت آپ سے زیادہ اس کرسی کے حقدار لوگ امت میں موجود ہیں۔

خلیفہ عمر اس کی بات سن کا بہت متعجب ہوئے۔

ایک مرتبہ خلیفہ مأمون اپنے دیوان گاہ میں تشریف لے گئے تو ایک نوعمر لڑکے کو کان پر قلم رکھے ہوئے دیکھا تو اس سے پوچھا: تم کون ہو؟ اس نے کہا میں آپ کی حکومت کا پروردہ، آپ کی نعمتوں میں صبح وشام کرنے والا، آپ کی خدمت کا امیدوار حسن بن رجاء ہوں، خلیفہ مأمون اس کے حسنِ انداز وخوش بیانی سے بڑے خوش ہوئے اور فرمایا: فی البدیہ عمدہ جواب دینے سے عقلوں کا فرق ظاہر ہوتا ہے اس لڑکے کو اس کے موجودہ عہدہ سے بڑے عہدے پر ترقی دے دو۔

حیا اور شرمندگی میں فرق

شرمندگی نام ہے بچے کے دوسروں کی ملاقات سے بھاگنے اور دور ہونے اور اس سے کنارہ کشی کرنے کا۔

اور حیاء نام ہے بچے کے اسلامی آداب اور فضل وکمال اور اخلاق کے طریقوں پر عمل کرنے کا۔

لہٰذا شرم اس کا نام نہیں ہے کہ ہم شروع سے ہی بچے کو اس کا عادی بنادیں کہ وہ ناپسندیدہ چیزوں کے ارتکاب اور گناہوں کے کرنے سے شرم کرنے لگے۔

اور نہ یہ کہ ہم بچے کو بڑوں کے احترام کرنے اور محرمات سے نگاہ کو ہٹانے اور کانوں کو ناپسندیدہ باتوں کے چسکے سے سننے یا نامحرم کو دیکھنے کا عادی بنادیں۔

اور نہ ہی شرم اس کا نام ہے کہ ہم بچے کو اس کی عادت ڈال دیں کہ وہ اپنی زبان

کو باطل میں مشغول رکھنے سے بچائے اور اپنے پیٹ کو حرام غذا سے بچائے اور اپنے وقت کو اللہ کی طاعت وفرمانبرداری اور اس کی رضامندی کے حصول میں صرف کرے۔

حیاء کے یہ معنی ہی تو نبی کریم ﷺ نے اپنے اس فرمان مبارک میں مراد لیے ہیں جس میں آپ نے ارشاد فرمایا:

استحیوا من اللّٰہ حق الحیاء

اللہ سے ایسی حیاء کرو جو اس سے حیاء کرنے کا حق ہے۔

تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ہم تو الحمد للہ اللہ سے حیاء کرتے ہیں۔ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

یہ حیاء نہیں ہے: اللہ تعالیٰ سے حیاء کرنا درحقیقت یہ ہے کہ تم سر اور اس میں جو اعضاء ہیں ان کی حفاظت کرو اور پیٹ اور جس پر وہ مشتمل ہے اس کی حفاظت کرو اور موت اور بوسیدہ ہونے کو یاد رکھو، اور جو شخص آخرت کا طلب گار ہوتا ہے وہ دنیا کی زینت کو چھوڑ دیتا ہے، اور آخرت کو دنیا پر ترجیح دیتا ہے، لہذا جو شخص ایسا کرے گا تو اس نے اللہ تعالیٰ سے وہ حیاء کی جو حیاء کرنا چاہیے۔ (ترمذی)

بچوں کا ڈرنا

خوف وڈر ایک ایسی نفسیاتی حالت ہے جو بڑوں چھوٹوں عورتوں مردوں سب کو پیش آتی ہے اور کبھی کبھی یہ عادت قابل تعریف ومستحسن ہو جاتی ہے اگر وہ بچوں میں طبعی حدود کے دائرہ میں ہو اس لیے کہ یہ عادت بچے کو بہت سے حوادث سے بچانے کا ذریعہ اور بہت سے مشکلات وآفات سے دور رکھنے کا سبب بنتی ہے۔

لیکن اگر یہی خوف عام حد سے بڑھ جائے اور فطری حدود سے زیادہ ہو جائے تو اس سے بچے میں نفسیاتی بے چینی پیدا ہو جاتی ہے اور ایسے وقت میں یہ عادت ایک نفسیاتی مسئلہ بن جاتی ہے جس کا دور کرنا اور اس کے بارے میں اہتمام کرنا ضروری ہو جاتا ہے

بچوں کی نفسیات کے خصوصی ماہر لکھتے ہیں کہ بچہ میں اسکی عمر کے پہلے سال کبھی کبھی خوف کی علامات ظاہر ہوتی ہیں اور یہ اس وقت جب اچانک شوروغل ہو یا کوئی چیز اچانک گر جائے اور اس طرح کی کوئی اور چیز پیش آجائے تقریباً چھٹے مہینہ سے یہ ہوجاتا ہے کہ جب کوئی اجنبی اور نیا آدمی آجائے تو بچہ اس سے ڈرنے لگتا ہے پھر جب بچہ تیسرے سال میں داخل ہوتا ہے تو وہ بہت سی چیزوں سے ڈرنے لگتا ہے مثلاً حیوانات، گاڑیوں، پست ونشیبی جگہیں، پانی اور اس طرح کی دوسری چیزیں۔

عام طور سے بچوں کی بنسبت بچیاں زیادہ خوف کا اظہار کرتی ہیں اور عام طور سے یہ خوف وڈر بچے کے تخیل پر زیادہ مبنی ہوتا ہے چنانچہ بچہ جتنا زیادہ سوچنے کا عادی ہوگا اتنا ہی زیادہ اس میں خوف کا مادہ ہوگا۔

خوف دور کرنے کا علاج

۱۔ بچے کو شروع ہی سے اللہ پر ایمان اور اس کی عبادت اور ہر پیش آمدہ چیز پر اللہ کے سامنے گردن جھکانے کی تربیت دینا، اور بلاشبہ اگر بچے کی تربیت ان ایمانی حقائق کے مطابق ہو اور اس کو ان روحانی وبدنی عبادات کا عادی بنادیا جائے تو وہ کسی بھی ابتلاء کے وقت نہ خوف زدہ ہوگا اور نہ کسی مصیبت پر جزع فزع کرے گا، قرآن کریم اسی جانب ہماری رہنمائی کرتا ہے چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ الْاِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوْعًا اِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوْعًا وَاِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوْعًا اِلَّا الْمُصَلِّيْنَ الَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ دَآئِمُوْنَ

(المعراج . ۱۹ تا ۲۳)

انسان بے ہمت پیدا ہوا ہے کہ جب اسے تکلیف پہنچتی ہے تو جزع فزع کرنے لگتا ہے، اور جب اسے خوشحالی پہنچتی ہے تو بخل کرنے لگتا ہے ہاں البتہ وہ نمازی (اس حکم میں داخل نہیں) جو اپنی نماز میں برابر لگے رہتے ہیں۔

۲۔ بچے کو تصرفات کی آزادی دینا چاہیے، اور اس پر ذمہ داری ڈالنا چاہیے، اور

اس کی عمر کے مطابق مختلف کاموں کا اس پر بار ڈالنا چاہیے، تا کہ وہ بھی نبی کریم ﷺ کے مندرجہ ذیل فرمانِ مبارک کے عموم میں داخل ہو جائے:

كُلُّكُمْ رَاعٍ وَ كُلُّكُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ (بخاری ومسلم.

تم میں سے ہر شخص نگہبان ہے اور تم میں سے ہر شخص سے اس کی رعایا کے بارے میں پوچھا جائے گا۔

۳۔ بچوں کو جن بھوت، چڑیل، بجو، چور، ڈاکو، شیر، کتے وغیرہ سے نہ ڈرانا، اور خصوصاً رونے کے وقت تا کہ بچہ خوف وڈر کے سایے سے بھی دور رہے اور شروع سے ہی بہادری جرأت پر پلے بڑھے، اور اس میں اقدام کی عادت ہو، اور اس بہترین جماعت میں شامل ہو سکے جس کی جانب رسول اکرم ﷺ نے رہنمائی کی ہے، چنانچہ اما مسلم روایت کرتے ہیں:

اَلْمُؤْمِنُ الْقَوِیُّ خَيْرٌ وَأَحَبُّ اِلَى اللّٰهِ مِنَ الْمُؤْمِنِ الضَّعِيْفِ

کمزور وضعیف مؤمن کی بنسبت طاقتور مؤمن اللہ کے یہاں زیادہ بہتر وزیادہ محبوب ہے۔

۴۔ بچہ جب سمجھدار وعقلمند ہو جائے تو اس کو اسی وقت سے عملی طور سے دوسروں کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے ومیل جول رکھنے اور ملاقات کرنیکا موقعہ دینا چاہیے تا کہ وجدانی طور پر بچہ یہ محسوس کرے کہ وہ جس سے ملتا اور شناسائی پیدا کرتا ہے اس کی نظر شفقت ومحبت کے لائق اور قابل احترام ہے تا کہ وہ ان لوگوں میں شامل ہو جن کا تذکرہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے درج ذیل فرمانِ مبارک میں کیا ہے:

المؤمن آلف مألوف، ولا خير فيمن لايألف ولا يؤلف وخير الناس أنفعهم للناس (حاكم وبيهقي)

مؤمن الفت رکھنے والا ہوتا ہے اور اس سے الفت رکھی جاتی ہے اور ایسے شخص میں کوئی خیر وبھلائی نہیں جو نہ دوسروں سے الفت رکھے اور نہ دوسرے اس سے الفت

رکھیں اور لوگوں میں بہترین آدمی وہ ہے جو لوگوں کو زیادہ نفع دیتا ہو۔

اور علماءِ نفس وتربیت کی نصیحتوں میں سے یہ بھی ہے کہ: اس میں کوئی مضائقہ نہیں کہ بچہ جس چیز سے ڈرتا ہو اس سے ہم اس کو اور زیادہ متعارف کرائیں، چنانچہ اگر وہ اندھیرے سے ڈرتا ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں کہ ہم اس سے اس طرح دل لگی کریں کہ پہلے بتی بجھادیں پھر جلادیں، اور اگر وہ پانی سے ڈرتا ہو تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں کہ ہم اس کو یہ موقعہ فراہم کردیں کہ وہ کسی چھوٹے برتن یا اور کسی چیز میں تھوڑے سے پانی سے کھیلے، اور اگر وہ بجلی کی کسی مشین وغیرہ مثلاً اگر صفائی کی بجلی کی مشین سے ڈرتا ہو تو ہم اس کے بعض اجزاء اس کو کھیلنے کے لیے دے دیں اور پھر پوری مشین اس کو کھیلنے کیلئے تھمادیں، اور اسی طرح دوسری چیزیں بھی۔

بچوں کے بہادری کے چند واقعات

جنگ احد میں مشرکوں سے لڑنے کے لیے جب مسلمان تیار ہوئے تو نبی کریم ﷺ کے سامنے لشکر کو پیش کیا گیا، آپ نے دیکھا کہ لشکر میں کچھ نوعمر ایسے لڑکے بھی ہیں جو ابھی تک بالغ نہیں ہوئے ہیں، اور انہوں نے خود کو مردوں کے ساتھ ملا دیا ہے تاکہ اعلاءِ کلمۃ اللہ کے لیے وہ خود بھی مجاہدین کے ساتھ شامل ہوجائیں، یہ دیکھ کر نبی کریم ﷺ نے ان پر رحم کھایا اور ان میں سے جس کو زیادہ چھوٹا محسوس کیا اسے واپس کردیا۔

نبی کریم ﷺ نے جن حضرات کو واپس لوٹایا ان میں سے حضرت رافع بن خدیج اور حضرت سمرۃ بن جندب ؓ بھی تھے، لیکن جب آپ سے یہ عرض کیا گیا کہ: رافع تیرانداز ہیں بہت اچھی تیراندازی کرتے ہیں تو آپ نے ان کو اجازت دے دی، یہ دیکھ کر حضرت سمرہ رونے لگے اور اپنے سوتیلے والد سے عرض کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے رافع کو تو اجازت دے دی ہے اور مجھے واپس کردیا ہے حالاں کہ میں تو رافع کو پچھاڑ دیا کرتا ہوں، یہ خبر رسول اکرم ﷺ کو بھی پہنچی تو آپ نے ان دونوں کو لڑنے کا

حکم دیا، اور حضرت سمرہ غالب رہے تو آپ ﷺ نے انہیں بھی اجازت دے دی۔

بخاری و مسلم حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ میں جنگ بدر کے موقعہ پر صف میں کھڑا ہوا تھا، میں نے اپنے دائیں اور بائیں دیکھا تو کیا دیکھا کہ میں انصار کے دو نوعمر لڑکوں کے درمیان کھڑا ہوں (میرا دیکھنا ان بچوں نے تاڑ لیا) اور ان میں سے ایک نے آنکھ کے اشارے سے مجھ سے کہا کہ چچا جان! کیا آپ ابوجہل کو پہچانتے ہیں؟ میں نے عرضکیا: جی ہاں! لیکن تمہیں اس سے کیا کام ہے؟ اس لڑکے نے کہا کہ مجھے یہ معلوم ہوا ہے کہ وہ شخص رسول اللہ ﷺ کو برا بھلا کہتا ہے، قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ اگر میں نے اسے دیکھ لیا تو میں اُن سے اس وقت تک الگ نہ ہوں گا جب تک کہ ہم دونوں میں سے جس کو پہلے مرنا ہے وہ مر نہ جائے یہ بات سن کر مجھے بہت تعجب ہوا، اودوسرے نے بھی مجھے اشارہ کیا اور اسی طرح کی بات کہی، کچھ دیر کے بعد ہی میری نظر ابوجہل پر پڑی وہ لوگوں کے درمیان چل رہا تھا۔

میں نے کہا: کیا تم دونوں دیکھ نہیں رہے ہو، یہی تو وہ شخص ہے جس کے بارے میں تم دونوں مجھ سے ابھی پوچھ رہے تھے۔ یہ سننا تھا دونوں تلواریں لے کر اس جھپٹ پڑے اور اس سے لڑے یہاں تک کہ اسے قتل کر ڈالا اور پھر واپس آکر نبی کریم ﷺ کو اس واقعہ کی اطلاع دی، تو آپ ﷺ نے پوچھا: اسے تم دونوں میں سے کس نے قتل کیا ہے؟ دونوں میں سے ہر ایک نے کہا کہ میں نے اسے مارا ہے، آپ نے پوچھا، کیا تم دونوں نے اپنی اپنی تلواروں کو پونچھ لیا ہے، ان دونوں نے عرض کیا: جی نہیں، راوی فرماتے ہیں کہ پھر نبی کریم ﷺ نے دونوں تلواریں دیکھیں اور فرمایا: تم دونوں ہی نے اسے قتل کیا ہے، اور ابوجہل کا چھوڑا ہوا سامانِ جنگ وغیرہ معاذ بن عمر بن الجموع اور معاذ بن عفراءؓ دونوں کو دینے کا فیصلہ کیا۔

ابن ابی شیبہ امام شعبی سے روایت نقل کرتے ہیں کہ جنگ احد کے موقعہ پر ایک

عورت نے اپنے لڑکے کو تلوار تھمائی لیکن وہ اسے اٹھانہ سکا، تو اس عورت نے وہ تلوار بٹے ہوئے چمڑے کے ذریعہ اس کے کاندھے پر باندھ دی اور پھر اس کو لے کر نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول، میرا یہ بچہ آپ کی طرف سے جنگ کرے گا، تو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: بیٹے ادھر حملہ کرو، بیٹے ادھر سے حملہ کرو، لڑائی میں وہ زخمی ہو کر گر گیا تو اسے نبی کریم ﷺ کی خدمت حاضر کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: بیٹا شاید تم گھبرا گئے ہوگے، تو لڑکے نے عرض کیا: جی نہیں اے اللہ کے رسول۔

ابن سعد نے طبقات میں اور بزار اور ابن الاثیر نے الاصابۃ میں حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ میں نے اپنے بھائی عمیر بن ابی وقاص کو جنگ بدر کے موقعہ پر نبی کریم ﷺ کے سامنے آنے سے گریز کرتے ہوئے دیکھا، تو میں نے ان سے پوچھا بھائی آپ کو کیا ہو گیا ہے؟ انہوں نے کہا: مجھے ڈر ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ مجھے رسول اللہ ﷺ دیکھ لیں اور پھر مجھے واپس لوٹا دیں، حالاں کہ میں تو جنگ کے لیے جانا چاہتا ہوں ہوسکتا ہے اللہ تعالیٰ مجھے شہادت عطا فرمادیں، حضرت سعد فرماتے ہیں کہ پھر ان کو رسول اللہ ﷺ کے سامنے پیش کیا گیا تو آپ ﷺ نے انہیں کم عمری کی وجہ سے واپس لوٹا دیا، تو وہ رونے لگے یہ دیکھ کر آپ ﷺ نے انہیں جنگ میں جانے کی اجازت دے دی۔

(حق نمبر ۱۱)

اولاد کو بری صحبت سے بچانا

اولاد کی تربیت میں آج کل ہماری سب سے بڑی کمزوری یہ ہے کہ اخلاقی تربیت پر بالکل دھیان نہیں دیا جاتا یعنی اولاد کی رفتار و گفتار کیسی ہے اور ان کا اٹھنا بیٹھنا کیسے لڑکوں کے ساتھ ہے۔ اس کا تو بالکل خیال نہیں کیا جاتا حالانکہ معاشرہ اور سوسائٹی اور مجلس کے ساتھیوں کے اثرات ضرور ایک دوسرے پر پڑتے ہیں، اس لئے کہ حدیث

پاک میں ہے کہ ''انسان اپنے دوست کے راستے پر ہوتا ہے، لہٰذا تم میں سے ہر ایک یہ دیکھے کہ وہ کس کو دوست بناتا ہے'' (ترمذی)۔ اسلئے اگر اولاد کا اٹھنا بیٹھنا اچھے اخلاق والے لڑکوں کے ساتھ ہوگا تو اچھے نتائج پیدا ہونگے۔ برے لڑکوں کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے سے برے اخلاق پیدا ہونگے۔ مثلا ایک لڑکا نمازی ہے اس کی رفتار وگفتار میں سکون اور وقار ہے۔ بڑوں سے ادب واحترام سے ملتا ہے۔ ساتھیوں سے سلام دعا کے ساتھ پیش آتا ہے تو اگر اس کے ساتھ کوئی دوسرا لڑکا اٹھے بیٹھے گا تو اس کے دل میں بھی نماز کی رغبت پیدا ہوگی۔ بڑوں کیساتھ اچھے اخلاق سے پیش آنے اور ساتھیوں سے سلام ودعا سے پیش آنے کے اثرات پیدا ہوں گے۔

اسی طرح اگر ایک لڑکا کھیل کا عادی ہے تو جو لڑکا اس کے ساتھ اٹھے بیٹھے گا وہ بھی کھیل کا عادی بنے گا بلکہ اگر تاجر کے لڑکے سے اٹھنا بیٹھنا ہوگا تو اس کے ذہن میں تجارت کے اثرات پیدا ہوں گے۔ اگر کسی عہدہ دار کے لڑکے کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا ہوگا تو اس کے اندر عہدے دار کے لڑکے کے اثرات پیدا ہوں گے اور اگر بدمعاش اور بدچلن لڑکے کے ساتھ چلے گا تو دوسرا لڑکا بھی بدمعاش اور بدچلن بنے گا۔

اسی لئے والدین کے ذمہ یہ ضروری ہے کہ اولاد کی روش کی نگرانی کریں اور کن لڑکوں اور لوگوں کے ساتھ ان کا اٹھنا بیٹھنا ہے اس کو دیکھا کریں۔ بدچلن لڑکوں کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے سے ان کو روکیں اور حکمت سے سمجھائیں۔ اخلاق بگاڑنے والے لڑکوں کے ساتھ چلنے پھرنے کی اجازت بالکل نہ دیں۔ اگر شروع ہی سے اس کا خیال نہیں کیا گیا تو جب اولاد کو بدچلنی کی عادت پڑ جائے گی تو پھر اس کی اصلاح کرنے میں خاصی دشواریاں پیدا ہوں گی۔ بعض اوقات ناقابلِ اصلاح عادات وبرے اخلاق پیدا ہونے کی وجہ سے زندگی، معاشرے اور سب عزیز واقارب کے لئے دردِ سر بن کر رہ جاتے ہیں، اسلئے اپنی اولاد کو بدکردار اور اوباش لڑکوں کی صحبت سے حتی الامکان بچانا انتہائی ضروری ہے۔

(حق نمبر۱۲)

اولاد کی اخلاقی خرابی کے اسباب پر نظر رکھنا

بچوں کو خراب کرنے اور ان کے اخلاق کے بگڑنے اور بے راہ روی کا جو سب سے بڑا ذریعہ وسبب بنتا ہے وہ ہے والدین کا بچہ کی تربیت سے کنارہ کش ہونا اور اس کی تربیت کی طرف توجہ نہ دینا۔ ہمیں یہ ذہن نشین رکھنا چاہیے کہ ہم ماں کے درجہ اور ذمہ داری سے غافل نہ ہوں اس لیے کہ ماں اس امانت کی بڑی ذمہ دار ہے۔ اس کے ذمہ دیکھ بھال اور بچوں کی تربیت اور نگرانی اور رہنمائی کی بڑی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ واقعی کسی نے بہت خوب کہا ہے۔

الأم مدرسة اذا أعد دتها : أعددت شعبا طيب الأعراق

ماں درحقیقت ایک مدرسہ ہے اگر تم نے اسے تیار کرلیا تو تم نے ایک پاک صاف قوم کو تیار کرلیا۔

اس لیے ذمہ داری اور مسؤلیت کے سلسلہ میں باپ کی طرح ماں بھی مسؤل اور ذمہ دار ہے، بلکہ ماں کی ذمہ داری زیادہ اہم اور زیادہ نازک ہے، اس لیے کہ ماں ولادت سے جوان ہونے تک بچہ کے ساتھ رہتی ہے اور وہ اس وقت تک اس کی پرورش کرتی رہتی ہے جب تک کہ وہ جوان ہوکر ذمہ داریاں اٹھانے والا اور معاشرہ کا ذمہ دار شخص نہ بن جائے۔ اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے مسؤل اور ذمہ دار کی حیثیت سے ماں کا مستقل تذکرہ کیا ہے فرمایا:

والأم رواعية في بيت زوجها ومسئولة عن رعيتها

ماں اپنے شوہر کے گھر کی رکھوالی ہے اور اس سے اس کی رعایا کے بارے میں باز پرس ہوگی۔

اس کا مقصد ہی یہ ہے کہ اس کو یہ محسوس ہوجائے کہ اسے بچوں کی تربیت اور معاشرہ کی تعمیر کے لیے باپ کا ہاتھ بٹانا اور اس کی معاونت کرنا چاہیے، اور اگر بچوں کی

تربیت کے سلسلہ میں ماں اپنے فرائض میں کوتاہی کرے گی، اور اپنی سہیلیوں، جان پہچان والوں، مہمانوں اور ادھر اُدھر آنے جانے میں لگی رہے گی، اور باپ بچوں کی تربیت اور دیکھ بھال کے سلسلہ میں اپنی ذمہ داری محسوس نہیں کرے گا۔ اور اپنا فارغ وقت گھومنے پھرنے اور دوستوں اور ساتھیوں کے ساتھ مجالس میں بیٹھ کر چائے پانی میں ضائع کردے گا تو پھر لازمی طور سے بچوں کی تربیت یتیموں کی طرح ہوگی اور وہ آوارہ بچوں کی طرح گھومیں پھریں گے اور فساد کا ذریعہ بن جائیں گے۔

بچوں کی اخلاقی خرابی کے بہت سے اسباب ہیں۔ یہاں بطورِ مثال چند ذکر کردینا مناسب ہوگا تاکہ تربیتِ اولاد کے سلسلے میں غور وفکر میں کام دے سکیں۔

(۱) بچوں کو برے ساتھیوں سے ملنے کی آزادی دے دینا۔

(۲) بچوں کی نگرانی نہ کرنا اور باز پرس نہ کرنا۔

(۳) بچوں کی تعلیم وتربیت کے مقابلے میں زیادہ تر اوقات کھیل کود میں صرف کردینے کا موقع دینا۔

(۴) بچوں کو فلمیں دیکھنے میں اپنے ساتھ شریک کرنا خصوصاً گندی فلمیں دیکھنے کی اجازت دینا کیونکہ جو آزادی اور بے حیائی فلمی عورتوں اور مردوں میں عموماً ہوتی ہے بچوں میں ان چیزوں کا منتقل ہونا یقینی بات ہے۔ فلموں کے دیکھنے سے کتنے ہی بڑی عمر کے لوگ بگڑے ہوئے ہیں تو معصوم بچوں کا بگڑنا بالکل ظاہر ہے ایسے ماں، باپ کو احساس تک نہیں ہوتا کہ بچے بگڑتے جارہے ہیں اور ماں، باپ خود اپنے ہاتھوں سے ان کے اخلاق کو خراب کررہے ہیں۔

موجودہ زمانہ میں فحش فلمیں دیکھنے کے لئے گھر سے باہر نکلنے کی ضرورت ہی نہیں۔ ماں، باپ نے گھر ہی کے اندر اس کا انتظام کررکھا ہے۔ چنانچہ ٹی وی، وی سی آر، انٹرنیٹ، اکثر گھروں میں موجود ہیں۔ ظاہر بات ہے کہ جب ماں، باپ نے اپنے معصوم اور صاف ذہن کے بچوں کو ان کے جذبات بھڑکانے والی گندی فلمیں

اور عریاں و نیم عریاں مرد و عورتوں کی فحش حرکات پر مشتمل ڈرامے دیکھنے اور دکھانے کا انتظام کر رکھا ہے۔ وہ بچے کیسے اچھے اخلاق کی تعلیم پائیں گے اور کس طرح بہترین اور اچھے اخلاق کے مالک بنیں گے۔

(۵) گھر میں فحش رسالے، کتابچے اور ڈائجسٹ رکھنا یا بچوں کو ایسی شرم ختم کرنے والی کتابوں یا رسالوں کے مطالعے کی اجازت دینا۔

(۶) اسکولوں اور ٹیوشن سینٹروں میں تعلیم پانے والے بچوں اور بچیوں کو آزاد چھوڑ دینا راستے میں یا تعلیم گاہوں میں بد اخلاق لڑکوں کو لڑکیوں سے دور رکھنے کی کوشش نہ کرنا بلکہ ان کے باہم ملنے ملانے کو برا نہ سمجھنا بچوں بچیوں میں برائی پھیلنے کا ایک سبب ہے کہ تعلیم گاہوں میں دونوں کا اختلاط ہوتا ہے۔ بے شمار برائیاں اور فسادات اسی سے پھیلتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو ہدایت دے اور ان باتوں کی سمجھ عطا فرمائے۔

غرض ماں باپ کو اپنے بچوں کی تربیت کے سلسلے میں ان سب باتوں کی طرف توجہ دینا چاہئے تاکہ شروع ہی سے اخلاق کی نگرانی ہو سکے۔ سمجھانے ڈانٹنے پر ہی ان کی اصلاح ہو سکتی ہے ورنہ بڑے ہونے کے بعد نہ سمجھانا مفید ہوگا، نہ ہی ڈانٹ ڈپٹ بلکہ بعض دفعہ الٹا اثر ہونے لگتا ہے۔

(حق نمبر ۱۳)

بچوں کو تمیز اور بات کرنے کے آداب سکھانا

بہت سے چھوٹے بچوں کو دیکھا گیا ہے کہ وہ شکل و صورت سے اتنے پیارے اور معصوم لگتے ہیں کہ بے اختیار ان سے بات کرنے کو دل چاہتا ہے مگر جب ان سے گفتگو کی جائے تو بڑی شرمندگی ہوتی ہے کیونکہ بچے اس طرح بدتمیزی اور بے ادبی سے بات کرتے ہیں کہ ان کو احساس ہی نہیں ہوتا کہ وہ کسی بڑے سے بات کر رہے ہیں اور بات کرتے ہوئے ادب کا لحاظ رکھا جائے "تو" اور "تم" سے اپنی گفتگو شروع کرتے ہیں جس سے سننے والے پر کوئی اچھا اثر نہیں پڑتا اور وہ ضرور یہ سوچتا ہے کہ

بچے کے ماں باپ نے بچے کو بڑوں کے ساتھ گفتگو کرنے کی تمیز نہیں سکھائی اگر بچے کو ادب سے بولنا سکھایا ہوتا تو بچہ کبھی بے ادبی اور بد تمیزی سے گفتگو نہ کرتا۔ چونکہ بچے کو بے ادبی سے بولنے کی عادت گھر سے ہی پڑی ہوتی ہے اور کسی نے اسے بے ادبی سے گفتگو کرنے سے منع نہیں کیا ہوتا "تم" کے بجائے "آپ" کہنا نہیں سکھایا ہوتا اس لئے بچہ بڑی روانی سے بے ادبی سے گفتگو کرتا چلا جاتا ہے اس میں بچے کا کوئی قصور نہیں ہوتا اس کی اولین درس گاہ ماں کی گود اور گھر کا ماحول ہوتا ہے اگر اسے اپنی اولین درس گاہ سے ادب کا سبق ملا ہوتا تو وہ کبھی بے ادبی سے کلام نہ کرتا۔

حقیقت یہ ہے کہ گھر میں جس طرح بچے کو مخاطب کر کے بات کی جائے گی وہی انداز بچے کی عادت میں شامل ہو جائے گا یہ کبھی نہیں ہو سکتا کہ گھر میں "تو" اور "تم" کے الفاظ سے بچے کو مخاطب کیا جائے اور بچے سے یہ توقع رکھی جائے کہ وہ بڑوں کے ساتھ یا اپنے بہن بھائیوں کے ساتھ بات کرتے ہوئے "تو" اور "تم" کے بجائے "آپ" کے لفظ سے مخاطب ہوا کرے گا اس لئے والدین کے لئے یہ لازم ہے کہ وہ خود بھی اور گھر کے افراد کو بھی اس بات کے لئے تیار کریں کہ وہ جب بھی بچے کے ساتھ گفتگو کریں یا کسی دوسرے سے مخاطب ہوں تو ہمیشہ ادب کو ملحوظِ خاطر رکھتے ہوئے۔ "آپ" کا لفظ استعمال کریں۔

(حق نمبر ۱۴)

اولاد کو آزاد نہ چھوڑنا

بری صحبت بچوں کی فطری صلاحیتوں کو زنگ آلود کر دیتی ہے جو لڑکے غلط صحبت میں پڑ جاتے ہیں، وہ کند ذہن، کمزور عقیدے اور کمزور اخلاق کے مالک ہوتے ہیں اور بروں کی عادتیں بہت جلد اپنا لیتے ہیں۔ بدکردار اور آوارہ قسم کے لڑکوں کے ساتھ رہ کر ان میں بھی آوارگی اور بد اخلاقی پیدا ہو جاتی ہے اور آخر کار یہ بدترین قسم کے مجرم ثابت ہوتے ہیں۔ بے راہ روی اور آوارگی ان کی فطرت میں داخل ہو جاتی ہے۔

پھر ایک وقت ایسا آتا ہے کہ ان کو راہِ راست پر لانا قطعی طور پر ناممکن ہو جاتا ہے اور یہ گمراہی اور بدبختی کے گڑھے میں جا گرتے ہیں۔

اسلام سرپرستوں اور والدین کو یہ تلقین کرتا ہے کہ وہ اپنی اولاد کی پوری طرح نگرانی کریں اور جب یہ تمیز کی عمر کو پہنچ رہے ہوں یعنی بالغ ہو رہے ہوں تو پھر ان پر خاص طور سے کڑی نظر رکھنی چاہئے۔ انہیں دیکھنا چاہئے کہ ان کی اولاد کس قسم کے لڑکوں اور دوستوں سے میل جول رکھتی ہے۔ صبح کہاں جاتے ہیں اور شام کہاں جاتے ہیں کہیں جاتے ہیں تو کیا کرنے جاتے ہیں۔

بدکردار لوگوں اور خراب ساتھیوں سے بچنے کے سلسلے میں اسلام نے جو تعلیمات پیش کی ہیں اور برے ساتھیوں کی رفاقت سے بچنے کا جو حکم دیا ہے اس سلسلے میں صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے:

''نیک ساتھیوں اور برے ہم نشین کی مثال مشک والے اور بھٹی میں دھونکنے والے شخص کی سی ہے جس کے پاس کستوری مشک ہوتی ہے یا وہ تمہیں تحفۃً خوشبو دے گا یا پھر تم خود اس سے خوشبو خرید لوگے، ورنہ کستوری مشک کی خوشبو سے تم محظوظ تو ضرور ہوگے اور بھٹی میں دھونکنے والا شخص یا تو تمہارے کپڑے جلا دے گا یا پھر تمہیں اس سے بدبو آئے گی۔

رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد بھی ہے کہ:

''برے ساتھی سے دور رہو اس لئے کہ وہ تمہاری پہچان کا ذریعہ ہے''۔

والدین کو چاہئے کہ وہ اللہ پاک کے ان ارشادات اور رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات پر عمل پیرا ہو جائیں تا کہ ان کی اولاد اچھے اخلاق سے آراستہ ہو، معاشرے میں ان کی ہر کوئی تعریف کرے اور یہ امتِ مسلمہ کے لئے نیکی اور خیر کی علامت بن جائیں۔ یہ اصلاح اور ہدایت کے علمبردار بن جائیں، ان کے سنور جانے سے پورا معاشرہ سنور جائے گا۔ پوری امتِ مسلمہ ان کے نیک اعمال اور اچھی عادتوں پر فخر کرے گی۔

(حق نمبر ۱۵)

اولاد کو حضور ﷺ کی محبت اور اتباعِ سنّت کی ترغیب دینا

بچے کی اخلاقی تربیت کا عظیم جزء یہ ہے کہ اسے رسول کریم ﷺ اور دیگر انبیاء علیہم السلام کی محبت سے جوڑ دیا جائے، باپ اور مربی پر لازم ہے کہ اس کے سامنے حیاتِ انبیاء علیہم السلام کے اہم پہلو اجاگر کرے۔

والدین کے لئے لازم ہے کہ وہ بچوں کو یہ بات بتائیں کہ رسول اللہ ﷺ اور دیگر انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام تمام مخلوقات میں برگزیدہ ترین ہیں، وہ اللہ کے اولیاء اور اس کے مخصوص ومنتخب بندے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ساری مخلوق میں صرف انہی کو چنا اور پسند کیا اور ان کو اپنا پیغمبر بنایا۔ ارشادِ ربانی ہے:

﴿اَللّٰهُ يَصْطَفِیْ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا وَّمِنَ النَّاسِ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ بَصِيْرٌ﴾. (سورۃ الحج: ۷۵)

(ترجمہ:) ''اللہ تعالیٰ منتخب کر لیتا ہے فرشتوں میں سے احکام پہنچانے والے اور اسی طرح آدمیوں میں سے تحقیق اللہ تعالیٰ خوب سننے والا خوب دیکھنے والا ہے''۔

انبیاء ورسل کی محبت اللہ عزوجل کے قُرب کا عظیم ترین ذریعہ ہے، باپ کو چاہئے کہ بچوں کے دلوں میں انبیاء کی محبت جمادے۔

طبرانی حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

''اپنے بچوں کو تین باتیں سکھلاؤ۔ اپنے نبی ﷺ کی محبت اور ان کے اہل کی محبت اور قرآن کریم کی تلاوت اس لئے کہ قرآن کریم یاد کرنے والے اللہ کے عرش کے سایہ میں انبیاء اور مختلف لوگوں کے ساتھ اس روز ہوں گے جس روز اس کے سایہ کے علاوہ کوئی سایہ نہ ہوگا''۔ (طبرانی)

(حق نمبر ۱۶)

اولاد کو قرآن کی تعلیم دینا

یہ ہمارا ایمانی فرض اور تقاضا ہے کہ ہم قرآن کریم خود بھی پڑھیں اور اپنے بچوں کو بھی

بچپن ہی میں اس کی تعلیم دلوائیں۔ بچپن ہی میں بچوں کے دلوں کو قرآن کریم کے نور سے منور کردیں۔ تجربہ اس پر شاہد ہے کہ جب بچے کو شروع ہی میں صحیح مخارج (آواز کی صحیح ادائیگی) کے ساتھ قرآن کریم پڑھوادیا جائے تو بچے کا ذہن اور حافظہ قدرتی طور پر کئی گنا تیز ہو جاتا ہے اور اس کی صلاحیتوں میں نکھار آجاتا ہے۔

حضرت معاذ جہنی ؓ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جس نے قرآن پڑھا اور اس پر عمل کیا قیامت کے دن اس کے والدین کو ایسا تاج پہنایا جائے گا جس کی روشنی آفتاب کی روشنی سے بھی بہتر ہوگی جبکہ آفتاب دنیا کے گھروں میں ہو''، یہ فرما کر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ''جب والدین کے اعزاز واکرام کا یہ حال ہے تو اب تمہارا کیا خیال ہے اس کے بارے میں جس نے یہ کام کیا یعنی قرآن پڑھا اس پر عمل کیا''۔ (ابوداؤد شریف) یعنی اس کا انعام تو اور زیادہ ہوگا۔

ابوعلی سینا نے ''کتاب السیاسۃ'' میں یہ نصیحت لکھی ہے کہ جیسے ہی بچہ جسمانی اور عقلی طور سے تعلیم و تعلم کے لائق ہو جائے تو اس کی تعلیم کی ابتداء قرآن کریم سے کرنا چاہیے تاکہ اصل لغت اس کی گھٹی میں پڑے، اور ایمان اور اس کی صفات اس کے نفس میں راسخ ہو جائیں۔

اگر والدین اور سرپرستوں نے اپنی اولاد کی تربیت میں تساہل سے کام لیا تو عام طور سے ایسا ہوتا ہے کہ بچے کجی اور گمراہی کی طرف مائل ہو جاتے ہیں اور کفر والحاد کی بنیادی باتوں کو اپنا لیتے ہیں۔

جو والدین اپنے بچوں کو غیر مسلموں کے اسکولوں اور تعلیم گاہوں میں تعلیم حاصل کرنے بھیجتے ہیں، جہاں بچے عیسائی استاذوں سے تعلیم و تربیت حاصل کرتے ہیں، تو اس کا لازمی اثر یہ ہوتا ہے کہ بچہ کجی اور گمراہی پر بڑھتا پلتا ہے اور کفر والحاد کی جانب آہستہ آہستہ راغب ہو جاتا ہے، بلکہ اس کے دل میں اسلام کی طرف سے نفرت اور دین اسلام سے بغض راسخ ہو جاتا ہے۔

جو باپ اپنے بچے کی باگ ڈور ایسے ملحد اساتذہ اور گندے مربیوں کے ہاتھ میں دے دیتے ہیں جوان بچوں کو کفر کی باتیں سکھاتے ہیں اور ان کے دل میں گمراہی کے بیج بو دیتے ہیں، تو ظاہر بات ہے کہ بچہ الحادی تربیت اور خطرناک لادینی نظریات میں نشو ونما پائے گا۔

جو باپ اپنے بیٹے کو یہ اجازت دیتا ہے کہ وہ جن ملحدوں اور مادہ پرستوں کی کتابوں کا چاہے مطالعہ کرے اور عیسائیوں اور استعمار پسندوں نے اسلام پر جو اعتراضات کیے ہیں ان میں سے جس کا چاہے مطالعہ کرے تو ظاہر ہے کہ ایسا بچہ اپنے دین وعقیدہ کے بارے میں شک میں پڑ جائے گا، اور اپنی تاریخ اور بزرگوں کا مذاق اڑائے گا اور اسلام کے بنیادی اصولوں کے خلاف جنگ کرے گا۔

جو باپ اپنے بیٹے کو یہ موقع فراہم کرے گا کہ وہ جن ملحدانہ وکافرانہ ذہن رکھنے والی جماعتوں اور لادینی علمانی تنظیموں کے ساتھ منسلک ہونا چاہے اور ایسی جماعتوں سے وابستہ ہو جائے جن کا اسلام سے عقیدہ وافکار اور تاریخ کسی لحاظ سے بھی جوڑ نہیں ہے، تو بلاشبہ بچہ گمراہ کن عقائد اور کافرانہ وملحدانہ باتوں میں بڑھے پلے گا بلکہ وہ درحقیقت ادیان ومذاہب اور دینی واخلاقی اقدار اور مقدسات کا کھلا دشمن ہوگا۔

(حق نمبر ۱۷)

بچوں کو اسلامی آداب سکھانا

اپنی اولاد کو ادب سکھانا بھی والدین کا فریضہ ہے کیونکہ ادب انسان کو زندگی بھر کام آتا ہے۔ ادب سے مراد اسلامی زندگی کے طور طریقے ہیں لہٰذا بچوں کو اسلامی طریقے سے کھانے پینے اٹھنے بیٹھنے، چلنے پھرنے، سفر پر جانے اور واپس آنے غرض یہ کہ روزمرہ میں کام آنے والے امور کے بارے میں علم ہونا چاہیے اس لئے حضور ﷺ نے اس کے بارے میں بہت زور دیا ہے کہ اپنے بچوں کو اسلامی طور طریقے

سکھاؤ۔حدیث پاک میں ہے:

"وعن جابربن سمرة قال قال رسول الله لان یؤدب الرجل ولده خیر له من ان یتصدق بصاع".

(ترجمہ:) "حضرت جابر بن سمرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا آدمی کا اپنے بیٹے کو ادب سکھانا ایک صاع خیرات کرنے سے بہتر ہے"۔

(ترمذی شریف)

اس حدیث میں یہ بتلایا گیا ہے کہ اپنی اولاد کو اچھا ادب سکھلانا خیرات کرنے سے بہتر ہے کیونکہ اچھے آداب نیکیاں ہیں لہٰذا اولاد جب آداب سیکھ کران پر عمل کرے گی تو ان کی نیکیوں میں بہت اضافہ ہو جائے گا ایک اور حدیث پاک میں ہے:

"عن ایوب بن موسیٰ عن ابیه عن جده عن رسول الله ﷺ قال مانحل والد ولده من نحل افضل من ادب حسن".

(ترجمہ:) "حضرت ایوب بن موسیٰ ان کے والد ماجد ان کے جد امجد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کسی باپ نے اپنے بیٹے کو اچھا ادب سکھانے سے بڑھ کر کوئی عطیہ نہیں دیا"۔(ترمذی شریف)

جب بچے کو آداب سکھلا دیئے جائیں گے تو اس سے بچے کے چال چلن معاملات اور اخلاق کی کارکردگی بڑی عمدہ انداز میں ظاہر ہوگی، لہٰذا بچوں کو کھانے پینے، سلام کرنے، اجازت طلب کرنے، نیز مجلس میں بیٹھنے، بات چیت کرنے کسی کی خبر گیری کرنے اور کسی کے غم میں شامل ہونے کے آداب سکھانے چاہئیں۔

ادب بہت جامع کلمہ ہے، انسانی زندگی کے طور طریقوں کو ادب کہا جاتا ہے۔ زندگی گزارنے میں حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں آتے ہیں۔ بندہ اللہ جل شانہ کے بارے میں جو عقائد رکھنے پر مامور ہے اور اللہ کے احکام پر چلنے کا جو ذمہ دار بنایا گیا ہے وہ آداب ہیں جو بندے کو اللہ اور اپنے درمیان صحیح تعلق رکھنے کے لئے ضروری

ہیں۔فرائض اور واجبات اور سنن اور مستحبات وہ امور ہیں جن کے انجام دینے سے حقوق اللہ کی ادائیگی ہوتی ہے اور مخلوق کے ساتھ جو انسان کے تعلقات ہوتے ہیں ان میں ان احکام کی رعایت رکھنی پڑتی ہے جو مخلوق کی راحت رسانی سے متعلق ہوتے ہیں۔ان میں بھی واجبات ہیں اور مستحبات ہیں اور ان کی تفصیل وتشریح بھی شریعتِ محمدیہ میں وارد ہوئی ہے۔

یہ جو حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ اچھے ادب سے بڑھ کر کسی باپ نے اپنے بچہ کو کوئی بخشش نہیں دی، اس میں پورے دین کی تعلیم آجاتی ہے۔نبی کریم ﷺ نے حضرت معاذؓ کو دس باتوں کی وصیت کی ان میں سے دو یہ ہیں:

”ولاترفع عنهم عصاک ادبا واخفهم فی اللّٰه“

اور اہل وعیال کے ادب سکھانے کے پیشِ نظر ان سے اپنی لاٹھی ہٹا کر مت رکھنا اور ان کو اللہ کے احکام وقوانین کے بارے میں ڈراتے رہنا۔ لاٹھی اٹھا کر مت رکھ دو کا مطلب یہ ہے کہ اہل وعیال کی تعلیم اور تادیب کے سلسلے میں ہرگز کوتاہی نہ کرو اور ان کو یہ نہ سمجھنے دو کہ والد کو ہماری دینداری کی زیادہ فکر نہیں ہے۔دین پر کار بند ہونے اور دیندار بنانے کے لئے ان پر سختی کرو اور پوری طرح ان کے اعمال اور احوال کی نگرانی کرتے رہو ڈانٹ اور مار پیٹ سے بھی ضرورت کے وقت دریغ نہ کرو تا کہ دین سے غافل نہ ہو جائیں۔یہ مطلب نہیں کہ مار پیٹ ہی سے کام چلاؤ بلکہ مطلب یہ ہے کہ تمہاری جانب سے وہ ڈھیلا پن محسوس نہ کریں۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں: اپنی اولاد کو ادب وتہذیب سکھاؤ، تم سے پوچھا جائے گا کہ تم نے ان کو کیا دیا...؟ ادب سکھایا یا کیا تعلیم دی...؟ اور تیری اولاد سے پوچھا جائے گا اس نے تیرے ساتھ کیا سلوک کیا...؟ کہاں تک اطاعت کی....؟

حضرت امام غزالیؒ فرماتے ہیں:

”بچے کے سامنے باادب بچے کی تعریف کریں تا کہ اس کی تعریف سن کر اس

میں حمیت پیدا ہوا اور وہ خود بھی اس پر عمل کرنے لگے"۔ (کیمیائے سعادت)
اس سلسلے میں کچھ ضروری آداب لکھے جاتے ہیں:

کھانے کے آداب:

(۱) ہاتھ دھونا:

بچے کو یہ بتایئے کہ کھانا کھانے سے پہلے اور بعد میں ہاتھ دھوئے اور کلی کرے اس کو کھانے کا وضو کہتے ہیں اس کی بہت فضیلت ہے۔ حضرت انس ؓ سے روایت ہے کہ تاجدارِ مدینہ ﷺ نے فرمایا کہ: "جو شخص یہ پسند کرے کہ اللہ تعالیٰ ان کے گھر میں خیر زیادہ کرے تو جب کھانا حاضر کیا جائے تو وضو کرے اور جب اٹھایا جائے تو اس وقت بھی وضو کرے یعنی منہ دھوئے"۔ (سننِ ابنِ ماجہ، ص:۲۳۵)

(۲) کھانے کے شروع میں بسم اللہ پڑھنا:

کھانا کھانے کا دوسرا ادب یہ ہے کہ بچہ کھانے کا آغاز بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر کرے اور آخر میں الحمدللہ کہے اس کے متعلق حضرت عائشہ صدیقہ ؓ عنہا سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ:

"جب تم میں سے کوئی کھانا کھائے تو بسم اللہ پڑھے، اگر شروع میں بسم اللہ پڑھنا بھول جائے تو کہے بسم اللہ اولہ و آخرہ (ترجمہ: اول و آخر اللہ ہی کے نام سے ہے)۔ (ابوداؤد)

(۳) دائیں ہاتھ سے کھانا:

ماں باپ کو چاہئے کہ بچے کو بتائیں کہ کھانا سیدھے ہاتھ سے کھاؤ، حضرت ابنِ عمر ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"جب تم میں سے کوئی کھائے تو دائیں ہاتھ سے کھائے اور جب تم میں سے کوئی پئے تو دائیں ہاتھ سے پئے"۔ (مشکوٰۃ شریف)

(۴) بچے کو کھانے کی عیب گوئی سے روکنا:

کھانے کے متعلق تربیت کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ بچے کو کھانے کے متعلق عیب گوئی سے روکا جائے اور کہا جائے کہ آپ ﷺ نے کبھی بھی کسی کھانے پر عیب نہیں لگایا ہے، اگر دل چاہتا تو تناول فرماتے ورنہ چھوڑ دیتے۔ (مسلم شریف)

(۵) جوتے اتارنے کا حکم:

بچے کو یہ سکھلائیں کہ جب کھانا کھائے تو جوتے اتار دے، حضرت انس ؓ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا کہ ''جب کھانا سامنے رکھ دیا جائے تو اپنے جوتے اتار لیا کرو کیونکہ یہ تمہارے پیروں کے لئے راحت بخش ہے''۔ (مشکوٰۃ شریف)

(۶) اپنے سامنے سے کھانا:

بچے کو بتائیں کہ دوسروں کے آگے سے کھانے پینے کا سامان اپنی طرف کھینچ کھینچ کر کھانا ادب کے خلاف ہے۔ حضرت عمر بن ابی سلمہ ؓ فرماتے ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کی پرورش میں تھا اور ابھی بچہ تھا، میرا ہاتھ پورے پیالے میں گھومتا تھا۔ رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا: ''بیٹا! بسم اللہ پڑھ کر کھاؤ اور اپنے سامنے سے کھاؤ''۔ (بخاری شریف)

(۷) سالن کو برتن کے کنارے سے کھانا:

کھانا کھانے کا ایک ادب یہ بھی ہے کہ کھانا برتن کے کناروں سے کھانا چاہئے درمیان سے نہ کھائے۔ حضرت ابنِ عباس ؓ سے روایت ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا: ''برکت کھانے کے درمیان میں اترتی ہے پس کناروں سے کھاؤ اور درمیان سے نہ کھاؤ''۔ (ابوداؤد)

(۸) ٹیک لگا کر کھانے کی ممانعت:

بچے کو ٹیک لگا کر کھانے سے منع کرنا چاہئے کیونکہ ٹیک لگا کر کھانا صحت کے لئے نقصان دہ ہے اور اس میں تکبر کا شائبہ بھی پایا جاتا ہے۔ حضرت ابو جحیفہ وہب بن عبداللہ ؓ سے روایت ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا: ''میں ٹیک لگا کر کھانا نہیں کھاتا''۔

چلنے پھرنے کے آداب

ماں باپ کو چاہئے کہ وہ خود بھی حضور ﷺ کے چلنے پھرنے کے باوقار طریقہ کو سیکھیں اور اپنے بچے کو بھی صحیح طریقے سے چلنے پھرنے کی تربیت اور مشق کرائیں۔ اسلامی تعلیمات کے مطابق چلنے پھرنے کے چند آداب مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) درمیانی چال:

چلنے کا پہلا ادب یہ ہے کہ ہمیشہ درمیانی چال سے چلنا چاہئے، نہ زیادہ سست اور نہ زیادہ تیز رفتار سے چلنا چاہئے۔

(۲) اکڑ کر چلنے کی ممانعت:

چال میں متانت اور سنجیدگی ہونی چاہئے، عاجزی اور انکساری کے ساتھ قدم اٹھانے چاہئیں، کیونکہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ "لوگوں کی طرف سے اپنا رخ نہ پھیرو اور زمین میں اکڑ کر نہ چلو بیشک اللہ تعالیٰ کو شیخی اور فخر کرنا پسند نہیں ہے"۔

(سورۃ لقمان:۱۸)

حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ: "ایک شخص دھاری دار چادر پہن کر گردن اٹھائے ہوئے چل رہا تھا تو وہ زمین میں دھنسا دیا گیا اور قیامت تک زمین میں دھنستا چلا جائے گا"۔ (بخاری شریف)

(۳) ایک طرف ہو کر چلنا:

بازاروں اور گلی کوچوں میں غرض کسی بھی جگہ عورتوں کو مردوں کے ساتھ مل جل کر نہیں چلنا چاہئے بلکہ عورتوں کو راستے میں ایک طرف ہو کر چلنا چاہئے۔

چھینک کے آداب:

اللہ تعالیٰ چھینک کو پسند کرتا ہے جبکہ جمائی شیطان کی طرف سے آتی ہے۔ جس کسی کو جمائی آئے تو جہاں تک ممکن ہو اسے روکے۔ جب انسان جمائی لیتا ہے

توشیطان اس پر ہنستا ہے۔

بچے کو چاہئے کہ جمائی کو چھپانے کے لئے اپنا دایاں ہاتھ منہ پر رکھ لے، جمائی کو روکنے کے لئے ہر ممکن کوشش کرے اس کا طریقہ یہ ہے کہ جمائی نہ لینے کا پختہ ارادہ کرلیا جائے اور اس عادت پر ہمیشہ عمل کیا جائے، رسول ﷺ کا ارشاد ہے:

''جب تمہیں جمائی آئے تو منہ پر اپنا ہاتھ رکھ کر اسے روکو، کیونکہ شیطان (منہ میں) داخل ہو جاتا ہے''۔

قضائے حاجت کے آداب:

(۱) بچے کو بچپن ہی سے یہ تربیت دینا ضروری ہے کہ وہ لیٹرین استعمال کرتے وقت قبلہ رو نہ ہو۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''اذاجلس احدکم لحاجته فلایستقبل القبلة ولا یستدبرھا''

(صحیح مسلم)

(ترجمہ:) ''جب تم میں سے کوئی قضائے حاجت کے لئے بیٹھے تو قبلہ کی طرف نہ رخ کرے اور نہ پشت''۔

(۲) نیز بچہ کھڑا ہو کر پیشاب نہ کرے اور اپنے جسم کو پیشاب کے چھینٹوں سے بچائے کیونکہ حضرت عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ:

''رانی النبی وانا ابول قائمافقال: ''یاعمر لاتبل قائما''، فما بلت قائمابعد''. (سنن الترمذی)

(ترجمہ:) ''میں کھڑا ہو کر پیشاب کر رہا تھا رسول اللہ ﷺ نے مجھے دیکھ لیا تو فرمایا: ''اے عمر کھڑے ہو کر پیشاب نہ کیا کرو''، اس کے بعد میں نے کبھی کھڑے ہو کر پیشاب نہیں کیا''۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ قبروں کے قریب سے گزرے تو فرمایا:

"انھما یعذبان وما یعذبان فی کبیر بلی انه کبیر اما احدھما فکان یمشی بالنمیمة و اما الاخر فکان لا یستتر من بوله". (صحیح بخاری)

(ترجمہ:) ''ان دونوں کو عذاب ہو رہا ہے، لیکن کسی بڑے گناہ (جس سے بچنا مشکل تھا) کی وجہ سے عذاب نہیں ہو رہا ہے، اگر چہ وہ گناہ تو بہت بڑا ہے ان میں سے ایک چغل خور تھا، اور دوسرا اپنے پیشاب سے بچاؤ نہیں رکھتا تھا''۔

کھڑے ہو کر پیشاب کرنے سے اس لئے روکا گیا ہے تا کہ پیشاب کے چھینٹوں سے کپڑے اور جسم ناپاک نہ ہو، نیز بیٹھ کر پیشاب کرنا رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ ؓ فرماتی ہیں کہ:

"من حدثکم أن رسول اللہ بال قائما فلا تصدقوه ما کان یبول الا جالسا". (مسند احمد)

(ترجمہ:) ''جو شخص تمہیں یہ بتائے کہ رسول اللہ ﷺ نے کھڑے ہو کر پیشاب کیا اس کی بات سچ نہ مانو، آپ ﷺ ہمیشہ بیٹھ کر پیشاب کرتے تھے''۔

(۳) بچے کو بیت الخلا میں جانے سے پہلے اور بیت الخلاء سے باہر نکلتے وقت دعاؤں کے پڑھنے کی تلقین کیجئے اور انہیں دعاؤں کے چھوٹے چھوٹے الفاظ یاد کرا کر ان کی مشق کرائیے۔

سونے کے متعلق تربیت اور آداب:

نیند کو اللہ تعالیٰ نے انسانی فطرت کا حصہ بنایا ہے۔ نیند کے کچھ آداب ہیں:

(۱) بچے کو رات میں جلدی سونے کی عادت ڈالنا:

سونے کے متعلق سنتوں میں سب سے اہم سنت بچے کو جلدی سلانا ہے، انتہائی ضرورت یا کسی اہم کام کے بغیر عشاء کے بعد جاگنا اچھا نہیں ہے۔ حدیث شریف

میں آیا ہے کہ آپ ﷺ نے عشاء کی نماز کے بعد بات چیت کرنے اور جاگنے کو سخت منع فرمایا ہے۔ آپ ﷺ عشاء سے پہلے سونے اور عشاء کے بعد جاگنے کو سخت ناپسند فرماتے تھے۔

اطباء اور ماہرینِ صحت پوری تحقیق کے بعد کہتے ہیں کہ رات کی نیند کے بہت سارے فائدے ہیں، دن کی نیند کے مقابلے میں رات کی نیند صحت وجسم کے لئے بے حد مفید ہے۔

(۲) فجر کے بعد سونے کی برائی:

دن کو سونے سے بچے کو سختی سے روکا جائے۔ خاص طور پر فجر کی نماز کے بعد سونا، بعض علماء وفقہاء فجر کے بعد طلوعِ شمس سے پہلے اپنے بچوں کو سونے سے سختی سے منع کیا کرتے تھے۔ اس لئے کہ یہ وقت انتہائی بابرکت ہے۔ اس وقت کی برکت کے لئے حضور ﷺ کی یہ دعا ہے:

"اللّٰھم بارک لامتی فی بکورھا". (سنن دارمی)

(ترجمہ:) "اے اللہ میری امت کیلئے انکے صبح کے وقت میں برکت ڈال دے"۔

چنانچہ فجر کے بعد سو جانے سے اس عظیم برکت سے محرومی ہوتی ہے۔ فجر کے فوراً بعد بچہ خالی ذہن ہوتا ہے اور غور وفکر پر اچھی طرح قادر ہوتا ہے۔ لہٰذا تربیت کرنے والے پر ضروری ہے کہ اس بابرکت وقت میں بچے کو ذکر وتسبیح اور تلاوتِ قرآن کریم پر لگائے یہاں تک کہ طلوعِ آفتاب ہو جائے۔

(۳) جب بچے نو، دس سال کے ہو جائیں تو بہن بھائی کے بستر الگ کر دیں۔

(مشکوٰۃ شریف)

(۴) سرمہ دانی رکھیں اور سوتے وقت خود بھی اور بچوں کے بھی تین تین سلائی دونوں آنکھوں میں سرمہ ڈالیں، دائیں آنکھ میں پہلے تین مرتبہ ڈالیں پھر بائیں آنکھ میں ڈالیں۔ (مشکوٰۃ شریف)

(۵) بستر کو لیٹنے سے پہلے تین مرتبہ جھاڑ لیں۔ (مشکوٰۃ شریف)

(۶) مسواک کرلیں۔ (مشکوٰۃ شریف)

(۷) تین دفعہ آیۃ الکرسی اور تین قل (سورۃ الاخلاص، سورۃ الفلق، سورۃ الناس) پڑھیں اور ہر دفعہ دونوں ہاتھوں پر دم کر کے سر سے نیچے تک پھیر لیں۔ (ترمذی شریف)

(۸) داہنی کروٹ پر قبلہ رو ہو کر سونے کی عادت ڈالیں۔ (بخاری و مسلم) داہنے ہاتھ کے اوپر سر رکھ کر سوئیں۔ (بخاری)

(۹) بچوں کو یہ دعا یاد کرائیں: "اَللّٰھُمَّ بِاسْمِکَ اَمُوْتُ وَاَحْیٰی".

(مشکوٰۃ شریف)

(۱۰) تین بار استغفار پڑھیں۔ "اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ الَّذِیْ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَیْہِ". (ترمذی)

(۱۱) بچوں کو باوضو سونے کی عادت ڈلوائیں۔ (الترغیب)

(۱۲) ۳۳ مرتبہ سبحان اللّٰہ، ۳۳ مرتبہ الحمد للّٰہ اور ۳۴ مرتبہ اللّٰہ اکبر پڑھوائیں اور ایک مرتبہ کلمہ طیبہ پڑھوائیں۔ (مشکوٰۃ شریف)

(۱۳) سورۃ الواقعۃ کا اہتمام کروالیں، اسکی برکت سے فقر و فاقہ کی نوبت نہیں آتی۔ (الترغیب)

اولاد کو سلام کرنے کی عادت ڈالئے:

والدین کو چاہئے کہ جب بچہ بولنے لگے تو اسے سلام کرنا سکھائیں گھر میں کوئی مہمان آئے یا وہ خود کہیں جائے تو سلام کرے اسی طرح اگر ٹیلی فون سننا ہو تو بچہ کو سکھائیں کہ وہ ریسیور اٹھا کر پہلے سلام کرے اور پھر گفتگو کا آغاز کرے اس طرح بچپن سے ہی اس کی یہ عادت پختہ ہو جائے گی چھوٹا بچہ اگر خود پہل کرتے ہوئے کسی کو سلام کرے تو بہت خوشی ہوتی ہے سلام کرنا سنتِ مطہرہ ہے اور سلام کا جواب دینا واجب ہے۔ چھوٹے بچوں کو سلام سکھانے کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ جب بڑوں کا بچوں سے آمنا سامنا ہو تو وہ بھی بچوں کو سلام کر سکتے ہیں اس میں کوئی قباحت نہیں ہے

اور نہ ہی شان میں کوئی فرق پڑتا ہے جب بچے یہ دیکھیں گے کہ بڑے بھی ان کو سلام کرتے ہیں تو ضرور وہ بھی سلام کرنے میں پہل کریں گے۔ایک حدیث پاک میں آتا ہے کہ حضرت انس ؓ بچوں کے پاس سے گزرے تو ان کو سلام کیا اور فرمایا کہ حضور نبی کریم ﷺ بھی ایسا ہی کیا کرتے تھے۔ (مسلم شریف)

سلام سے گھر میں برکت آتی ہے، حضرت انس ؓ سے مروی ہے کہ سیدنا رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ:

''اے بیٹے...! جب تو گھر میں داخل ہو تو گھر والوں کو سلام کر کیونکہ تیرا سلام تیرے اور تیرے گھر والوں کے لئے برکت کا سبب ہوگا''۔ (ترمذی شریف)

(حق نمبر ۱۸)

اپنی اولاد کی پرورش حلال روزی سے کرنا

والدین کی ایک ذمہ داری یہ ہے کہ اولاد کی پرورش حلال روزی سے کی جائے بلکہ ضروری ہے کہ اسے دودھ پلانے والی عورت بھی حلال کھانے والی ہو خواہ وہ ماں ہو یا کوئی دوسری عورت کیونکہ جو دودھ حرام سے حاصل ہوتا ہے وہ ناپاک ہوتا ہے جس بچے کا گوشت پوست اس حرام دودھ سے پیدا ہوگا اس کے مزاج اور اس کی طبیعت میں حرام جراثیم سرایت کر جائیں گے یہ بات بار ہا مشاہدے اور تجربے میں آئی ہے کہ جو لوگ اپنے بچوں کو حرام روزی کھلاتے ہیں ان کے بچوں میں اس کے اثرات ظاہر ہو کر رہتے ہیں اور جو مائیں حلال پر اکتفا کرنے والی ہوتی ہیں ان کی گود میں پلنے والے بچوں میں ان کی ماؤں کا زہد و تقویٰ ضرور رنگ دکھاتا ہے۔

(حق نمبر ۱۹)

عقل و شعور آنے پر حلال و حرام کے احکام سکھانا

جب بچوں میں سمجھداری پیدا ہونے لگے تو انہیں حلال و حرام کی تمیز کرانا چاہئے۔انہیں حلال و حرام کی بنیادی باتیں سمجھانی چاہئیں کیونکہ جب بچے کو بچپن ہی

سے حلال وحرام کی تمیز آجائے گی اور وہ ان احکام کو سمجھنے لگے گا تو بڑا ہو کر کبھی حرام کو اختیار نہیں کرے گا۔ آپ ﷺ بچوں کو بچپن ہی سے حلال حرام کی تمیز کرایا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک حدیث میں ہے: حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضرت فاطمۃ الزہراءؓ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے صاجزادے حضرت حسنؓ نے (اپنے بچپن میں) ایک مرتبہ صدقہ کی کھجوروں میں سے ایک کھجور اٹھا کر اپنے منہ میں رکھ لی۔ حضور ﷺ نے دیکھا تو فوراً فرمایا: ''کخ کخ'' (عربی زبان میں یہ لفظ ایسا ہے جیسے ہماری زبان میں اگر بچہ منہ میں کوئی چیز ڈال لے اور اس کے گندے اور برا ہونے کے اظہار کے ساتھ وہ چیز اس کے منہ سے نکلوانا مقصود ہو تو یوں کہا جاتا ہے تھوتھو)، پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ''اسے پھینک دو، کیا تمہیں نہیں معلوم کہ ہم بنو ہاشم صدقہ کا مال نہیں کھاتے''۔ (اولاد کے حقوق)

لہٰذا اولاد جونہی ذرا شعور حاصل کر جائے تو والدین کا فرض بنتا ہے کہ وہ اپنے بچوں کو حلال اور پاکیزہ چیزیں کھانے کی ترغیب دیں۔ حضرت ابنِ عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جو شخص حلال روزی کمانے میں تھک کر شام کرے وہ اس حال میں صبح کرے گا کہ اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہوں گے''۔ (طبرانی واحیاء، ج:۲)

ایک اور حدیث حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''جس شخص نے حلال ذرائع سے دنیا طلب کی تاکہ اپنے کو کسی کے آگے ہاتھ پھیلانے سے بچائے رکھے اور اپنے اہل وعیال کے لئے روزی مہیا کرے اور اپنے پڑوسی کے ساتھ حسنِ سلوک کرے، وہ قیامت کے روز اللہ سے اس حال میں ملے گا کہ اس کا چہرہ چودھویں رات کے چاند کی طرح چمک رہا ہوگا اور جس نے حلال طریقے سے دنیا اس لئے کمائی کہ وہ دوسروں سے مال ودولت میں بڑھ جائے، دوسروں پر اپنی بڑائی جتائے، نمود ونمائش کرے تو وہ اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملے گا

کہ اللہ تعالیٰ اس پر غضبناک ہوں گے''۔ (کنز العمال، جلد:۴)

غور فرمایئے بچوں کے لئے دنیا کمانا بھی اجر و ثواب کا باعث بن گیا، لہٰذا بچوں کے لئے آپ جتنی محنت کر رہے ہیں، اس پر آخرت کے اجر کی بھی امید رکھیے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ ملازمت اور تجارت کرتے ہوئے جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کا اہتمام کیجئے اور تجارت اور ملازمت صحیح طور سے کرنے کی نیت کرلیں۔

رزقِ حلال کی برکات (نیک اولاد کا ہونا)

خلیفۂ راشد حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ حضرت عمرؓ کے بیٹے کے نواسے ہیں حضرت عمرؓ جب رات کو گشت پر نکلے اور ایک جگہ ماں اور بیٹی کا یہ مکالمہ سنا کہ والدہ بار بار بیٹی کو دودھ میں ملاوٹ کی ترغیب دے رہی ہے اور بیٹی انکار کر رہی ہے اور کہتی ہے کہ خلیفہ کا حکم ہے کہ ملاوٹ نہ کی جائے اور والدہ کہتی ہے کہ خلیفہ تو نہیں دیکھ رہے وہ کہتی ہے کہ اللہ تو دیکھ رہا ہے۔ حضرت عمرؓ نے دوسرے دن اس کا نکاح اپنے بیٹے عاصم کے ساتھ کیا اور اس عورت کی بیٹی سے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ پیدا ہوئے۔

(حق نمبر ۲۰)

اولاد کو وقت دینا

آج کل والد کی حیثیت واقعۃً بڑی قابلِ رحم ہے۔ پہلے باپ اپنے گھر کے نزدیک کام کرتا تھا، آج وہ سویرے سویرے کام پر چلا جاتا ہے اور رات گئے تھکا ہارا واپس آتا ہے۔ اسکولوں کی وجہ سے باپ کی وقعت اور بھی کم ہوتی جا رہی ہے۔ اب وہ اپنے بچوں کی زندگی کے مختلف پہلوؤں سے بالکل بے نیاز ہو گیا ہے۔ اخلاق و مذہب اور دیگر باتوں سے متعلق جو تربیت باپ پہلے دیا کرتا تھا وہ اب ختم ہو گئی ہے۔ باپ کا کام اب صرف پیسے کیلئے فکر مند رہنا رہ گیا ہے۔ وہ یہ سمجھنے پر مجبور ہو گیا ہے کہ میرا کام تو صرف اتنا ہے کہ روپیہ لا کر گھر میں دے دوں۔ باپ اپنی

فرصت کے اوقات اپنے دوستوں کے ساتھ بسر کرنے پر مجبور ہیں، چنانچہ ان کو دوسروں سے فرصت ہی نہیں ملتی جو وہ اپنے بال بچوں کے ساتھ کچھ وقت گزار سکیں۔ اور وقت نہ دینے کی وجہ سے جب بچوں کو محبت نہیں ملتی تو وہ پھر محبت نہیں کرتے اور حکم کی اہمیت ان کے دلوں میں نہیں رہتی اور تربیت تو کی نہیں اسلئے بے سلیقہ پن اور بے ادبی ان کی زندگی کا حصہ بن جاتی ہے، نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بڑھاپے میں وہ محتاجِ خدمت ہوتے ہیں اور ان کو کوئی جواب دینے والا نہیں ہوتا اور بچے ماں باپ کو بُرا بھلا کہتے ہیں کہ انہوں نے وقت دے کر ہماری تربیت نہیں کی۔ اللہ تعالیٰ امتِ مسلمہ کو اس ذمہ داری کا احساس نصیب فرمائیں۔ (آمین)

بچوں کی چند مضرِ صحت عادات

(۱) چوسنی:

منہ میں کوئی چیز ڈال کر بچہ جذباتی تسکین حاصل کرتا ہے اس کا فائدہ اٹھاتے ہوئے مائیں بچوں کو چوسنی لگا دیتی ہیں، چوسنی کی عادت بچے کے لئے بڑی خطرناک ثابت ہوتی ہے، اس سے بچے کے پیٹ میں گیس رہتی ہے چوسنی کے ساتھ جراثیم کا جسم میں داخل ہونا آسان ہو جاتا ہے چنانچہ پیٹ خراب رہنے میں اس کا کردار بہت اہم ہے۔

(۲) پیٹ کے بل سونا:

بچے کو پیٹ کے بل یعنی الٹا سونے سے روکا جائے کیونکہ الٹا سونا معدے کو نقصان پہنچاتا ہے، بدہضمی کا سبب بنتا ہے، ادب کے خلاف ہے اور اللہ تعالیٰ اس طرح سونے کو ناپسند کرتا ہے۔

(حق نمبر ۲۱)

اولاد کو سنت کے مطابق لباس پہنانا

یہ فطری بات ہے کہ جب اللہ تعالیٰ ایک ماں کو اولاد جیسی نعمت سے نوازتا ہے تو وہ اپنے اس نونہال پر اپنے تمام ارمان پورے کرنا چاہتی ہے۔ لہٰذا اس کا یہ بھی دل

چاہتا ہے کہ وہ اپنے بچے کو اچھے سے اچھا لباس پہنائے، اس کو آراستہ کرے اور ویسے بھی لباس انسان کی ضرورت ہے۔ لہٰذا لباس کے انتخاب میں اس بات کا خیال رکھنا چاہئے کہ حضور ﷺ کے بتائے گئے طریقے کے مطابق ہو۔ اور شروع ہی سے اسلامی طریقے کے مطابق ہو کیونکہ لباس کا شخصیت پر اثر پڑتا ہے۔ جب بچہ برا لباس پہنے گا تو بڑے ہو کر اس کا انتخاب ویسے ہی لباس ٹھہریں گے یعنی اگر اسلامی لباس (سنت کے مطابق) لباس ہوگا تو اسلام سے وابستگی ہوگی۔ لہٰذا اپنے بچوں کو اسلامی طریقے کے مطابق شروع ہی سے کرتا شلوار پہنانے کا اہتمام کریں اور اگر کرتے کے ساتھ ساتھ سر پر عمامہ بھی سج جائے تو کیا بات ہے۔

حضور ﷺ نے عمامے کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: ''فرشتوں کے تاج ایسے ہی ہوتے ہیں''۔ (ابنِ شاذان)

(۲) پینٹ شرٹ نہ پہنائیں:

بچوں کو پینٹ شرٹ وغیرہ انگریزی لباس پہنانے سے اجتناب کرنا چاہئے کہ چڈی شرٹ اور پینٹ وغیرہ یہود ونصاریٰ کے لباس ہیں جو بدقسمتی سے مسلمانوں میں عام ہو گئے ہیں جب ان کے لباس بچوں کو پہنائیں گے تو ایسا نہ ہو کہ ان کی محبت بچوں کے دلوں میں بیٹھ جائے۔

(۳) جاندار کی تصویر والے لباس نہ پہنائیں:

ماؤں کو چاہئے کہ اپنے بچوں کو ایسے سوٹ ہرگز نہ پہنائیں جن پر جانداروں کی تصاویر ہوتی ہیں کیونکہ جہاں جاندار کی تصویریں ہوں وہاں رحمت کے فرشتے نہیں آتے ہمارے بچوں کو تو زیادہ رحمت کی ضرورت ہے۔

(۴) سادہ لباس پہنائیں:

ماؤں کو چاہئے کہ بچے کو سادہ لباس پہنائے تاکہ بچے کے اندر بن ٹھن کے رہنے کی عادت پیدا نہ ہو اور وہ اس کو ہی اپنا مقصدِ حیات نہ سمجھ لے۔ حضرت امام غزالیؒ

کیمیائے سعادت میں فرماتے ہیں کہ:

"بچے کو اچھے کپڑے اور اچھے کھانے کا عادی نہ کریں کہ اگر کبھی میسر نہ ہو سکے تو وہ اس پر صبر نہیں کر سکے گا اور اپنی تمام عمر اس کی تلاش میں گزارے گا۔ (کیمیائے سعادت)

(۵) بچے اور بچی کے لباس میں تمیز:

ماؤں کو چاہئے کہ خاص طور پر اس بات کا خیال رکھے کہ بچہ خواہ چھوٹا ہی کیوں نہ ہو بچے کو لڑکوں والا اور بچی کو لڑکیوں والا لباس ہی پہنائے۔ آج کل فیشن کی رو میں بہہ کر چھوٹے بچوں میں یہ خیال نہیں رکھا جاتا، یہ درست نہیں اس کا گناہ ماں کو ملے گا۔لہٰذا خاص خیال رکھا جائے کہ بچی کو مردانہ مشابہت والا لباس نہ پہنایا جائے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے لعنت فرمائی ان مردوں پر جو عورتوں کی صورت بنائیں اور ان عورتوں پر جو مردوں کی صورت بنائیں۔ (امام احمد)

(۶) لباس سنت کے مطابق پہنائیں

لباس پہنانے کا سنت طریقہ یہ ہے:

بچے کو پہلے کرتا پہنائیں پھر پاجامہ، پہناتے وقت سیدھی آستین سے شروع کریں مثلاً پہلے کرتے کی سیدھی آستین میں سیدھا ہاتھ داخل کریں پھر الٹی میں، اس طرح شلوار پہناتے وقت بچے کا پاؤں پہلے سیدھے پائنچے میں اور پھر الٹے میں داخل کریں۔اور کپڑے اتارتے وقت الٹی طرف سے شروع کریں۔حضور اکرم ﷺ کرتہ پہنتے وقت دائیں جانب سے ابتداء فرماتے تھے۔ (ترمذی)

کپڑے پہناتے اور اتارتے وقت بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ لیں اس کی برکت سے شیطان سے ستر پوشی ہو جائے گی۔

بچے کا لباس اتاریں تو اسے تہہ کر کے (یعنی لپیٹ کر) رکھیں یونہی نہ چھوڑیں ورنہ شیطان استعمال کرتا ہے۔

اس ضمن میں حضرت سیدنا جابر بن عبداللہ ؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ ”شیاطین تمہارے کپڑے اپنے استعمال میں لاتے ہیں لہٰذا جب لباس اتارو تو اسے تہہ کرلیا کرو تا کہ اس کی یعنی لباس کی جان میں جان آئے اس لئے شیطان تہہ کئے ہوئے کپڑوں کو نہیں پہنتا (اور جسے پھیلا ہوا چھوڑ دیا جائے اسے پہنتا ہے)“۔ (ابن عساکر و طبرانی)

لہٰذا ماؤں کو چاہئے کہ وہ اپنے بچوں کو سنت کے مطابق لباس پہنائیں جب وہ شروع سے ہی ایسا کریں گی تو بچہ تھوڑا بڑا ہو کر اس کا عادی ہو جائے گا اور مزید بڑا ہونے پر اس کی عادت پختہ ہو جائے گی۔ نیز بچے کو لباس پہننے کی دعا سکھایئے جو یہ ہے:

”اَلْحَمْدُلِلّٰہِ الَّذِیْ کَسَانِیْ مَااُوَارِیْ بِہٖ عَوْرَتِیْ وَاَتَجَمَّلُ بِہٖ فِیْ حَیَاتِیْ“

(ترجمہ:) ”اللہ کا شکر ہے جس نے مجھے ایسا لباس پہنایا جس سے میں ستر چھپاتا ہوں اور آرائش کرتا ہوں“۔

(۷) بچی کیلئے ستر و پردے کی ترغیب:

بچی کو بچپن سے پردے کی ترغیب دینی چاہئے تا کہ وہ بڑی ہو کر اس کا التزام کرے۔ اسے فیشنی کپڑے نہیں پہنانے چاہئیں، اور نہ ہی پتلون یا صرف قمیض کیونکہ اس میں مردوں اور کافروں سے مشابہت اور نوجوانوں کے لئے فتنہ اور انگیخت (رغبت) کا سبب ہے، ہمیں چاہئے کہ بچی سات سال کی ہو جائے تو اسے سر پر دوپٹہ رکھنے اور بالغ ہونے لگے تو چہرے کو ڈھانپنے کا حکم دیں۔ اس کا ظاہر لباس سادہ، چھپانے والا، لمبا اور کشادہ ہو، جو اس کے شرف (عزت، شرم وحیاء اور وقار) کی حفاظت کر سکے۔ قرآن کریم تمام مومن عورتوں کو اس بات کی تعلیم دیتا ہے، فرمایا:

”اے نبی اپنی بیویوں، بیٹیوں اور اہلِ ایمان سے کہہ دیجئے کہ وہ اپنی چادریں

نیچے ڈال لیا کریں، یہ ان کے لئے پہچان کا زیادہ ذریعہ ہوگا، تو کوئی انہیں ایذا نہ دے گا"۔ (سورۃ الاحزاب:۵۹)

نیز اللہ تعالیٰ نے مومن عورتوں کو نمائش کرنے سے منع فرمایا ہے:

"اور ایامِ جاہلیت والی زیب وزینت کا اظہار نہ کیا کریں"۔

(سورۃ الاحزاب:۳۳)

اولاد کو یہ نصیحت کرنی چاہئے کہ لڑکا اور لڑکیاں الگ الگ خاص لباس کا التزام کریں تاکہ دوسری جنس سے تمیز ہو سکے۔ وہ مسلمانوں کے علاوہ دوسری قوموں سے مشابہت والے لباس نہ پہنیں جیسے تنگ پتلون وغیرہ کیونکہ یہ نقصان دہ عادات ہیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

"جس نے کسی قوم سے مشابہت اختیار کی تو وہ انہی میں سے ہوگا"۔ (ابوداؤد)

(حق نمبر ۲۲)

بچوں کو ورزش اور پر مشقت زندگی کا عادی بنایئے

بچوں کے لئے دوسرے سال سے ساتویں سال تک کا زمانہ کھیلنے کودنے اور بھاگنے دوڑنے کا ہوتا ہے۔ اسلام بچے کی اس عمر کو مخصوص حق دیتا ہے اور اس حق کی حفاظت کا حکم کرتا ہے۔ یہ حق قرآن کریم اور رسول ﷺ کی سنت دونوں سے ثابت ہے۔ اس عرصے میں کھیل بچے کے نزدیک کھانے پینے سے بھی زیادہ اہم ہوتا ہے۔ کیونکہ بچہ اس دوران اپنے جسم میں خوراک اور کھانے سے حاصل شدہ طاقت اور حرارت کو محسوس کرتا ہے اور اسے کھیل کود میں صرف کرنا چاہتا ہے نبی کریم ﷺ کی بچوں کے ساتھ دل لگی اور ان کے بوجھ کو ختم کرنے کی تدبیریں اور ان کے ساتھ ملاطفت ونرمی کو دیکھتے ہوئے تربیتِ اسلامی کے علماء نے یہ تصریح کی ہے کہ بچے کو اسباق وکام کاج سے فارغ ہونے کے بعد کھیل کود اور سیر وتفریح کی ضرورت ہے۔ امام غزالی نے احیاء العلوم میں اس سلسلے میں تحریر کیا ہے: لکھتے ہیں کہ بچے کو مکتب

ومدرسے سے واپس آنے کے بعد ایسے اچھے کھیل کود کی اجازت دے دینی چاہیے جس کے ذریعہ مکتب ومدرسے کی تھکان اتر جائے۔لیکن اس حدتک کہ وہ کھیل کود میں اتنا مشغول نہ ہو کہ اس میں ہی چور چور ہو جائے۔اس لئے کہ بچے کو کھیل سے روکنا اور اس کو ہمیشہ تعلیم میں مشغول رہنے پر مجبور کرنا بچے کے دل کو مردہ اور ذکاوت کو ختم اور زندگی کو بے مزہ کر دیتا ہے اور پھر نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ وہ تعلیم سے ہی چھٹکارا پانے کی کوشش میں مصروف ہو جاتا ہے۔

حضور ﷺ کے بچوں کے ساتھ کھیل کے واقعات:

حضور ﷺ اکثر بچوں کے ساتھ کھیلتے،اس بارے میں کئی واقعات سیرت کی کتابوں میں لکھے ہوئے ہیں۔حدیث میں ہے کہ:

حضور ﷺ حضرت حسن بن علیؓ کے سامنے منہ سے زبان باہر نکالتے جب وہ سرخ سرخ زبان دیکھتے تو جلدی سے لپکنے کی کوشش کرتے۔

(حق نمبر۲۳)

اولاد کی صحت وصفائی ستھرائی کا خیال رکھنا:

(۱) صفائی ستھرائی کی اہمیت:

صفائی کو حضور ﷺ نے نصف ایمان فرمایا ہے۔حضور ﷺ کسی کو میلا کچیلا دیکھتے تو ناگواری کا اظہار فرماتے۔مسجد میں پسینے کی بدبو والے لباس میں لوگوں کا آنا آپ ﷺ کو ناگوار ہوتا۔آپ ﷺ کے اہلِ بیت بھی اس معاملے میں اس حدتک خیال رکھتے کہ آپ کی صاحبزادی بچوں کو نہلا دھلا کر صاف کپڑے پہنا کر اور خوشبو لگا کر خدمتِ اقدس میں بھیجتیں۔

کوئی چیز جس قدر نازک ہوتی ہے اس کی صفائی اور حفاظت کا اسی قدر اہتمام کیا جاتا ہے۔پھول سے بچوں کی نازک جلد کی حفاظت کے لئے خصوصی توجہ اور اہتمام کی

ضرورت ہے کیونکہ بچوں کو میلا کچیلا رکھنے سے کئی امراض جنم لیتے ہیں، ماں بچوں کی صفائی کے بارے میں شروع میں بہت زیادہ خیال رکھتی ہے۔لیکن کچھ عرصے بعد دو تین بچے ہو جائیں تو پھر لا پرواہی برتی جاتی ہے۔جس سے بچے میں جلد کی بیماریاں خاص طور پر پیدا ہو جاتی ہیں جو کہ بچوں کی حساس جلد کے لئے زیادہ نقصان دہ ثابت ہوتی ہیں۔

جب بچہ صاف ستھرا ہوگا تو گھر کا ہر فرد اسے اٹھائے گا، اپنے سینے سے لگائے گا اور گرم جوشی سے اس کا محبت بھرا بوسہ لے گا اور اسے دلی دعائیں دے گا، ورنہ لوگ گندے بچے کو دیکھ کر کہیں گے کیسا کم قسمت بچہ ہے کہ ایسی گندی اور لا پرواہ ماں ملی ،یا اللہ ایسی ماؤں کو ہدایت دے دے۔ (آمین)

اس سلسلے میں ان امور کا خیال رکھا جائے:

(۱) روزانہ بچے کو گرمی میں تو کم از کم دو مرتبہ غسل کروائیں۔

(۲) کپڑے گندے ہو جائیں تو فوراً بدل دیں۔

(۳) کسی قسم کی گندگی کا بچے کو عادی نہ بنائیں۔

(۴) بچے کے ناپاک بستر کو فوراً دھولیں، گھر میں ناپاک کپڑے بالکل نہ رکھیں ناپاک جگہوں پر شیطان کو آنے کا موقع مل جاتا ہے، جس سے گھروں میں مصیبتیں و پریشانیاں آتی ہیں۔

لہٰذا بچے نے جس بستر یا چادر پر پیشاب کرلیا ہو اس کو صرف سکھانے پر اکتفا نہ کریں۔ بلکہ اچھی طرح پانی سے دھو کر پاک کر کے پھر استعمال کرائیں۔

(حق نمبر ۲۴)

اولاد کی صحت کا بھی خیال رکھنا

والدین بچوں کے سلسلے میں اپنے اوپر واجب اور ضروری لوازمات وحاجات مثلاً اچھی غذا، صاف ستھرے مکان اور لباس و پوشاک کا خیال رکھیں تا کہ بچوں کو

بیماری لاحق نہ ہو اور امراض و وباؤں کی وجہ سے ان کے جسم لاغر و نحیف نہ ہو جائیں۔

اور کھانے پینے اور سونے میں صحت کی حفاظت کے ان اصولوں کا خیال رکھیں جن کا اسلام نے حکم دیا ہے کھانے کے سلسلے میں والدین کو یہ خیال رکھنا چاہئے کہ بچے کو بدہضمی سے بچائیں اور کھانے پینے میں ضرورت و عادت سے زیادہ کھانے سے روکیں اور کھانا ہضم ہونے سے قبل کھانا کھانے سے منع کریں۔ اور وقت مقرر پر ہی کھانے کا عادی بنائیں، چلتے پھرتے فضول چیزیں کھلانے سے اور اس کیلئے پیسے دینے سے بچے کی صحت بھی خراب ہوتی ہے، پیسے بھی ضائع ہوتے ہیں اور وقت پر کھانے کو جی نہیں چاہتا۔

پینے کے سلسلے میں والدین کو یہ خیال رکھنا چاہئے کہ اسے دو یا تین سانس میں پینے کی تعلیم دیں اور برتن میں سانس لینے سے منع کریں اور کھڑے ہو کر پینے سے روکیں۔ اور بسم اللہ پڑھ کر پلائیں اور پانی صاف ستھرا ہو، بہتر ہے کہ ابال کر چھان کر میٹھا پانی پلائیں اور کھانے کے دوران اور کھانے کے بعد پانی پلانے سے صحت خراب ہوتی ہے، باقی اوقات میں جتنا زیادہ پانی پلایا جائے اتنا ہی صحت کیلئے مفید ہے۔ اور صبح سویرے اور رات کو سونے سے قبل ایک کپ خالص دودھ پلانے سے بچے کے اعضاء مضبوط ہوتے ہیں، دماغ تیز ہوتا ہے۔ اور چائے، کافی، ٹھنڈی، کھٹی، اور مرچ والی اشیاء سے صحت خراب ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو اپنی اولاد کی صحت کا خیال رکھنے کی توفیق دے۔ (آمین)

سونے کے سلسلے میں بچے کو دائیں کروٹ پر لیٹنے کا حکم دیں اور کھانا کھا کر فوراً سونے سے منع کریں، والدین اور خاص کر ماں کو یہ خیال رکھنا چاہئے کہ متعدی امراض سے بچاؤ کی احتیاطی تدابیر اختیار کی جائیں۔ خصوصاً جب کسی ایک بچے کو کوئی ایسا مرض لاحق ہو جائے تو دوسرے بچوں کو اس سے دور رکھیں تا کہ مرض پھیلنے اور وبا کو

بڑھنے سے روکا جاسکے۔ والدین کو بچے کی صحت برقرار رکھنے اور بیماریوں سے حفاظت کیلئے کچے پھل کھانے اور سبزیوں کو دھونے سے قبل استعمال کرنے سے منع کریں اور کھانے سے قبل دونوں ہاتھ دھونے کا حکم دیں اور کھانے میں پھونک مارنے سے منع کریں اور اسی جیسی صحت سے متعلق اور دوسری وہ تعلیمات جو اسلام نے پیش کی ہیں ان کا لحاظ رکھیں۔

اسکے ساتھ ساتھ ان چیزوں پر نظر رکھنی چاہیئے جو جسم کو تباہ اور صحت کو برباد کرنے والی اور بیماریوں کا ذریعہ ہیں جیسے کہ

نشہ آور اشیاء ومنشیات کا استعمال، سگریٹ نوشی، حقہ، شیشہ (فلیور والا حقہ) وغیرہ، اس لئے کہ یہ بہت سی مہلک بیماریوں مثلاً سرطان کے امراض، دل کی بیماریوں اور پھوڑے پھنسیوں اور جگر کی خرابی، بانجھ پن اور پٹھوں ورگوں کے کھچاؤ اور اس کے علاوہ اطباء اور اس فن کے ماہرین کے بیان کے مطابق دوسرے اور خطرناک امراض کا ذریعہ بنتی ہیں۔ اور جب بچے میں ان میں سے کسی بیماری کی کوئی علامت ظاہر ہو اور اس کی نشانیاں وعلامات نظر آنے لگیں تو اس کے علاج کے لئے والدین کو فوری طور سے اس مرض کے ماہر سے رجوع کرنا چاہیئے تاکہ نبی کریم ﷺ کے اس قول پر عمل ہو جائے جسے امام احمد ونسائی نے روایات کیا ہے:

"یاعباداللّٰہ تداووا فان اللّٰہ عزوجل لم یضع داءً الا وضع لہ شفاء".

(ترجمہ:) "اے اللہ کے بندو علاج کرو اس لئے کہ اللہ عزوجل نے کوئی بیماری نہیں اتاری مگر یہ کہ اس کی دوا وشفاء بھی نازل فرمائی ہے"۔

ایسی صورت میں والدین ان اوامر پر عمل کرنے والے ہوں جو اسلام نے علاج ودوادارو اور احتیاطی تدابیر اختیار کرنے اور جسم وصحت سے متعلق بیان کئے ہیں تو اس طرح سے بچے کا جسم بہت سے امراض سے بچ جائے گا اور وہ ہر قسم کے خطرے اور مرض سے چھٹکارا حاصل کرلے گا۔

(حق نمبر۲۵)

اولاد کی عادات کو سمجھنے کی کوشش کرنا

تمام والدین کا یہ خواب ہوتا ہے کہ ان کے بچے کامیاب، تعلیم یافتہ، فرمانبرداری، نیک سیرت اور انسانیت کا احترام کرنے والے ہوں لیکن بعض اوقات بچے ماں باپ کے خوابوں کی تعبیر ثابت نہیں ہوتے۔ اس کی بہت ساری وجوہات ہوسکتی ہیں تاہم سب سے اہم وجہ یہ ہے کہ بچے ایسی عادات اختیار کرنے میں ناکام رہتے ہیں جو انہیں کامیابی کی طرف لے جاتی ہیں لہٰذا اچھی عادات پیدا کرنے اور بری عادات سے محفوظ رکھنے کے سلسلے میں والدین اور اساتذہ کو خاص طور پر توجہ دینے کی ضرورت ہے۔

بری عادات کو پختہ نہ ہونے دیں:

عادت جتنی پختہ ہوجاتی ہے، اس کے چھڑانے میں اتنی ہی دقت ہوتی ہے جونہی آپ محسوس کریں کہ بچہ کسی ناپسندیدہ اور خراب عادت کا شکار ہورہا ہے تو فوراً اسے ابتدائی سطح پر ہی روکنے کی کوشش کریں۔ اس لئے کہ دماغ جتنا زیادہ کسی چیز سے اثر قبول کرتا ہے عادت بھی اتنی ہی پختہ ہوجاتی ہے۔ یہاں یہ بات بھی یاد رکھنی چاہئے کہ طبیعت اور دماغ کی ترقی بچپن میں زیادہ ہوتی ہے، مزاج اور دماغ زیادہ لچکدار ہوتا ہے پھر جیسے جیسے عمر بڑھتی جاتی ہے طبیعت اور مزاج میں سختی آتی جاتی ہے بچپن میں نئے خیالات کا اثر جلد ہوتا ہے اور پرانے خیالات بھی جلد دور کئے جاسکتے ہیں۔ جبکہ عمر بڑھنے کے بعد نئی عادات کا ڈھالنا اور پرانی کا دور کرنا ذرا مشکل کام ہوجاتا ہے۔

اچھی عادات پیدا کرنے کے سلسلے میں نفسیات کے چند قواعد:

ماہرینِ نفسیات نے اچھی عادات کے سلسلے میں چند سنہری قواعد تجویز کئے ہیں، ملاحظہ فرمائیے:

بچوں کو زیادہ نصیحت نہ کی جائے کیونکہ اچھی عادات کا مدار خود بچے کے

بار بار عمل کرنے پر ہے لہٰذا عملی طور پر بچے کو سکھانے کی کوشش کریں۔صحیح عمل پر بالکل ابتداء سے توجہ دینی چاہئے کسی عادت کی پختگی کے بعد اسے بدلنا مشکل ہوسکتا ہے۔
جس عمل کی ہم عادت ڈلوانا چاہتے ہیں اس کے کرنے کے زیادہ سے زیادہ مواقع فراہم کرنے چاہئیں، یہاں تک کہ ہمیں یقین ہوجائے کہ ہر موقع پر بچہ وہی عمل کرتا ہے جس کی عادت ہم اسے ڈالنا چاہتے ہیں۔
اچھی عادت کے سلسلے میں ماحول بھی نہایت اہم کردار ادا کرتا ہے۔لہٰذا وہ بات جو والدین بچوں سے منوانا چاہتے ہیں اس کے لئے انہیں ویسا ماحول بھی پیدا کرنا ضروری ہے۔

اُمیۃ بن ابی الصلتہ کے اشعار

اُمیۃ بن ابی الصلتہ کے اشعار جو انہوں نے اپنے نافرمان بیٹے کے بارے میں کہے ہیں یہ اشعار جو منتخب قصائد میں سے ہیں جو رقت وحنان سے لبریز اور بچوں سے والدین کے دلی جذبات کی صحیح عکاسی کرنے والے ہیں۔

غذوتک مولودا وعلتک یافعا : تعل بما أجنی علیک وتنهل

جب تم بچے تھے تو میں نے تمہیں کھلایا اور پلایا اور جوان ہوئے تو دیکھ بھال کی تم اس سے فائدہ اٹھاتے جو میں تمھارے لئے جمع کرتا تھا اور اس سے سیرابی حاصل کرتے تھے۔

اذا لیلة ضافتک بالسقم لم أبت : لسقمک الا ساهراً تلمل

اگر تم کسی شب بیمار ہوگئے تو میں نے تمہاری بیماری کی وجہ سے بے چینی اور جاگتے ہوئے رات گزاردی

کأنی انا المطروق دونک بالذی : طرقت به دونی فعینی تهمل

ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا تمہارے بجائے میں ہی اس بیماری کا شکار ہوں جو تم کولاحق ہے اور اس سبب سے میری آنکھوں سے آنسو جاری ہوجاتے تھے .

تخاف الردی نفسی علیک وانها: لتعلم أن الموت وقت مؤجل
میرا دل تمہاری ہلاکت سے خوفزدہ رہتا تھا حالانکہ اسے معلوم ہے کہ موت وقت مقرر پر ہی آئے گی

فلما بلغت السن الغابة التی : الیها مدی ما کنت فیک أؤمل
جب تم اس عمر اور زمانہ کو پہنچ گئے جو میری امیدوں اور آرزوؤں کا منتہی تھا

جعلت جزائی غلظة وفظاظة : کأنک أنت المنعم المتفضل
تو تم نے مجھے اس کا یہ صلہ دے کہ سختی و ترش روئی شروع کر دی ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تم میرے محسن و کرم فرما ہو

فلیتک اذلم ترع حق أبوّتی : فعلت کماالجار المجاور یفعل
پس اگر تم نے میرے باپ ہونے کے حق کی رعایت نہ کی تو اتنا ہی کر لیتے جتنا ایک برابر میں رہنے والا پڑوسی کرتا ہے

فأولیتنی حق الجوار فلم تکن : علی بمال دون مالک تبخل
تم مجھے وہ حق دے دیتے جو پڑوس کا ہوتا ہے اور تم مجھ پر اپنے مال کے سلسلہ میں بخل نہ کرتے

ابو بکر طرسوی کے اشعار جو انہوں نے ان کڑوے گھونٹوں کے بارے میں کہے جو اولاد کے فراق میں والدین پیتے ہیں۔

لو کان یدری الابن أیة غصة : یتجرع الأبوان عندفراقه
اگر بیٹے کو یہ معلوم ہو جاتا کہ کون سا گھونٹ والدین اس کے فراق میں حلق سے نیچے اتارتے ہیں

ام تھیج بوجده حیرانة : وأب یسح الدمع من آماقه
ماں محبت کی وجہ سے ماتا کی آگ میں سلگتی رہتی ہیاور باپ کی آنکھوں سے آنسو جاری رہتے ہیں

یتجرعان لبینه غصص الردی : ویبوح ماکتماه من أشواقه

اسکے فراق کی وجہ سے ماں باپ تباہی کے گھونٹ پیتے ہیں اور اسکی محبت کے وہ آثار ظاہر ہوجاتے ہیں جوانہوں نے چھپائے ہوئے ہیں

لرثی لأم سل من أحشائها : وبکی لشیخ هام فی آفاقه

تو وہ بیٹا اس ماں کی غم خواری کرتا جس کے پیٹ سے وہ پیدا ہوا ہے اور وہ اس بوڑھے باپ پر روتا جو مصائب میں ٹھوکریں کھا رہا ہے

ولبدل الخلق الأبی بعطفه : وجزاهما بالعطف من أخلاقه

اور والدین کے ساتھ اپنی سخت مزاجی اور بداخلاقی کو نرمی میں تبدیل کردیتا اور ان کے حسن سلوک کا بدلہ اپنی حسن اخلاق سے دیتا۔

بچہ کی موت پر صبر کا اجر ثواب

ترمذی وابن حبان رحمہما اللہ حضرت ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشادہ فرمایا:

(اذا مات ولد العبد قال اللّٰه عز وجل لملائکته: قبضتم ولد عبدی ،فیقولون : نعم ، فیقول : قبضتم ثمرة فؤاده ؟فیقولون : نعم ، فیقول: ماذا قال عبدی ؟ فیقولون : حمدک واسترجمع ، فیقول: ابنوا لعبدی بیتاً فی الجنة وسموه بیت الحمد)

جب کسی شخص کے بچے کا انتقال ہوجاتا ہے تو اللہ جل جلالہ فرشتوں سے پوچھتے ہیں: کیا تم نے میرے بندہ کے بچہ کی روح قبض کرلی؟ وہ جواب میں کہتے ہیں: جی ہاں، پوچھتے ہیں: تم نے اس کے دل کے ٹکڑے کی روح قبض کرلی؟ ہو کہتے ہیں: جی ہاں، پوچھتے ہیں: میرے بندہ نے کیا کہا؟ وہ کہتے ہیں کہ: اس نے آپ کی حمد بیان کی اور انا اللہ وانا الیہ راجعون پڑھا، تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں، میرے بندہ کے لیے جنت میں ایک گھر بنادو اور اس کا نام بیت الحمد رکھدو۔

امام بخاری و مسلم رحمہا اللہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک مرتبہ عورتوں سے ارشاد فرمایا:

(مامنکن امرأة یموت لها ثلاثه من الولدالا کانوا لها حجابا من النار،فقالت امرأة : اثنان ؟ قال رسول الله ﷺ :واثنان)

تم میں سے کوئی ایسی عورت نہیں کہ جس کے تین بچے وفات پا جائیں مگر یہ کہ وہ بچے اس عورت کے لیے دوزخ سے حجاب بنیں گے ، ایک عورت نے کہا: اور اگر دو بچے مرجائیں؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ دو بھی۔

امام احمد و ابن حبان حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرمایا ہوئے سنا ہے کہ:

(من مات له ثلاثه من الولد فاحتسبهم دخل الجنة : قال،قلنا: یارسول الله واثنان ؟ قال : واثنان)

جس کے تین بچے وفات پا جائیں اور وہ اس پر اجر کی امید رکھتے ہوئے صبر کرے وہ جنت میں داخل ہوگا۔ راوی کہتے ہیں: ہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسولؐ :اگر دو مرجائیں؛ تو آپ ﷺ نے فرمایا: دو بھی۔

طبرانی عمدہ سند سے حضرت ام حبیبہؓ سے روایت کرتے ہیں وہ کہتی ہیں کہ میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھی کہ وہاں نبی کریم ﷺ بھی تشریف لے آئے اور آپ نے فرمایا:

(مامن مسلمین یموت لهما ثلاثة من الولد لم یبلغوا لحنث (أی من البلوغ) الا جیئ بهم یوم القیامة حتی یوقفوا علی باب الجنة ، فیقال لهم : ادخلو الجنة، فیقولون : حتی تدخل آباؤنا ، فیقال لهم : ادخلوا الجنة أنتم وآباؤکم)

کوئی بھی دو مسلمان ایسے نہیں ہیں کہ جن کے تین بچے بالغ ہونے سے پہلے

مرجائیں مگر یہ کہ ان کو قیامت میں لایا جائیگا اوران کو جنت کے دروازے پر کھڑا کر دیا جائے گا اوران سے کہا جائے گا کہ جنت میں داخل ہو جاؤ تو وہ کہیں گے کہ ہم اس وقت تک جنت میں داخل نہ ہوں گے جب تک ہمارے والدین جنت میں داخل نہ ہوجائیں توان سے کہا جائے گا کہ جاؤ تم اور تمہارے والدین سب جنت میں داخل ہوجاؤ۔

امام مسلم اپنی صحیح مسلم میں ابوحسان سے روایت کرتے ہیں کہ: میرے دو بچے وفات پا گئے تو میں نے حضرت ابو ہریرہؓ سے کہا کہ: آپ نے رسول اللہ ﷺ سے اس سلسلہ میں کوئی حدیث سنی ہوتو اسے سنا کے مرنے والوں کی طرف سے ہمارے دلوں کو کچھ سکون پہنچائیں، انہوں نے فرمایا: جی ہاں ارشاد ہے:

(صغار هم دعا ميص الجنة يلى أحدهم أباه .أو قال : أبويه. فيأخذ بناحية ثوبه أو يديه، كما آخذ بصنفة ثوبک هذا فلا يفارقه حتى يدخله الله و ايا ه الجنة)

چھوٹے بچے جنت کے کیڑے ہیں، وہ اپنے باپ یا والدین فرمایا، کے کپڑوں کا کنارہ یا ہاتھ پکڑ لیں گے، جیسے کہ میں نے تمہارے اس کپڑے کے کنارہ کو پکڑا ہے اور پھر وہ اس وقت تک ان کو نہ چھوڑیں گے جب تک کہ اللہ تعالیٰ ان کو اور ان کے والدین کو جنت میں داخل نہ فرمادیں۔

بچے کی پیدائش پر مبارک باد دینا

بچے کی پیدائش کے موقع پر یوں مبارک باد دی جائے اللہ نے جو بچہ تمہیں دیا ہے اس میں تمہارے لیے برکت دے اللہ کے شکر کی توفیق نصیب ہو۔اور وہ نیک پار بنے ،اور صحت ولمبی عمر پائے۔تہنت اور مبارک باد ہر بچہ پر دینا چاہیے اس میں لڑکا یا لڑکی میں کوئی تفریق نہ کرنا چاہیے ہم مسلمانوں کو چاہیے کہ اپنے معاشرہ میں اس سنت کو قائم کریں تاکہ آپس کے تعلقات مستحکم ہوں ،اور مرور ایام کے ساتھ اس میں

مزید اضافہ ہوتا جائے، اور مسلمانوں کے گھروں اور خاندانوں میں انس ومحبت اورالفت اخوت قائم رہے تاکہ صحیح معنوں میں اللہ کے بندے اور بھائی بھائی بن کر رہ سکیں، اوران کی وحدت اس مضبوط قلعہ کی طرح ہو جس کا ایک حصہ دوسرے کو مضبوط بناتا ہے۔ بعض خاندانوں میں رواج ہے کہ وہ بچہ پیدا ہونے پر مختلف قسم کے ہدایا اور ہار پھول پیش کرتے ہیں۔ یہ اچھی بات ہے اس لیے کہ نبی کریم ﷺ کے فرمان مبارک'' آپس میں ایک دوسرے کو ہدیہ دو محبت پیدا ہوگی'' کے ضمن میں یہ بھی آجا تا ہے۔ اور یہ مسلمانوں میں الفت ومحبت کو بڑھاتا ہے، لیکن اس کو رسم نہیں بنانا چاہیے اور نہ لازم سمجھنا چاہیے۔ نہ ان طریقوں کو اختیار کرنا چاہئے جو غیر مسلموں کے ہیں ،اور ساتھ ہی اسراف وتبذیر سے بھی بچنا چاہئے۔

اپنی اولاد کی پرورش حلال روزی سے کرنا

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

دینار انفقته فی سبیل اللّٰه و دینار انفقته فی رقبة و دینار تصدقت به علی مسکین ویںنار انفقته علی اھلک ، أعظمها أجرا الذی أنفقته علی اھلک .

ایک دینار وہ ہے جسے تم نے اللہ کے راستے میں خرچ کیا اور ایک دینار وہ ہے جسے تم نے کسی غلام کے آزاد کرنے کے لیے خرچ کیا۔ اور ایک دینار وہ ہے جس کے ذریعہ تم نے کسی غریب پر صدقہ کیا اور ایک دینار وہ ہے جسے تم نے اپنے گھر والوں پر خرچ کیا، ان سب میں زیادہ اجر وثواب والا وہ دینار ہے جسے تم نے اپنے گھر والوں پر خرچ کیا ہو۔

اور جس طرح باپ کو اہل وعیال پر خرچ کرنے اوران پر وسعت وفراخی کرنے پر اجر وثواب ملتا ہے اسی طرح اگر وہ ان پر خرچ نہ کرے یا باوجود قدرت کے اہل وعیال پر تنگی کرے تو اسے گناہ بھی ہوگا۔ وہ لوگ جو اپنے اہل وعیال کی حق تلفی کرتے

ہیں اور انہیں لاوارث چھوڑ دیتے ہیں اور اپنے اہل وعیال پر خرچ نہیں کرتے ، ان کے بارے میں نبی کریم ﷺ نے جو کچھ فرمایا ہے وہ سنیے۔ابوداود وغیرہ اس درج ذیل حدیث کے راوی ہیں:

کفی بالمرء اثما أن يضيع من يقوت

انسان کے گناہ گار ہونے کے لیے اتنی بات کافی ہے کہ وہ ان لوگوں کو ضائع کردے جن کی نان نفقہ کی ذمہ داری اس پر ہو۔

☆☆☆تمت بالخير☆☆☆

پڑوسیوں کے حقوق

(حق نمبرا:)

پڑوسیوں کواپنے ہاتھ اور زبان کی تکلیف سے محفوظ رکھنا

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا کہ: جواللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو وہ اپنے پڑوسی کو (کسی بھی قسم کی) تکلیف نہ پہنچائے۔اور جواللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہواس کے لئے لازم ہے کہ وہ مہمان کا اکرام کرے،اور جواللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہوا سے چاہئے کہ اچھی بات بولے یا چپ رہے۔" (بخاری ومسلم)

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے (ایک دن) ارشادفرمایا کہ اللہ کی قسم! وہ شخص مومن نہیں اللہ کی قسم! اس میں ایمان نہیں اللہ کی قسم! وہ صاحب ایمان نہیں عرض کیا گیا کہ یارسول اللہ ﷺ کون شخص؟ (یعنی آپ ﷺ کس بدنصیب کے بارے میں قسم کھا کرارشادفرمارہے ہیں کہ وہ مومن نہیں اور اس میں ایمان نہیں)؟ آپ ﷺ نے ارشادفرمایا کہ: جس کے پڑوسی اس کی شرارتوں سے اور فتنہ پردازیوں سے مامون اور بےخوف نہ ہوں (یعنی ایسا آدمی ایمان کی برکتوں سے محروم ہے)۔ (احمد بخاری،مسلم)

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا کہ: کسی بندہ کا ایمان اس وقت تک درست نہیں ہوسکتا جب تک اسکا دل درست نہ ہو اور اسکا دل اس وقت تک درست نہیں ہوسکتا جب تک زبان درست نہ ہواور وہ آدمی جنت میں داخل نہ ہوگا جس کی شرارتوں اور ایذارسانیوں سے اس کے پڑوسی مامون اور بےخوف نہ ہوں۔ (احمد،ابن ابی الدنیا)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے (نبی کریم ﷺ کی خدمت

میں حاضر ہوکر) عرض کیا! یارسول اللہ فلاں ایک عورت نماز، صدقات، اور روزوں کی کثرت کرتی ہے، لیکن اپنی زبان سے اپنے پڑوسیوں کو تکلیف پہنچاتی ہے آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ جہنم میں داخل ہوگی (چاہے پھر سزا بھگت کر نکل آئے) اس نے پھر عرض کیا: یارسول اللہ! فلاں ایک عورت کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ وہ نماز روزوں کی کثرت نہیں کرتی ہے البتہ پنیر وغیرہ صدقہ کرتی ہے اپنے پڑوسیوں کو نہیں ستاتی ہے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ وہ جنت میں داخل ہوگی۔"

ترجمہ: مسلم کی روایت میں ہے کہ جو شخص اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو تو وہ اپنے پڑوسی کے ساتھ اچھا برتاؤ کرے۔" (مسلم)

فائدہ: انسان کا اپنے ماں باپ اور اولاد اور قریبی رشتہ داروں کے علاوہ ایک مستقل واسطہ ہمسایوں کے ساتھ بھی ہوتا ہے اور اس کی خوشگواری اور ناخوش گواری کا زندگی کے چین وسکون پر اور اخلاق کے بناؤ بگاڑ پر بہت زیادہ اثر ہوتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنی تعلیم وہدایت میں ہمسائیگی اور پڑوس کے اس تعلق کو بڑی عظمت بخشی ہے اور اسکے احترام ورعایت کی بڑی تاکید فرمائی ہے یہاں تک کہ اسکو ایمان کا جزء اور جنت کے داخلہ کی شرط اور اللہ اور اسکے رسول ﷺ کی محبت کا معیار قرار دیا ہے جیسا کہ روایت سے واضح ہے (از معارف تفسیر)

(حق نمبر ۲ :)

پڑوسی خواتین کے ساتھ شرم وحیا کا معاملہ رکھنا

حضرت مقداد بن اسودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہ سے دریافت فرمایا کہ: زنا کے بارے میں تم کیا کہتے ہو؟ صحابہؓ نے عرض کیا وہ تو حرام ہے اللہ اور اسکے رسول نے اسکو حرام قرار دیا ہے لہٰذا وہ قیامت تک حرام ہی رہے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کوئی شخص (اللہ نہ کرے) دس عورتوں کے ساتھ بدکاری کرے یہ (گناہ میں) زیادہ ہلکا ہے بنسبت اسکے کہ وہ اپنی پڑوسی عورت کے

ساتھ بدکاری کرے۔آپ ﷺ نے (پھر) ارشاد فرمایا کہ تم چوری کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ صحابہؓ نے عرض کیا اللہ اور اسکے رسول نے تو اسے حرام قرار دیا ہے لہٰذا وہ تو حرام ہی ہے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: آدمی کا دس گھروں سے چوری کرنا (گناہ کے اعتبار سے) زیادہ ہلکا ہے بنسبت اسکے کہ وہ اپنے پڑوسی کے گھر سے چوری کرے۔" (احمد، طبرانی۔کبیر اوسط)

پڑوسی خواتین کے ساتھ شرم وحیا کا معاملہ کرنا

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

الزانی بحلیلة جاره لا ینظر الله الیه یوم القیامة ولا یزکیه ویقول: ادخل النار مع الداخلین

اپنے پڑوسی کی بیوی کے ساتھ زنا کرنے والے کی طرف اللہ تعالیٰ قیامت میں نہ نظر فرمائیں گے نہ اس کو پاک صاف کریں گے اور فرمائیں گے: دوزخ میں داخل ہونے والوں کے ساتھ دوزخ میں داخل ہوجا۔

(حق نمبر۳:)

پڑوسی کے لئے وہ پسند کرنا جو اپنے لئے پسند کرنا

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ کوئی بندہ اس وقت تک کامل ایمان والا نہیں ہوسکتا ہے جب تک اپنے پڑوسی کیلئے یا فرمایا کہ اپنے بھائی کیلئے اس چیز کو پسند نہ کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔ (مسلم)

(حق نمبر۴:)

پڑوسی سے لڑائی جھگڑا نہ کرنا

حضرت عقبہ بن عامرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن سب سے پہلے (اللہ کی عدالت میں جن کا مقدمہ پیش ہوگا) وہ دو پڑوسی ہونگے۔

(حق نمبر ۵:)

پڑوسی کی خوشی غمی میں شریک ہونا

حضرت ابنِ عمرو بن عاصؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص پڑوسی سے اپنے گھر کا دروازہ اہل وعیال پر ڈر کی وجہ سے بند رکھے وہ کامل مومن نہیں اور وہ بھی کامل مومن نہیں جس کے پڑوسی اس کی شرارتوں سے بے خوف اور مطمئن نہ ہوں جانتے ہو پڑوسی کا حق کیا ہے؟ اگر تم سے مدد چاہے تو اسکی مدد کرو قرض مانگے تو اسکو قرض دو اگر محتاج ہو تو اسکی مدد کرو اگر بیمار ہو تو اسکی عیادت کرو اگر اسکو کوئی خوشی اور بھلائی حاصل ہو تو اسکو مبارک باد دو اگر مصیبت پہنچے تو تعزیت کرو اگر وہ مر جائے تو اسکے جنازے کے ساتھ جاؤ بغیر اسکی اجازت کے اسکی عمارت سے اپنی عمارت اس طرح بلند نہ کرو کہ اس کے گھر کی ہوا بند ہو جائے (جب تمہارے گھر میں اچھا کھانا پکے تو اسکی کوشش کرو کہ (تمہاری ہانڈی کی مہک اس کے لئے (اور اس کے بچوں کیلئے) تکلیف کا سبب نہ ہو اور (اسکا اہتمام کرو کہ ہانڈی کی خوشبو اس کے گھر تک نہ جائے) مگر یہ کہ جو پکے اس میں سے کچھ حصہ پڑوسی کو بھی نکال کر دیدو (اس صورت میں کھانے کی خوشبو اس کے گھر تک جانے میں کوئی مضائقہ نہیں) اگر کوئی پھل خریدو تو اسکو بھی ہدیہ دو اور اگر یہ نہ کرسکو تو اس کو اس طرح پوشیدہ اور چھپا کر گھر لاؤ کہ وہ نہ دیکھے اور اسکو تمہاری اولاد باہر لیکر نہ نکلے کہ پڑوسی کے بچے کے دل میں اسے دیکھ کر جلن پیدا ہوگی۔" (الترغیب والترہیب)

(حق نمبر ۶:)

پڑوسی کے عیبوں کا تذکرہ نہ کرنا

حضرت فضالہ بن عبیدؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرما کہ: تین چیزیں کمر کو توڑ دینے والی مصیبتیں ہیں ایک وہ بادشاہ کہ اگر تم اس کے ساتھ

احسان کا معاملہ کرو تو شکر گزاری نہ کرے اگر تم سے کوئی بُرائی یا غلطی ہو جائے تو معاف نہ کرے۔ دوسرا برا پڑوسی کہ اگر تم میں کوئی بھلائی دیکھے تو اسکو دفن کر دے (چھپا دے کسی حسد کی وجہ سے نہ بتائے) اور اگر کوئی برائی دیکھے تو اسکو لوگوں میں پھیلا دے۔ تیسری وہ (بیوی) کہ اگر تم اسکے پاس جاؤ تو تمہیں تکلیف پہنچائے اگر تم اس سے غائب ہو تو (اس کے پاس موجود نہ ہو) تو (اپنی جان اور تمہارے مال میں خیانت کرے۔ (اسکی حفاظت نہ کرے)۔'' (طبرانی)

(حق نمبر ۷:)

پڑوسی اگر محتاج ہو تو اس کے کھانے کی فکر کرنا

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ وہ آدمی مجھ پر ایمان نہیں لایا (اور وہ میری جماعت میں نہیں ہے) جو ایسی حالت میں اپنا پیٹ بھر کے رات کو (بے فکری سے) سو جائے کہ اسکے برابر رہنے والا پڑوسی بھوکا ہو اور اس آدمی کو اس کے بھوکے ہونے کی خبر ہو۔ (طبرانی، بزار)

فائدہ: یہ بات بھی ملحوظ رکھنے کے قابل ہے کہ ان تمام احادیث میں مسلم اور غیر مسلم پڑوسی کی کوئی تخصیص نہیں کی گئی ہے۔ (از معارف)

ترجمہ: حضرت ابو شریح خزاعیؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو تو اسکو چاہئے کہ وہ اپنے پڑوسی کے ساتھ احسان کا معاملہ کرے (یعنی جس چیز کا محتاج ہو اس میں اسکی اعانت کرے اس سے برائی کو دور کرے) اور جو شخص اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اس کو چاہئے کہ وہ اپنے مہمان کا اکرام کرے اور جو اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اسے لازم ہے کہ اچھی بات بولے یا پھر چپ رہے۔'' (مسلم)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو اللہ پر ایمان رکھتا ہو اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اسکو چاہئے کہ زبان سے کوئی بات

نکالے تو بھلائی کی بات نکالے ورنہ چپ رہے اور جو اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہوتو اسکو چاہئے کہ وہ اپنے مہمان کا اکرام کرے۔،، (احمد)

فائدہ: ان احادیث سے تین باتوں کی تاکید معلوم ہوتی ہے:

(۱) پڑوسی کا اکرام۔

(۲) پڑوسی کے ساتھ احسان کا معاملہ۔

(۳) اور پڑوسی کو ایذا دینے سے بچنا۔

تینوں ہی باتیں مذکورہ روایت میں ذکر کی گئی ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ حق تعالیٰ شانہ کے ہاں دوستوں اور ساتھیوں میں بہتر وہ ہے جو اپنے ساتھی کے لئے بہتر ہو (اسکی راحت رسانی کی اسے فکر ہو) پڑوسیوں میں وہ حق تعالیٰ شانہ کے ہاں بہتر ہے جو اپنے پڑوسی کے لئے بہتر ہو (کہ اسے راحت رسانی کی اسے فکر ہو)

(ترمذی، صحیح ابن خزیمہ، صحیح ابنِ حبان، حاکم)

(حق نمبر ۸:)

پڑوسی کی تکلیف پر صبر کرنا

حضرت حضر بن معطوف بن عبداللہ کہتے ہیں کہ مجھے حضرت ابوذرؓ سے ایک روایت پہنچی تھی اس لئے میں ان سے ملاقات کا خواہش مند تھا۔ چنانچہ میں نے ان سے ملاقات کی میں نے عرض کیا اے ابوذرؓ آپکی طرف سے مجھے ایک حدیث پہنچی تھی اور میں اسلئے آپ سے ملاقات کا خواہش مند تھا حضرت ابوذرؓ نے عرض کیا واہ جی واہ (بہت اچھا کیا کہ آئے) مجھ سے تمہاری ملاقات ہوگئی ہے اب پوچھو کیا بات ہے؟ میں نے عرض کیا کہ مجھے ایک حدیث پہنچی ہے کہ آپ نے رسول اللہ ﷺ سے بیان کی ہے کہ اللہ جل شانہ تین قسم کے لوگوں کو پسند فرماتے ہیں اور تین قسم کے لوگوں کو ناپسند کرتے ہیں انہوں کہا کہ میرا یہ گمان ہے کہ میں رسول اللہ کی طرف ایسی بات کی

نسبت نہیں کرسکتا جو آپ نے ارشاد نہ فرمائی ہو میں نے دریافت کیا کہ وہ تین قسم کے لوگ کون ہیں جن سے اللہ جل شانہ محبت کرتے ہیں انہوں نے فرمایا کہ ایک تو وہ شخص جو اللہ کے راستہ میں صبر اور ثواب کی امید کرتے ہوئے جہاد کرے اور لڑتا رہے یہاں تک کہ وہ شہید ہوجائے اور تم اسکا ذکر اللہ کی کتاب میں پاتے ہو پھر یہ آیت تلاوت کی جس کا ترجمہ یہ ہے کہ (اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے ان لوگوں کو جو لڑتے ہیں اسکے راستہ میں قطار باندھ کر گویا کہ وہ دیوار ہیں سیسہ پلائی ہوئی) میں نے کہا کہ دوسرا شخص کون ہے (جس سے اللہ محبت کرتے ہیں؟) فرمایا وہ جس کا کوئی پڑوسی ہو جو اسے ستاتا ہو اور وہ اسکی تکلیف پر صبر کرے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اسکی اس برے پڑوسی سے زندگی میں یا موت کے ذریعے اس کی کفایت کردے پھر پوری حدیث ذکر کی۔" (احمد، طبرانی، حاکم)

ترجمہ: حضرت ابنِ عمرؓ اور حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ پڑوسیوں کے ساتھ حسنِ سلوک کے بارے میں مجھے جبرائیلؑ (اللہ کی طرف سے) برابر وصیت کرتے اور تاکید کرتے رہے یہاں تک کہ مجھے خیال ہونے لگا کہ وہ اسکو وارث بھی قرار دے دینگے۔ (بخاری، مسلم، ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ، صحیح ابن حبان)

ترجمہ: حضرت ابوامامہؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا جب آپ حجۃ الوداع میں اپنی کان کٹی ہوئی اونٹی پر سوار تھے اور یہ ارشاد فرما رہے تھے کہ میں تم کو پڑوسی کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی وصیت اور تاکید کرتا ہوں آپ نے بہت بار یہ فرمایا کہ میں اپنے جی میں کہنے لگا کہ آپ تو پڑوسی کو وارث بنا کر رہیں گے۔

(حق نمبر ۹:)

پڑوسی کو کھانے کی چیزوں میں سے کچھ ہدیہ کرنا

ترجمہ: حضرت مجاہدؒ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے گھر بکری ذبح ہوئی جب وہ تشریف لائے تو گھر والوں سے کہا کہ تم لوگوں نے ہمارے یہودی پڑوسی

کو گوشت کا ہدیہ بھیجا ؟ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا : آپ فرماتے تھے کہ پڑوسیوں کے ساتھ حسنِ سلوک کے بارے میں مجھے جبرئیل برابر وصیت اور تاکید کرتے رہے یہاں تک کہ مجھے خیال ہونے لگا کہ وہ اسکو وارث بھی قرار دے دینگے۔" (ابوداؤد و ترمذی)

(حق نمبر ۱۰:)

خود بھی اچھا پڑوسی بننا اور اللہ سے اچھا پڑوسی مانگنا

ترجمہ: حضرت نافع بن حارثؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: آدمی کی سعادت اور نیک بختی کی ایک بات یہ ہے کہ اسکا پڑوسی نیک اور اچھا ہو۔ دوسرے اچھی سواری ہو (پریشان نہ کرتی ہو) تیسرے کشادہ گھر ہو۔" (احمد)

ترجمہ: حضرت سعد بن وقاصؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ چار چیزیں آدمی کی سعادت میں سے ہیں ایک نیک بیوی ہے دوسرے کشادہ گھر، تیسرے نیک اور اچھا پڑوسی، چوتھے اچھی سواری ہے اور چار چیزیں آدمی کی بدنصیبی کی ہیں ایک برا پڑوسی، دوسری بری بیوی، (جس کے اخلاق برے ہوں) تیسری بری سواری (جو پریشان کرتی ہو)، چوتھی تنگ گھر (جو ضرورت کو پورا نہ کرتا ہو)۔" (صحیح ابن حبان)

☆☆☆تمت بالخیر☆☆☆

☆☆☆

تاجروں کے (۱۷) حقوق وآداب

(حق نمبر۱)

دل چسپی اور محنت کے ساتھ کام کرنا

اپنی روزی خود اپنے ہاتھوں سے کمایئے اور کسی پر بوجھ نہ بنئے۔ ایک بار نبی ﷺ کی خدمت میں ایک انصاری آئے اور انہوں نے نبی ﷺ سے کچھ سوال کیا۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا: ''تمہارے گھر میں کچھ سامان بھی ہے؟'' صحابی نے کہا: یارسول اللہ ﷺ...! صرف دو چیزیں ہیں، ایک ٹاٹ کا بچھونا ہے جس کو ہم اوڑھتے بھی ہیں اور بچھاتے بھی ہیں اور ایک پانی کا پیالہ ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ دونوں چیزیں میرے پاس لے آؤ''۔ صحابی دونوں چیزیں لے کر حاضر ہوگئے۔ آپ ﷺ نے دونوں چیزیں دو درہم میں نیلام کردیں اور دونوں دراہم ان کے حوالے کرتے ہوئے فرمایا: ''جاؤ ایک درہم میں تو کچھ کھانے پینے کا سامان خرید کر گھر والوں کو دے آؤ، ایک درہم میں کلہاڑی خرید کر لاؤ''۔ پھر کلہاڑی میں آپ ﷺ نے اپنے مبارک ہاتھوں سے دستہ لگایا اور فرمایا: ''جاؤ! جنگل سے لکڑیاں کاٹ کاٹ کر لاؤ اور بازار میں بیچو، پندرہ دن بعد جب وہ صحابی آئے تو انہوں نے دس درہم جمع کرلئے تھے۔ آپ ﷺ خوش ہوئے اور فرمایا: ''یہ محنت کی کمائی تمہارے لئے اس سے کہیں بہتر ہے کہ تم لوگوں سے مانگتے پھرو اور قیامت کے روز تمہارے چہرے پر بھیک مانگنے کا داغ ہو''۔

حضرت مقدام بن معدیکرب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''کسی نے کوئی کھانا بھی اس سے بہتر نہیں کھایا کہ اپنے ہاتھوں کی محنت سے کما کے کھائے، اور اللہ تعالیٰ کے پیغمبر داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھوں سے کام کر کے کھاتے تھے''۔

حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''ایک شخص اپنی رسیوں سے لکڑیوں کا گٹھا باندھ کر سر پر لاد کر لائے اور بیچے اور اس طرح وہ اپنے چہرے کو (دنیا میں بھیک کی ذلت سے اور آخرت میں داغدار چہرے کی رسوائی سے) بچالے، یہ بہتر ہے لوگوں سے بھیک مانگنے سے وہ دیں یا نہ دیں''۔ (بخاری)

(حق نمبر۲)

ہمیشہ حلال کمائے اور حرام سے بچے

جو شخص کسی کسب مثلاً تجارت وغیرہ کا پیشہ اختیار کرے تو اس پر فرض ہے کہ وہ صرف جائز اور حلال مال کمائے، حرام سے کلیۃً اجتناب کرے اور اپنے پیشے وہنر میں احکامِ شرعیہ کی رعایت بہر صورت ملحوظ رکھے، نیز اپنے پیشہ میں تمام تر محنت وجد وجہد کے باوجود صرف اللہ کی ذات پر اعتماد رکھے کہ رزاق مطلق صرف اللہ تعالیٰ ہے اور کسب محض ایک ظاہری وسیلہ کے درجہ کی چیز ہے۔ (مظاہر حق، ج:۳، ص:۲۹، ۳۰)

محنت سے کاروبار کیجئے، خوب کمائیے تا کہ آپ لوگوں کے محتاج نہ رہیں۔ نبی ﷺ سے لوگوں نے ایک بار پوچھا: یارسول اللہ....! سب سے بہتر کمائی کون سی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اپنے ہاتھ کی کمائی اور وہ کاروبار جس میں جھوٹ اور خیانت نہ ہو''۔ حضرت ابو قلابہ رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ بازار میں جم کر کاروبار کرو۔ تم دین پر مضبوطی کے ساتھ جم سکو گے اور لوگوں سے بے نیاز ہو گے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''لوگو....! اللہ تعالیٰ پاک ہے وہ صرف پاک ہی قبول کرتا ہے اور اس نے اس بارے میں جو حکم اپنے پیغمبروں کو دیا ہے وہی اپنے سب مؤمن بندوں کو دیا ہے پیغمبروں کیلئے اس کا ارشاد ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا إِنِّي بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ﴾ (سورۃ المؤمنون: ۵۱) اے پیغمبرو....! تم

کھاؤ، پاک اور حلال غذا اور عمل کرو صالح۔ اور اہلِ ایمان کو اس نے مخاطب کر کے فرمایا ہے ﴿یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا كُلُوْا مِنَ الطَّیِّبٰتِ مَارَزَقْنٰكُمْ﴾ (سورة البقرة: ۱۷۲) کہ اے ایمان والو! تم ہمارے رزق میں سے حلال اور طیب کھاؤ (اور حرام سے بچو)''۔

اس کے بعد حضور ﷺ نے ذکر فرمایا ایک ایسے آدمی کا جو طویل سفر کر کے (کسی مقدس مقام پر) ایسے حال میں جاتا ہے کہ اس کے بال پراگندہ ہیں اور جسم اور کپڑوں پر گرد وغبار ہے اور آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر دعا کرتا ہے اے میرے رب! اے میرے پروردگار! اور حالت یہ ہے کہ اس کا کھانا حرام ہے اور اس کا پینا حرام ہے اس کا لباس حرام ہے، اور حرام غذا سے اس کی نشوونما ہوتی ہے تو اس آدمی کی دعا کیسے قبول ہوگی''۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حلال کمائی اور حلال کے کھانے اور کپڑے کی اتنی اہمیت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء علیہم السلام کی طرح ایمان والوں کو بھی حلال رزق کے کھانے کا حکم دیا ہے اور اس کے بغیر دعاؤں کی قبولیت روک دی جاتی ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''حلال حاصل کرنے کی فکر وکوشش فرض کے بعد فریضہ ہے''۔ (طبرانی، بیہقی)

مظاہرِ حق میں لکھا ہے کہ کسب یعنی کمانا فرض بھی ہے اور مستحب بھی اسی طرح مباح بھی ہے اور حرام بھی۔ چنانچہ اتنا کمانا فرض ہے کہ جو کمانے والے اور اس کے اہل وعیال کی معاشی ضروریات کے لئے اور اگر اس کے ذمہ قرض ہو تو اس کی ادائیگی کے لئے کافی ہو جائے، اس سے زیادہ کمانا مستحب ہے بشرطیکہ اس نیت کے ساتھ زیادہ کمائے کہ اپنے اور اپنے اہل وعیال کی ضرورت سے جو کچھ بچے گا وہ فقراء و مساکین اور اپنے دوسرے مستحق اقرباء پر خرچ کروں گا، اس طرح ضروریاتِ زندگی سے زیادہ کمانا اس صورت میں مباح ہے جب کہ نیت اپنی شان وشوکت اور اپنے

وقار کی حفاظت ہو، البتہ محض مال و دولت جمع کر کے فخر و تکبر کے اظہار کے لئے زیادہ کمانا حرام ہے اگر چہ حلال ذرائع ہی سے کیوں نہ کمایا جائے۔

(حق نمبر ۳)

کاروبار کو فروغ دینے کے لئے ہمیشہ سچائی اختیار کرنا اور جھوٹی قسموں سے سختی کے ساتھ پرہیز کرنا

نبی ﷺ نے فرمایا: ”قیامت کے روز اللہ تعالیٰ نہ اس شخص سے بات کرے گا نہ اس کی طرف منہ اٹھا کر دیکھے گا اور نہ اس کو پاک صاف کر کے جنت میں داخل کرے گا جو جھوٹی قسمیں کھا کھا کر اپنے کاروبار کو فروغ دینے کی کوشش کرتا ہے“۔ (مسلم)

قسمیں کھانے سے بچو...! یہ چیز وقتی طور پر تو ترقی کی معلوم ہوتی ہے لیکن آخر کار کاروبار میں برکت ختم ہو جاتی ہے۔ (مسلم)

حضرت رفاعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وہ (ایک بار) نبی کریم ﷺ کے ساتھ عید گاہ کی طرف نکلے تو آپ ﷺ نے دیکھا کہ (بازار میں) لوگ اپنے کاروبار میں مصروف ہیں، آپ ﷺ نے آواز لگائی:

”اے تاجر لوگو...!“ فوراً سب لوگ آپ کی طرف متوجہ ہوئے اور گردنیں اونچی کر کے نظریں اٹھا اٹھا کر آپ ﷺ کی طرف دیکھنے لگے، آپ ﷺ نے فرمایا: ”قیامت کے دن تاجر لوگوں کا حشر، فاجروں (یعنی جھوٹ بولنے والو اور نافرمان لوگوں) کے ساتھ ہوگا، ہاں (وہ تاجر اس سے مستثنیٰ ہوں گے) جنہوں نے پرہیزگاری اختیار کی، (یعنی خیانت اور فریب دہی وغیرہ میں مبتلا نہ ہوئے) اور نیکی کی (یعنی اپنے تجارتی معاملات میں لوگوں کے ساتھ اچھا سلوک کیا) اور سچ پر قائم رہے“۔ (ترمذی وابن ماجہ)

حضرت ابوسعید خدری ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”سچا اور امانت دار تاجر (قیامت کے دن) انبیاء علیہم السلام اور صدیقوں اور شہیدوں کے ساتھ ہوگا“۔ (ترمذی)

(حق نمبر۴)

کاروبار میں ہمیشہ دیانت وامانت اختیار کرنا

کبھی کسی کو خراب مال دے کر یا دھوکہ دیکر معروف نفع سے زیادہ غیر معمولی نفع لے کر اپنی حلال کمائی کو حرام نہ بنایئے، اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد ہے: ”سچا اور امانت دار تاجر قیامت میں نبیوں، صدیقوں اور شہیدوں کے ساتھ ہوگا“۔ (ترمذی)

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”اللہ عزوجل ارشاد فرماتے ہیں: دو شریکوں کا (کاروباری ساجھیوں کا) تیسرا میں شریک (نگہبان) ہوتا ہوں چار شریک ہوں تو پانچواں شریک اور (نگہبان میں ہوتا ہوں) جب تک کہ کوئی شریک ان میں سے اپنے ساتھی سے خیانت نہ کرے، جب کوئی خیانت کر لیتا ہے تو میں ان کے درمیان سے ہٹ جاتا ہوں“۔ اور ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ”شیطان ان کے درمیان آ جاتا ہے“۔

”ان کے درمیان سے میں ہٹ جاتا ہوں“ کا مطلب یہ ہے کہ جب شرکاء میں بد دیانتی کے جراثیم پیدا ہو جاتے ہیں اور وہ ایک دوسرے کے ساتھ خیانت کرنے لگ جاتے ہیں تو میری محافظت وبرکت کا سایہ ان پر سے ہٹ جاتا ہے اور اس کے بجائے شیطان ان پر تسلط جما لیتا ہے جس کا انجام یہ ہوتا ہے کہ شرکاء مکمل نقصان وتباہی کے کنارے پر پہنچ جاتے ہیں اور ان کے مال ورزق سے برکت ختم ہو جاتی ہے۔

(حق نمبر۵)

خریداروں کو اچھے سے اچھا مال فراہم کرنے کی کوشش کرنا

جس مال پر آپ کو اطمینان نہ ہو وہ ہرگز کسی خریدار کو نہ دیجئے اور اگر کوئی خریدار آپ سے مشورہ طلب کرے تو اس کو مناسب مشورہ دیجئے۔

(حق نمبر ۶)

خریداروں کو اپنے اعتماد میں لینے کی کوشش کرنا

خریداروں کو اپنے اعتماد میں لینے کی کوشش کرنا تاکہ وہ آپ کو اپنا خیر خواہ سمجھیں۔ آپ پر بھروسہ کریں اور ان کو پورا اطمینان ہو کہ وہ آپ کے یہاں کبھی دھوکہ نہ کھائیں گے۔ نبی ﷺ کا ارشاد ہے:

''جس نے کمائی پر گذارہ کیا، میری سنت پر عمل کیا اور لوگوں کو اپنے شر سے محفوظ رکھا تو یہ شخص جنتی ہے، بہشت میں داخل ہوگا''۔ لوگوں نے عرض کیا: ''یا رسول اللہ...! اس زمانے میں تو ایسے لوگ کثرت سے ہیں''۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''میرے بعد ایسے لوگ کم ہوں گے''۔ (ترمذی)

(حق نمبر ۷)

وقت کی پابندی کا پورا خیال رکھنا

وقت پر دکان پہنچ جایئے اور جم کر صبر کے ساتھ بیٹھئے کیوں کہ انسان تدبیر کو اپنائے، جو مقدر میں لکھا ہے وہی ہوگا۔ نبی ﷺ کا ارشاد ہے:

''رزق کی تلاش اور حلال کمائی کے لئے صبح سویرے ہی چلے جایا کرو کیوں کہ صبح کے کاموں میں برکت اور کشادگی ہوتی ہے اور اس امت کی برکت صبح میں ہے''۔

اسکے علاوہ اگر ملازمت پیشہ انسان ہے تو اس کو وقت کی تنخواہ مل رہی ہے اگر وہ وقت میں سستی کر رہا ہے یا جس کام کی ذمہ داری ہے اس میں جی چرا رہا ہے یا مقررہ ذمہ داری کے علاوہ کوئی دوسرا کام کر رہا ہے تو وہ اپنی تنخواہ کو حرام کر رہا ہے۔ اگر کہیں جانا ہو یا تاخیر ہو یا طبیعت کی خرابی کی وجہ سے ذمہ داری پوری کرنے میں دشواری ہو تو اجازت لے لی جائے۔

(حق نمبر ۸)

ملازمین کے حقوق فیاضی اور ایثار کے ساتھ ادا کرنا

ہمیشہ ان کے ساتھ نرمی اور کشادگی کا سلوک کریں، بات بات پر غصہ کرنے،

گالی دینے اور شبہ کرنے سے پرہیز کریں۔ نبی ﷺ کا ارشاد ہے: ''اللہ تعالیٰ اس امت کو پاکیزگی سے نہیں نوازتا جس میں کمزوروں کو ان کا حق نہ دلوایا جائے''۔

اور اپنے ملازمین کو وقت مقررہ سے پہلے ہی تنخواہ دیدی جائے۔ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ تین شخص ایسے ہیں کہ جن سے میں قیامت کے دن جھگڑوں گا، اور جس سے میں جھگڑوں گا اس کو تباہ و برباد کر کے رکھ دوں گا، ایک تو وہ شخص ہے جس نے میرے نام کے ذریعہ (میری قسم کھا کر) کوئی عہد کیا پھر اس کو توڑ ڈالا، دوسرا وہ شخص ہے جس نے آزاد شخص کو فروخت کر کے اس کی قیمت کھائی اور تیسرا شخص وہ ہے جس نے کسی مزدور کو مزدوری پر لگایا اور اس سے کام لیا (یعنی جس کام کیلئے لگایا تھا وہ پورا پورا کام اس سے کرایا) لیکن اس کو اس کی مزدوری نہیں دی''۔ (رواہ البخاری، وابن ماجہ وغیرھما)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مزدور کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے پہلے اس کی مزدوری ادا کر دیا کرو''۔ (ابن ماجہ)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ اجیر اور مزدور جب تمہارا کام پورا کر دے تو اس کی مزدوری فوراً ادا کر دی جائے تاخیر بالکل نہ کی جائے۔

(حق نمبر ۹)

خریداروں کے ساتھ ہمیشہ نرمی کا معاملہ کرنا

خریداروں کے ساتھ ہمیشہ نرمی کا معاملہ کریں اور قرض مانگنے والوں کے ساتھ نہ سختی کریں نہ انہیں مایوس کریں اور نہ ان سے تقاضے میں شدت کریں۔ نبی ﷺ کا ارشاد ہے:

''اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم فرمائے گا جو خرید و فروخت اور تقاضا کرنے میں نرمی اور خوش اخلاقی سے کام لیتا ہے''۔ (بخاری) اور آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا: ''جس شخص کی یہ خواہش ہو کہ اللہ تعالیٰ اس کو روزِ قیامت کے غم اور گھٹن سے بچائے تو اسے

چاہیے کہ تنگ دست قرض دار کو مہلت دے یا قرض کا بوجھ اس کے اوپر سے اتار دے"۔ (مسلم)

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "اللہ کی رحمت اس بندے پر ہو جو بیچنے میں خریدنے میں اور اپنے حق کا تقاضا کرنے اور وصول کرنے میں نرم اور فراخ دل ہو"۔ (بخاری وابن ماجہ وترمذی)

اور ایک روایت میں ہے کہ "تم سے پہلی امتوں میں ایک شخص تھا اللہ تعالیٰ نے اس کی مغفرت فرمادی جب وہ بیچتا تھا تو نرمی برتتا تھا اور اپنا حق وصول کرتے وقت بھی نرمی سے ہی کام لیتا تھا"۔ (ترمذی)

(حق نمبر ۱۰)

مال کا عیب چھپانے اور خریدار کو دھوکہ دینے سے پرہیز کرنا

مال کی خرابی اور عیب خریدار پر واضح کر دیجئے۔ ایک بار نبی ﷺ غلے کے ایک ڈھیر کے پاس سے گزرے۔ آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ اس ڈھیر میں ڈالا تو انگلیوں میں کچھ تری محسوس ہوئی۔ آپ ﷺ نے غلے والے سے پوچھا: "یہ کیا؟" دوکان دار نے کہا: "یارسول اللہ! اس ڈھیر میں بارش ہوگئی تھی"۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "پھر تم نے بھیگے ہوئے غلے کو اوپر کیوں نہیں رکھ دیا کہ لوگ اسے دیکھ لیتے جو شخص دھوکہ دے اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں"۔ (رواہ مسلم وابن ماجہ والترمذی)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "جو ہمارے اوپر ہتھیار اٹھائے وہ ہم میں سے نہیں، اور جو ہمیں دھوکہ دے وہ ہم میں سے نہیں"۔ (رواہ مسلم)

(حق نمبر ۱۱)

قیمتیں چڑھنے کے انتظار میں کھانے پینے کی چیزیں اسٹاک (Stock) کر کے اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو پریشان کرنے سے سختی کے ساتھ بچنا

نبی ﷺ نے فرمایا: "ذخیرہ اندوزی کرنے والا گنہگار ہے"۔ ایک اور موقع پر

آپ ﷺ نے فرمایا: ''ذخیرہ اندوزی کرنے والا کیسا بُرا آدمی ہے۔ جب اللہ تعالیٰ چیزوں کو سستا فرمادیتا ہے تو وہ غم میں گھلتا ہے اور جب قیمتیں بڑھ جاتی ہیں تو اس کا دل باغ باغ ہوجاتا ہے''۔ (مشکوۃ)

(حق نمبر۱۲)

ناپ تول میں دیانت داری کا اہتمام کرنا

ناپ تول میں دیانت داری کا اہتمام کریں اور لینے اور دینے کا پیمانہ ایک رکھیۓ۔ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ'' جب نبی کریم ﷺ مدینہ تشریف لائے تو وہاں کے لوگ ناپ تول میں سب سے بدتر تھے، اللہ تعالیٰ نے اس وقت سورۃ التطفیف نازل فرمائی، اس کے بعد سے انہوں نے اپنی ناپ تول بہت اچھی کرلی''۔

فائدہ: سورۂ تطفیف میں اللہ کا ارشاد ہے:

''تباہی ہے کم کرنے والوں کے لئے ان کیلئے جب وہ ناپ تول کر لیتے ہیں تو پورا بھر لیتے ہیں اور جب ناپ تول کر دیتے ہیں تو گھٹا دیتے ہیں کیا یہ لوگ اس بات کا خیال نہیں کرتے کہ ان کو دوبارہ زندہ ہونا ہے اس بڑے دن کے لئے جس دن کھڑے رہیں گے لوگ تمام جہانوں کے مالک کے سامنے خبردار! (ایسے بے فکر ہرگز نہ رہیں) بلاشبہ گناہ گاروں کا اعمال نامہ سجین میں ہے اور تجھے کیا خبر سجین کیا چیز ہے؟ ایک رجسٹر ہے لکھا ہوا''۔ (سورۃ التطفیف)

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ناپ تول کرنے والے (کاروباری) لوگوں کو مخاطب کرکے ارشاد فرمایا:

''تمہیں ایک ایسا کام ملا ہے جس میں (بے احتیاطی کرکے) تم سے پہلے گزشتہ امتیں تباہ ہوچکی ہیں۔ (اس لئے احتیاط سے کام لیا کرو)''۔ (رواہ الترمذی)

فائدہ: گزشتہ امتوں میں خاص طور پر حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم مدین کی

طرف اشارہ ہے جو ناپ تول کی بے ایمانی میں بری طرح مبتلا تھی جس کو حضرت شعیب علیہ السلام نے بہت سمجھایا مگر وہ کسی طرح نہ مانے تو ان کو اللہ تعالیٰ نے آسمانی کڑک اور زمین کے زلزلوں سے تباہ کر دیا۔

(حق نمبر ۱۳)

تجارتی کوتاہیوں کا کفارہ ضرور ادا کرتے رہنا

اللہ تعالیٰ کی راہ میں دل کھول کر صدقہ وخیرات کرتے رہا کریں۔ نبی ﷺ نے تاجروں کو ہدایت فرمائی کہ: ''اے کاروبار کرنے والو....! مال کے بیچنے میں لغو بات کرنے اور جھوٹی قسم کھا جانے کا بہت امکان رہتا ہے تو تم لوگ اپنے مالوں میں صدقہ ضرور کر دیا کرو''۔ (ابوداؤد)

(حق نمبر ۱۴)

حلال کمائی کی ترغیب اور فضیلت

کمانے والے کیلئے ضروری ہے کہ وہ اپنی کمائی کو اپنی ذات پر اور اپنے اہل و عیال پر اس طرح خرچ کرے کہ نہ تو اسراف میں مبتلا ہو اور نہ بخل وتنگی کرے۔ جو شخص کمانے اور اپنی روزی خود فراہم کرنے پر قادر ہو اس پر لازم ہے کہ وہ کمائے اور جس طرح بھی ہو سکے حلال ذرائع سے اپنی اور اپنے اہل وعیال کی آبرومندانہ زندگی کے تحفظ کے لئے معاشی ضروریات خود فراہم کر کے دوسروں پر بار نہ بنے۔ ہاں جو شخص کسی بھی مجبوری اور عذر کی وجہ سے کسب وکمائی پر قادر نہ ہو تو پھر اس کیلئے ضروری ہوگا کہ وہ دوسروں سے سوال کر کے اپنی زندگی کی حفاظت کرے اگر اس صورت میں کوئی شخص محض اس وجہ سے کہ دوسروں کے آگے ہاتھ پھیلانا اس کی غیرت کو گوارا نہیں، اس نے سوال نہ کیا یہاں تک کہ بھوک وافلاس نے اس کی زندگی کے چراغ کو گل کر دیا تو نہ صرف یہ کہ وہ اپنی موت کا خود ذمہ دار ہوگا بلکہ ایک گنہگاری کی موت مرے گا، نیز جو شخص خود کما کر پیٹ بھرنے سے عاجز ہو تو اس کا حال جاننے والے پر یہ فرض ہے کہ

وہ اس معذور شخص کی خبر گیری کرے بایں طور کہ اس کا پیٹ بھرے یا وہ خود اس انسانی فریضہ کی ادئیگی پر قادر نہ ہو تو کسی ایسے شخص سے اس کی مدد کی سفارش کرے جو اس کی مدد کرنے پر قادر ہو۔

(حق نمبر ۱۵)

بکی ہوئی چیز گاہک کے کہنے سے واپس کرنا

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جس نے اپنا بکا ہوا مال اپنے (خریدار) مسلمان بھائی (کی خواہش) سے واپس لوٹا لیا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی لغزشیں بخش دے گا''۔ (ابوداؤد وابن ماجہ)

لہٰذا اگر خریدار کسی وجہ سے مال واپس کرے تو اس اجر کو نہیں چھوڑنا چاہئے۔

(حق نمبر ۱۶)

بلا ضرورت قرض نہ لینا

حضرت محمد بن عبداللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ (ایک دن) رسول اللہ ﷺ (مسجد نبوی کے اس صحن میں) تھے جہاں جنازے لاکر رکھے جاتے تھے اچانک آپ ﷺ نے اپنی نظر آسمان کی طرف اٹھائی، پھر نظر جھکالی، اور اپنا ہاتھ پیشانی پر رکھ کر (انتہائی تعجب کے عالم میں) فرمایا کہ سبحان اللہ سبحان اللہ! کس قدر سختی نازل ہوئی ہے؟ راوی کہتے ہیں کہ ہم سمجھ گئے (کہ کوئی خاص بات پیش آئی ہے) اور خاموش ہوگئے، (یہاں تک کہ ایک دن پورا گزرگیا) جب دوسرا دن ہوا تو میں نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ وہ کیا سختی ہے جو نازل ہوئی ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''دَین (یعنی قرض وغیرہ) کے بارے میں وہ سختی نازل ہوئی ہے، قسم ہے اس پاک ذات کی جس کے قبضہ میں محمد ﷺ کی جان ہے اگر کوئی شخص اللہ کی راہ میں (یعنی جہاد کرتے ہوئے) مارا جائے اور پھر زندہ ہو، پھر اللہ کی راہ میں مارا جائے اور

پھر زندہ ہو، پھر اللہ کی راہ میں مارا جائے اور اس پر قرض ہو تو وہ اس وقت تک جنت میں داخل نہیں ہوگا جب تک کہ اس کا قرض ادا نہ کردیا جائے (یعنی اگر کوئی قرض دار بار بار بھی اللہ کی راہ میں مارا جائے تو یہ بار بار شہادت بھی اس کے قرض کا کفارہ نہیں ہوسکتی)"۔ (نسائی وطبرانی)

حضرت ابن عمرؓ نبی کریم ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں: "قرض روئے زمین پر اللہ کا جھنڈا (یعنی ذلت کا نشان) ہے، اللہ تعالیٰ جب کسی بندے کو ذلیل کرنا چاہتے ہیں تو یہ (ذلت کا طوق) اس کے گلے میں ڈال دیتے ہیں"۔ (حاکم)

(حق نمبر ۱۷)

اگر کسی سے قرض لیا ہے تو جلد ادا کرنا

"صاحب استطاعت کا (ادائیگی قرض میں) ٹال مٹول کرنا ظلم ہے اور جب تم میں سے کسی کو صاحب استطاعت کے حوالہ کیا جائے تو اس حوالہ کو قبول کرلینا چاہئے"۔ (بخاری ومسلم)

آج کل یہ گناہ اتنا عام ہوچکا ہے کہ لوگوں کے پیسے دبائے ہوتے ہیں اور حج اور عمرے کررہے ہیں، دیگر جگہوں پر خرچ کررہے ہیں۔ ایسی عبادات اور نیکیوں سے اللہ کی رضا کی امید نہ رکھی جائے۔ اللہ تعالیٰ اپنا خوف امتِ مسلمہ کے تاجروں کو نصیب فرمائے۔ (آمین)

☆☆☆تمت بالخیر☆☆☆

استاذوں کے (۱٦) حقوق

(حق نمبر۱:)

استاذوں کے سامنے عاجزی برتنا

حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: علم حاصل کرو علم کیلئے متانت اور وقار پیدا کرو جس سے تعلیم حاصل کرو اس سے خاکساری برتو:

ایک جگہ ارشاد فرمایا کہ بوڑھے مسلمان اور عالم، حافظِ قرآن، بادشاہ عادل اور استاذوں کی عزت کرنا تعظیمِ خداوندی میں داخل ہے۔

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ میں اسکا غلام ہوں جس نے مجھے ایک حرف سکھادیا اگر وہ مجھے چاہے تو بیچ دے اور اگر چاہے تو آزاد کردے یا غلام رکھے ایک شاعر کہتا ہے:

رأیت احق الحق حق المعلم : واوجبه حفظا علی کل مسلم

لقد حق ان یهدی الیه کرامة لتعلیم حرف واحد الف درهم

(سب سے بڑا حق تو معلم کا ہے جس کی رعایت تمام مسلمانوں پر فرض ہے واقعی وہ شخص جس نے تم کو ایک لفظ سکھادیا اس کا مستحق ہے کہ ہزار درہم اس کے لئے ہدیہ کئے جائیں بلکہ اسکے احسان کے مقابلہ میں تو ہزار درہم کی بھی کوئی حیثیت نہیں)

(آداب المتعلمین)

(حق نمبر۲:)

استاذوں کا ادب کرنا

حضرت ابنِ وہابؒ کہا کرتے تھے کہ امام مالک کے ادب سے مجھے جو کچھ ملا علم سے اتنا نہیں ملا۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا بیان ہے کہ میں لگاتار دو برس تک ارادہ کرتا رہا کہ امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ سے ایک حدیث کے بارے میں سوال کروں گا مگر ادب

اوررعب کی وجہ سے ہمت نہ پڑتی تھی، ایک مرتبہ حج کے موقع پر مرالظہر ان میں جب وہ قضائے حاجت سے فارغ ہو کر واپس ہونے لگے تو میں نے ہمت کر کے عرض کیا کہ امیر المومنین ایک حدیث کے بارے میں دو برس سے سوال کرنا چاہتا ہوں مگر آپکا رعب بولنے نہیں دیتا، فرمایا یہ نہ کیا کرو جب کچھ پوچھنا ہو تو پوچھ لیا کرو علم ہوگا تو بتادونگا ورنہ کہدوں گا کہ میں نہیں جانتا کسی اور سے پوچھ لو۔ اسی طرح سعید بن میتب نے فرمایا کہ میں نے سعید بن مالک سے کہا: آپ سے کچھ دریافت کرنا ہے مگر ہیبت کی وجہ سے زبان نہیں کھلتی، فرمایا کہ بھائی! مجھ سے ہرگز مرعوب نہ ہو جو کچھ پوچھنا ہو بے کھٹکے پوچھ لیا کرو، عرض کیا: پوچھنا یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے غزوہ تبوک میں تشریف لے جاتے وقت حضرت علیؓ سے کیا فرمایا تھا؟ جواب دیا یہ فرمایا تھا کہ اے علیؓ! تم کیا پسند نہیں کرتے کہ مجھ سے تمہاری وہی نسبت ہو جو موسیٰؑ سے انکے بھائی ھارونؑ کو تھی۔

ایک مرتبہ امام احمدؒ کسی مرض کی وجہ سے ٹیک لگا کر بیٹھے ہوئے تھے اثنائے گفتگو میں ابراہیم بن طہمانؒ کا ذکر نکل آیا انکا نام سنتے ہی امام احمدؒ سیدھے بیٹھ گئے اور فرمایا کہ یہ نازیبا بات ہوگی کہ بڑوں کا نام لیا جائے اور ہم ٹیک لگا کر بیٹھے رہیں۔

امام ربیعؒ فرماتے ہیں کہ اپنے استاذ امام شافعیؒ کی نظر کے سامنے مجھ کو کبھی پانی پینے کی جرأت نہ ہوئی امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ امام مالکؒ کے سامنے میں ورق بھی آہستہ الٹتا تھا کہ اسکی آواز انکو سنائی نہ دے۔

بغیر اجازت استاذ سے بات نہ کرے اور اس کے سامنے بلند آواز سے نہ بولے، اس کے آگے نہ چلے، اس کے بیٹھنے کی جگہ پر نہ بیٹھے، اس کی منشا معلوم کرنے کی کوشش کرتا رہے۔ اور اس کے مطابق عمل کرے اور اگر کسی وقت استاذ کی طبیعت مکدر ہو تو اس وقت اس سے کوئی بات نہ پوچھے، کسی اور وقت دریافت کر لے، استاذ کو دستک دے کر نہ بلائے بلکہ اس کے نکلنے کا انتظار کرے۔ (تعلیم المتعلم)

حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ اصحاب رسول اللہ ﷺ میں انصار کے پاس

سے مجھے زیادہ علم ملا، میں انکے دروازے پر دوپہر کی گرمی میں پڑا رہتا تھا۔ حالانکہ اگر میں چاہتا تو وہ مطلع ہونے پر فوراً نکل آتے مگر مجھے ان کے آرام کا خیال رہتا تھا، جب وہ باہر آتے تو اس وقت میں ان سے دریافت کرتا۔

حضرت شیخ الادب مولانا اعزاز علی صاحبؒ کے بارے میں متعدد حضرات نے بیان کیا کہ کوئی بات دریافت کرنی ہوتی یا کتاب کا مضمون سمجھنا ہوتا تو حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ کے مکان کے دروازے پر جا کر بیٹھ جاتے جب حضرت گھر سے باہر نکلتے تو اس وقت دریافت کرتے، اور یہ تقریباً روزانہ ہی کا معمول تھا۔ (آداب المتعلمین)

(حق نمبر۳)

اساتذہ کے سامنے کم بولنا

استاذ کے سامنے زیادہ بولنے کے بجائے اسکی بات کو توجہ سے سنے! اس کے سامنے زیادہ بولنا بے ادبی ہے کوئی بات سمجھ میں نہ آئے تو ادب کے ساتھ دریافت کرے

حضرت حسینؓ نے اپنے صاحبزادہ کو نصیحت کی کہ استاذ کی صحبت میں خود بولنے سے زیادہ سیکھنے کی کوشش کرنا۔ (آداب المتعلمین)

(حق نمبر۴)

اساتذہ کا نام نہ لینا

حضرت امام احمد بن حنبلؒ ادب کی وجہ سے اپنے استاذ کا نام نہ لیتے تھے بلکہ انکا ذکر انکی کنیت کے ساتھ کرتے تھے (تہذیب)

خطاب کے وقت حضرت یا استاذ جی کہہ کر بات کرنا اور غائبانہ اولاً کوشش کرنا کہ کنیت وغیرہ سے تذکرہ کیا جائے اور مجبوری میں حضرت مولانا یا فضیلۃ الشیخ جیسے القاب استعمال کرنا۔

(حق نمبر۵)

استاذ کی صحبت کو غنیمت سمجھنا

حضرت امام بخاریؒ سے ایک بار کسی نے پوچھا کہ آپکے دل میں کوئی خواہش

ہے فرمایا: خواہش یہ ہے کہ میرے استاذ علی بن مدینیؒ حیات ہوتے اور میں جا کر انکی صحبت اختیار کرتا۔ (آداب المتعلمین)

(حق نمبر ٦)

استاذ کی سختی کو برداشت کرنا بلکہ نعمت سمجھنا

حضرت امام ابو یوسفؒ نے فرمایا: انسان پر اپنے استاذ کی مدارات واجب ہے اسکی تندی سختی کو برداشت کرے استاذ کوئی اچھی بات بتائے یا کسی بری بات پر تنبیہ کرے تو اسکی شکر گزاری ضروری ہے جب وہ کوئی نکتہ بتائے تو تمہیں اگر وہ پہلے سے معلوم ہو جب بھی یہ ظاہر نہ کرو کہ مجھے پہلے سے معلوم ہے۔

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی رحمۃ اللہ علیہ کو انکے شامی استاذ نے معمولی سی بات پر جو غلط فہمی پر مبنی تھی بہت زیادہ مارا تھا لیکن اس وقت اور اس کے بعد مولانا کے دل میں ذرا بھی تکدر نہ ہوا پھر عرب اور عجم میں حضرت مولانا کا جو مقام ہوا اور اللہ پاک نے دین کی خدمت جوان سے لی دنیا نے اسکو دیکھا ہے۔ (آداب المتعلمین)

(حق نمبر ٧)

استاذ کے برابر نہ بیٹھنا

بزرگوں نے فرمایا کہ استاذ کے سامنے ادب سے بیٹھو، اس کے برابر نہ بیٹھو۔ وہ کہے تب بھی نہ بیٹھو، جب نہ بیٹھنے پر اس کو صدمہ ہو تب مضائقہ نہیں۔

(حق نمبر ٨)

فراغت کے بعد بھی استاذوں سے تعلق رکھنا

استاذ کا یہ بھی حق ہے فراغت کے بعد بھی اس سے ملاقات کرتا رہے۔ شرح الطریق المحمدیہ میں واقعہ لکھا ہے کہ جس وقت امام حلوانی بخارا سے دوسری جگہ تشریف لے گئے تو امام زرنوجی کے علاوہ اس علاقے کے تمام شاگرد سفر کر کے ان کی زیارت کو

گئے۔ مدت کے بعد امام زرنوجی سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے غیر حاضری پر افسوس ظاہر کرتے ہوئے معذرت پیش کی کہ ماں کی خدمت کی وجہ سے نہیں آسکا۔ اس وقت امام حلوانیؒ نے فرمایا کہ عمر تو ضرور نصیب ہوگی مگر درس نصیب نہیں ہوگا چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

حضرت مولانا شاہ عبدالرحمٰن صاحب محدث صدر المدرسین مظاہر علوم کا ایک واقعہ نقل کیا گیا ہے، فرماتے ہیں کہ میں اپنے وطن سے جب سہارنپور پڑھنے کیلئے آیا تو ہر استاذ سے مل کر آیا تھا۔ ایک استاذ جن سے ابتدائی کتابیں پڑھی تھیں ان سے ملاقات نہ ہوسکی۔ جب سہارنپور آکر پڑھنا شروع کیا تو کتاب بالکل سمجھ میں نہ آئی حالانکہ میں اپنی جماعت میں سمجھدار سمجھا جاتا تھا۔ اس کے اسباب پر غور کیا اللہ نے رہنمائی فرمائی اور استاذ کی خدمت میں خط لکھ کر معافی مانگی اور ملاقات نہ ہوسکنے کی وجہ لکھی۔ انہوں نے جواب میں فرمایا: ''میرے دل میں خیال ہوا تھا کہ مجھے چھوٹا سمجھ کر شاید تم نہیں ملے لیکن تمہارے خط سے معلوم ہوا کہ یہ بات نہیں تھی اس کے بعد دعائیہ الفاظ لکھے۔ حضرت مولانا نے فرمایا کہ اساتذہ کے احترام ہی کا نتیجہ ہے کہ تمہارے سامنے ترمذی پڑھا رہا ہوں''۔ درس کا یہ عالم تھا کہ سب کا اس پر اتفاق تھا کہ ان سے بہتر اس وقت ترمذی پڑھانے والا پورے ملک میں کوئی نہیں۔ (آداب المتعلمین)

(حق نمبر ۹)

غلطی ہونے پر خود استاذ سے معافی مانگ لینا

استاذ کو کبھی ناراض نہ کرنا چاہئے۔ اگر اس کی شان میں خدانخواستہ کوئی بے ادبی اور گستاخی ہوجائے تو فوراً انتہائی عاجزی کے ساتھ معافی مانگ لے۔ اگر استاذ کا دل مکدر ہوگیا تو اس سے فیض نہیں حاصل کرسکتا۔

ایک بزرگ نے فرمایا اپنے اساتذہ کو برا نہ کہو ورنہ تمہارے تلامذہ تمہیں برا کہیں گے۔

(آداب المتعلمین)

(حق نمبر۱۰)

استاذ کی اولاد اور متعلقین کی تعظیم کرنا

طالبعلم کیلئے یہ بھی ضروری ہے کہ استاذ کی اولاد اور اس کے متعلقین کی بھی تعظیم کرے۔ تعلیم المتعلم میں لکھا ہے کہ صاحب ہدایہ نے ائمہ بخارا میں سے ایک بڑے عالم کا یہ واقعہ بیان کیا کہ ایک دن ایسا ہوا کہ یہ عالم درس میں بیٹھے ہوئے تھے۔ یکا یک کھڑے ہوگئے، دریافت کرنے پر فرمایا کہ میرے استاذ کا لڑکا بچوں کے ساتھ کھیل رہا تھا جب کھیلتے ہوئے مسجد کی طرف آیا تو یہ اس کی تعظیم کیلئے کھڑے ہوگئے۔

حضرت مفتی محمود صاحب دامت برکاتہم نے ایک مرتبہ اپنی مجلس میں بیان فرمایا کہ حضرت شیخ الہندؒ نے حج بیت اللہ کا ارادہ فرمایا تو روانگی سے قبل حضرت مولانا قاسم صاحبؒ کی اہلیہ محترمہ کی خدمت میں حاضر ہوکر دہلیز کے پاس کھڑے ہوکر عرض کیا کہ اماں جی! اپنی جوتیاں مجھے عنایت فرمادیں۔ چنانچہ ان کی جوتیاں لیکر سر پر رکھ کر دیر تک روتے رہے اور فرمایا کہ میں اپنے استاذ کا حق کما حقہ ادا نہ کرسکا، شاید میرا یہ عمل اس کوتاہی کی تلافی کرسکے۔ (آداب المتعلمین)

(حق نمبر۱۱)

استاذ کو کبھی تکلیف نہ دینا

جو شخص اپنے استاذ کی تکلیف کا باعث ہو وہ علم کی برکت سے محروم رہے گا اور برابر کوششوں کے باوجود علم کی دولت سے متمتع نہیں ہوسکتا۔

ـ إنّ المعلّم والطبيب كلاهما : لاينصحان اذا هما لم يكرما

فاصبر لدآئك إن جفوت طبيبه وافنع بجهلك ان جفوت معلما

ترجمہ: معلم اور طبیب کی جب تک توقیر اور تعظیم نہ کی جائے وہ خیر خواہی نہیں کرتے، بیمار نے اگر طبیب کے ساتھ بدسلوکی کی ہے تو اس کو ہمیشہ بیماری ہی پر قائم رہنا پڑیگا اور شاگرد نے اگر اپنے استاذ کے ساتھ بدتمیزی کی ہے تو وہ ہمیشہ جاہل رہے گا۔

(حق نمبر۱۲)

استاذ کی بات غور سے سننا

استاذ اگر بار بار کسی بات کو کہے تب بھی غور سے سنتا رہے، اکتائے نہیں۔ تعلیم المتعلم میں لکھا ہے کہ جو ایک ہزار مرتبہ سننے کے بعد بھی علم کی وہی عظمت نہ کرے جیسا کہ پہلی بار کی تھی، وہ شخص اہلِ علم میں سے نہیں ہے۔

(حق نمبر۱۳)

پڑھائی سے متعلق ہر بات کا استاذ سے مشورہ کرے

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ کوئی شخص بھی مشورہ کرنے کے بعد ہلاک نہیں ہوا، یہ مقولہ مشہور ہے کہ انسان تین قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک انسان کامل، دوسرا نصف مرد اور تیسرا جو لاشے کے درجے میں ہو۔

مرد کامل وہ ہے جو صاحب الرائے ہونے کے باوجود مشورہ کرتا ہے۔

اور نصف مرد وہ ہے جس کی رائے تو درست ہے مگر مشورہ نہیں کرتا۔

تیسرا مرد جو بالکل لاشے کے درجے میں ہے وہ ہے جو نہ درست رائے رکھتا ہے اور نہ بالکل مشورہ کرتا ہے۔

حضرت جعفر صادقؒ نے حضرت سفیان ثوریؒ کو نصیحت کی تھی کہ اپنے معاملات میں ان لوگوں سے مشورہ لیتے رہا کرو جن کے قلوب اللہ کے خوف سے لبریز ہیں۔ جب تمام معاملات میں مشورے کی ضرورت ہے تو علم جو ایک بلند ترین مقصد ہے اس میں مشورہ کرنا تو زیادہ ضروری ہے اور استاذ سے بڑھ کر اس معاملہ میں کوئی صحیح رائے نہیں دے سکتا۔ (آداب المتعلمین)

(حق نمبر۱۴)

استاذ کی رضا کے بغیر دوسرے استاذ کو اختیار نہ کرے

استاذ اور مدرسے کے انتخاب میں خواہ کچھ دیر لگ جائے لیکن جب کسی کو انتخاب

کرلیا تو جب تک استاذ کی مرضی نہ ہو دوسرے مدرسے اور دوسرے استاذ کے پاس نہ جائے البتہ استاذ کی دیانت کا تقاضا یہ ہے کہ اگر دوسرے کے پاس بھیجنے میں طالب علم کا فائدہ ہے تو اس میں خیانت نہ کرے اور اس کو بخوشی اجازت دے دے۔

تعلیم المتعلم میں لکھا ہے کہ جو طلباء اساتذہ کو بدلتے رہتے ہیں، کبھی کسی کے پاس چلے گئے، کبھی کسی کے پاس چلے گئے، اس سے علم کی برکت ختم ہو جاتی ہے۔

حضرت حکیم الامت ؒ ایک جگہ تحریر فرماتے ہیں کہ ”میرے والد صاحب کی رائے ہوئی کہ دوسرے استاذ کے پاس پڑھنے کیلئے بھیجا جائے جب مجھے معلوم ہوا تو رات بھر نیند نہیں آئی، کھانا نہیں کھایا، گھر کی مستورات نے یہ حال کہا تو والد صاحب نے اپنی رائے بدل دی۔ اور میں بدستور اپنے سابق استاذ ہی کی خدمت میں رہا“۔

پھر دنیا نے دیکھا کہ استاذ کی عظمت ومحبت نے کیا رنگ پیدا کیا اور پھر حضرت سے اصلاحِ امت کا کتنا بڑا کام ہوا۔ آج کل اس کا اچھی طرح مشاہدہ ہو رہا ہے کہ طلباء کو ایک جگہ قرار ہی نہیں، دورۂ حدیث تک پہنچنے سے پہلے نہ معلوم کتنے مدارس کی سیر ہو جاتی ہے۔ اصل میں علم مقصود نہیں ہوتا تا کہ اس کے نقصان کی فکر ہو، عیش وآرام مطلوب ہے۔ جس مدرسے کے بارے میں معلوم ہوا کہ وہاں زیادہ آرام ہے وہیں کیلئے بستر بندھ گیا۔ استاذ کی خوشنودی کامیابی کا زینہ ہے، اس کی ایک نگاہ طالب علم کو کہیں سے کہیں پہنچا دیتی ہے۔ (آداب المتعلمين)

(حق نمبر ۱۵)

اساتذہ کی خدمت کرنا

طالب علم کو چاہئے کہ استاذ کی خدمت کو اپنے لئے فلاح دارین کا ذریعہ سمجھے اور استاذ کے کہنے کا انتظار نہ کرے خود ہی اس کا کام کر دیا کرے۔ اور اس میں اپنی سعادت سمجھے، جو طالبعلم اپنے استاذ کی خدمت کرتا ہے اللہ پاک اس کو دینی ودنیوی ترقی عطا فرماتا ہے۔ ایسے طلباء بعد میں دین کی اشاعت کرتے ہیں، جس سے

ہزاروں بندگانِ خدا کو ہدایت نصیب ہوتی ہے۔ وہ زمین پر مانند ستاروں کے ہوتے ہیں ان کی صحبت میں ایسی تاثیر ہوتی ہے کہ برسہا برس کا پاپی گناہوں سے توبہ کرکے خداوندِ تعالیٰ کی معرفت کا نور قلب کے اندر پیدا کرتا ہے انکی فراست وذکاوت سے بڑے بڑے پیچیدہ مسائل حل ہوتے ہیں۔ وہ اساطینِ امت ہیں جن پر زمین و آسمان فخر کرتے ہیں، وہ جس سرزمین پر قدم رکھتے ہیں۔ گمراہی دور ہوجاتی ہے اور ہدایت کی راہیں کھل جاتی ہیں۔ ہرایک کواس کا اچھی طرح تجربہ ہے کہ جس کو جوکچھ ملا استاذ کی خدمت اوراس کی عنایت ومہربانی سے ملا، دین ودنیا کی عزت ان ہی کی دعاؤں کا ثمرہ ہے۔(آداب المتعلمین)

حضرت حماد بن سلمہ کی ہمشیرہ عاتکہ فرماتی ہیں کہ امام ابوحنیفہ" ہمارے گھر کی روئی دھنتے تھے اور ہمارا دودھ ترکاری خرید کرلاتے تھے اوراس طرح کے بہت سے کام کیا کرتے تھے۔ حضرت حماد حضرت امام ابوحنیفہؒ کے استاذ ہیں، اس وقت کیا کوئی سمجھ سکتا تھا کہ حماد کے گھر کا یہ خادم تمام عالم کا مخدوم ہوگا۔ (آداب المتعلمین)

صاحب تعلیم المتعلم لکھتے ہیں کہ امام فخرالدین کو میں نے مرو میں بادشاہ کے پاس دیکھا کہ بادشاہ ان کی بہت تعظیم کرتا تھا اور یہ بات بار بار کہا کرتا تھا کہ میں نے یہ سلطنت اورعزت محض استاذ کی خدمت کے سلسلہ میں پائی۔ کیونکہ میں اپنے استاذ قاضی امام ابوزید دبوسی کی بہت خدمت کیا کرتا تھا، یہاں تک کہ میں نے تیس (۳۰) سال تک متواتر ان کا کھانا پکایا اوراس میں سے کچھ کھاتا نہ تھا۔

ایک واقعہ اسی کتاب میں اور بیان کیا ہے کہ خلیفہ ہارون رشید نے اپنے بیٹے کو حضرت اصمعیؒ کے پاس علم حاصل کرنے کیلئے بھیجا، ایک مرتبہ ہارون رشید گئے دیکھا کہ شہزادہ ان کو وضو کرارہا ہے۔ وہ پانی ڈالتا ہے اور حضرت اصمعیؒ اعضاء دھورہے ہیں، ہارون رشید نے اصمعیؒ سے کہا کہ میں نے آپ کے پاس علم وادب کیلئے بھیجا تھا، آپ کیا ادب سکھارہے ہیں؟ اس کو یوں نہیں حکم دیتے کہ ایک ہاتھ سے پانی ڈالتا اور دوسرے ہاتھ سے آپ کا پیر دھوتا۔

شیخ الاسلام سید حسین احمد مدنی صاحب ؒ کے حالات میں ہے کہ ان کے استاذ حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحب ؒ کے یہاں مہمان زیادہ آگئے۔، بیت الخلا ایک ہی تھا، مہمانوں کا قیام کئی روز رہا، حضرت مدنی ؒ روزانہ رات کو آکر بیت الخلا صاف کر جاتے اور صبح کو بیت الخلا صاف ملتا۔

حضرت معن بن عیسیٰ امام مالک ؒ کے شاگردوں میں سے ہیں اپنے زمانے کے بڑے محقق اور مفتی تھے۔ یہ مقام ان کو اپنے استاذ کی خدمت کی بدولت ملا۔

حضرت امام مالک ؒ ضعیف ہو گئے تھے، عصا رکھنے کی ضرورت ہوئی تو بجائے عصا کے معن بن عیسیٰ ہوتے تھے۔ امام مالک ؒ ان کے کندھے پر سہارا دیکر چلا کرتے تھے۔ (آداب المتعلمین)

(حق نمبر ۱۶)

اساتذہ کے انتقال کے بعد ان کی مغفرت کیلئے دعا کرنا

امام ابو یوسف ؒ ہمیشہ اساتذہ کیلئے دعائے مغفرت کیا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ میں نے جب بھی کوئی نفل نماز یا فرض نماز پڑھی تو اساتذہ کیلئے دعا ضرور کی۔

(آداب المتعلمین)

استاد کا تعلیم پر اجرت لینا

اگر معلم و استاد علم و تعلیم کے لیے اپنے آپ کو فارغ کر دے اور اس کے پاس ضروریات زندگی کے حصول کے لیے اور کوئی اسباب نہ ہو، اور حکومت تساہل و غفلت سے کام لے، یا معاشرہ اس کی ضروریات پوری کرنے اور کفالت کرنے میں تساہل سے کام لے، تو ایسی صورت میں معلم کے لیے پڑھانے اور تعلیم پر اجرت لینا درست ہے جس سے اس کی کرامت نفس باقی رہے اور ضروریات زندگی پوری ہو سکیں، اسی جانب امام غزالیؒ اپنی کتاب ''احیاء العلوم'' میں اشارہ کرتے ہیں فرماتے ہیں: اسی طرح مدرس کے لیے یہ بھی جائز ہے کہ وہ اتنا مال و معاوضہ لے لے جو اس کی کفالت

کر سکے تاکہ وہ اپنے قلب کو کمائی کے دھندوں سے فارغ کر کے علم کے پھیلانے کے لیے یکسو ہو جائے، اور اس کا مطمحِ نظر صرف نشرِ علم اور آخرت کا ثواب ہو، اور معاوضہ وہ اتنا لے جو اس کی کفالت کر سکے اور ضروریات پوری ہو جائیں۔

ابن وہب امام مالکؒ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ ان کے پاس ایک مدرسے کے معلم آئے اور انہوں نے امام مالک سے کہا: اے ابوعبداللہ! میں بچوں کو پڑھاتا ہوں اور مجھے ایسی روایت پہنچی ہے جس کی وجہ سے میں اجرت طے کرنے کو برا سمجھتا ہوں، اور لوگ بخیل ہو گئے ہیں جتنا پہلے دیا کرتے تھے اب اتنا نہیں دیتے، اور میں اپنے اہل وعیال کی وجہ سے مجبور ہوں، اور میں سوائے پڑھانے کے اور کوئی کام نہیں کر سکتا، تو امام مالک نے ان سے کہا: جاؤ پہلے سے طے کر لیا کرو، وہ صاحب چلے گئے تو امام مالک سے ان کے بعض حاضرین نے کہا: اے ابوعبداللہ آپ نے انہیں یہ حکم دیا ہے کہ تعلیم کے سلسلہ میں اجرت طے کر لیں؟ تو امام مالک نے ان سے فرمایا: جی ہاں ورنہ پھر ہمارے بچوں کی اصلاح کون کرے گا؟ انہیں تعلیم کون دے گا؟ اگر معلمین واساتذہ نہ ہوتے تو آج ہم نہ معلوم کیا چیز ہوتے؟

اللہ تعالیٰ تمام طالب علموں کو اپنے اساتذہ کے حقوق ادا کرنے کی توفیق نصیب فرمائے۔ (آمین)

☆☆☆ تمت بالخیر ☆☆☆

☆☆☆

شاگردوں کے(۱۰)حقوق

(حق نمبرا)

شاگردوں پر شفقت اور نرمی کرنا

استاذ کو چاہئے کہ شاگردوں پر شفقت کرے اوران کو اپنے بیٹوں کے برابر سمجھے، جیسا کہ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں: ”میں تمہارے لئے ایسا ہوں جیسا کہ والد اپنے لڑکے کیلئے“

ابوہارون عبدی اور شہر بن حوشب کہتے ہیں کہ جب ہم طالب علم حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوتے تو فرماتے، خوش آمدید وصیۃ رسول اللہ خوش آمدید سنو! رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: ”عنقریب زمین تمہارے لئے مسخر کردی جائے گی، اور تمہارے پاس کم عمر آئیں گے جو علم کے بھوکے پیاسے ہوں گے، تفقہ فی الدین کے خواہشمند ہوں گے اور تم سے سیکھنا چاہیں گے، پس جب وہ آئیں تو انہیں تعلیم دینا، مہربانی سے پیش آنا، ان کی آؤ بھگت کرنا اور حدیث بتانا“۔

(جامع بیان العلم)

حضرت امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ استاذ کو بردبار اور حلیم الطبع ہونا چاہئے، حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے فرمایا جب تک تیرا غصہ باقی ہے، اپنے آپ کو اہلِ علم میں شمار نہ کر۔

حضرت امام ابو یوسفؒ کا قول ہے کہ اپنے شاگردوں کے ساتھ ایسے خلوص اور محبت سے پیش آؤ کہ دوسرا دیکھے تو سمجھے کہ یہ تمہاری اولاد ہیں۔ ایک جگہ ارشاد فرمایا کہ علمی مجالس میں خصوصیت کے ساتھ غصہ سے پرہیز کرو۔ امام ربانیؒ کے حالات میں لکھا ہے کہ ایک طالب علم زمین پر بیٹھا قرآن مجید پڑھ رہا تھا، حضرت نے خیال کیا تو اپنے نیچے بچھانے کی چیز چادر وغیرہ زائد پائی فوراً زائد چادر اپنے نیچے سے نکال کر اس طالب علم کے نیچے بچھا دیا۔

قطب العالم حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی کے حالات میں ہے کہ ایک مرتبہ صحنِ مسجد میں درس دے رہے تھے، بارش ہونے لگی، طلبہ اپنی اپنی کتابیں لے کر اندر چلے گئے، حضرت نے ان سب طلبہ کے جوتے اٹھائے اور حفاظت کی جگہ پر رکھ دیئے۔

اگر ہمارے اسلاف اس طرح تحمل اور نرمی سے کام نہ کرتے تو علمِ دین ہم تک ہرگز نہیں پہنچ سکتا تھا، اصل بات یہ ہے کہ ان کے اندر علمِ دین کی اشاعت کا جذبہ تھا اس لئے سب کچھ برداشت کرتے تھے، ہمارے دل اس سے خالی ہیں۔ (آداب المتعلمین)

(حق نمبر۲)

غصہ اور طیش میں آکر بچوں کو سزا نہ دینا

کیونکہ کوئی حکیم غصہ میں بھرا ہوا مریض کے مرض کو ختم نہیں کرسکتا، غصہ میں دل قابو نہیں رہتا، جب استاذ کا دل ہی قابو میں نہیں تو وہ شاگرد کو کیسے اپنے قابو میں لاسکتا ہے؟ اس میں تو اور خرابی کا اندیشہ ہے۔

کی نصیحت بری طرح ناصح — اور اک بس ملا دیا بس میں

تجربہ سے یہ بات ثابت ہے کہ سخت کلمات کی بہ نسبت نرم کلمات زیادہ مؤثر ہوتے ہیں، یہ حماقت ہے کہ جس برتن میں آدمی کچھ ڈالنا چاہے پہلے ہی اس میں سوراخ کردے، جب شاگرد کے دل کو اپنی سختی اور مار پیٹ سے چھلنی کردے گا تو اس میں خیر کی بات کس طرح ڈال سکے گا۔

خوف دلانے اور دباؤ ڈالنے سے خواہ وقتی طور سے کام چل جائے گا، مگر یہ کامیابی عارضی ہوتی ہے، اور آج کل تو وقتی کامیابی بھی نہیں ہوتی بلکہ ایک فتنہ کھڑا ہوجاتا ہے، جو اراکین اور ذمہ دار حضرات کے لئے انتہائی پریشانی اور مدارس کے لئے ناقابلِ تلافی نقصان کا باعث ہوتا ہے۔

حضرت حکیم الامت نور اللہ مرقدہٗ نے تو سبق یاد نہ ہونے پر بھی استاذ کے مارنے کو منع فرمایا ہے، چنانچہ خانقاہ میں سخت تاکید تھی کہ کوئی استاذ طالب علم کو نہ مارے اس کی اطلاع تعلیم کے ذمہ دار کو دی جائے وہ مناسب سزا تجویز کرے گا، استاذ کی طرف سے طالب علم کے دل میں اگر تکدر ہو گیا تو پھر اس کو فیض نہیں ہو سکتا، نیز بسا اوقات جو کچھ یاد ہوتا ہے، مارنے کے خوف سے بھول جاتا ہے، بعض اساتذہ تو چہرے پر مارنے سے بھی اجتناب نہیں کرتے، حالانکہ حدیثِ پاک میں اس کی سخت ممانعت آئی ہے، یہ مارنے والے اس پر غور کریں کہ ہم اپنے بارے میں کیا چاہتے تھے۔

کیا طالبِ علمی کے زمانہ میں ہماری بھی خواہش رہی ہے کہ روزانہ بدن پر چھڑیاں اور قمچیاں لگائی جائیں، اگر ایسا نہیں ہے تو پھر شاگرد کیلئے کیوں پسند کیا جا رہا ہے؟ حدیث پاک میں آیا ہے:

''لَایُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی یُحِبَّ لِاَخِیْہِ مَایُحِبُّ لِنَفْسِہٖ'' (اس وقت تک کوئی کامل مومن نہیں ہو سکتا جب تک اس کے اندر یہ بات نہ ہو کہ اپنے بھائی کیلئے بھی وہی پسند کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے)

اگر طالب علم کوتاہی کرتا ہے پہلے اس کو شفقت اور نرمی سے سمجھائے، اس کا اثر نہ ہو تو تنبیہ کرے، اس کا بھی اثر نہ لے تو مدرسہ کے ذمہ دار کو اس کے حالات سے مطلع کرے، اگر بار بار سمجھانے اور تنبیہ کے بعد بھی اس کی حالت درست نہ ہو تو اس کے سرپرست کو مطلع کر دیا جائے کہ یہاں اس کا رہنا مفید نہیں، دوسری جگہ بھیج دیا جائے۔ ممکن ہے کہ وہاں کچھ حاصل کرلے مگر یہ کوئی عقلمندی نہیں ہے کہ دوسرے کی اصلاح میں اپنے کو فاسد کر دے۔ (آداب المعلمین)

(حق نمبر ۳)

طلباءِ کرام سے فیس نہ لینا

استاذ کو چاہئے کہ تعلیم کے بارے میں صاحب شریعت حضور اکرم ﷺ کی اقتداء کرے یعنی علم سکھانے میں اجرت کا خواہاں نہ ہو، تعلیم سے مقصود دنیا کمانا نہ ہو

بلکہ خالص اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی اور آخرت کے لئے یہ کام کرے، جو کچھ مل جائے اس پر قناعت کرے، اس کی علامت یہ ہے کہ محض دنیاوی راحت اور عیش کے لئے اور تنخواہ کی زیادتی کی وجہ سے ایک درسگاہ کو چھوڑ کر دوسری جگہ نہ چلا جائے، اگر ایسا کیا تو سمجھ لینا چاہئے کہ اس نے علم کو دنیا کی کمائی کا ذریعہ بنایا ہے، جس کے بارے میں حضور اقدس ﷺ نے سخت وعید بیان کی ہے ارشاد فرمایا: ''جس نے ایسا علم سیکھا جس سے اللہ تعالیٰ کی رضامندی حاصل کی جاسکتی ہے، لیکن اس کا مقصد دنیا ہے تو ایسے شخص کو جنت کی بو تک نہیں پہونچے گی۔

یحییٰ بن معاذ کہتے ہیں کہ علم وحکمت سے جب دنیا طلب کی جائے تو ان کی رونق چلی جاتی ہے۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ جس عالم کو دنیا سے محبت رکھنے والا دیکھو اس کو دین کے بارے میں متہم سمجھو، اس لئے کہ جس کو جس سے محبت ہوتی ہے اس میں گھسا کرتا ہے۔ عالم کو چاہئے کہ دل میں حرص اور لالچ نہ آنے پائے، بسا اوقات اس عادت کی بنا پر ذلت اٹھانی پڑتی ہے، اگر ذلت کے ساتھ ظاہری عیش کچھ حاصل ہو گیا تو کیا عقل مندی ہوئی۔

بئس المطاعمُ حین الذّل تکسبها القدر منتصبٌ والقدر مخفوض

وہ کھانے کس قدر برے ہیں جن کو ذلت کے ساتھ تو حاصل کررہا ہے کہ ہانڈی تو چولہے پر چڑھی ہے اور عزت خاک میں مل رہی ہے۔

اگر ممکن ہو تو دین کی خدمت بلا معاوضہ کرے یا پھر کم از کم اتنا کرے کہ جو کچھ مل جائے اس پر قناعت کرے اور صبر وشکر کے ساتھ کام میں لگا رہے، اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھے کہ جس کا کام کر رہا ہے وہ حالات سے واقف ہے، غیب سے سامان کرے گا، ہمارے اسلاف بکثرت ایسے ملیں گے۔

حضرت زکریا بن عدیؒ جو صحاح کے راویوں میں ہیں، ان کے حالات میں ذہبی نے لکھا ہے کہ ایک دفعہ ان کی آنکھیں دکھنے آئیں، ایک شخص سرمہ لے کر حاضر ہوا،

پوچھا: کیا تم ان لوگوں میں ہو جو مجھ سے حدیث سنتے ہیں؟ اس نے کہا: جی ہاں! فرمایا: پھر میں سرمہ کیسے لے سکتا ہوں؟ کیونکہ حدیث سنانے کا معاوضہ ہو جائے گا۔

حضرت ابراہیم الحربی باوجودیکہ ان کی زندگی فقر و فاقہ کی تھی، ان کی خدمت میں متعدد بار خلیفۂ وقت معتضد باللہ نے بڑی بڑی رقمیں بھیجیں لیکن قبول نہ کیا، قاصد سے ایک مرتبہ عاجز ہو کر کہا کہ خلیفہ سے کہہ دو کہ ہم کو پریشان نہ کریں یا تو رقم بھیجنا بند کردیں، ورنہ ہم یہاں سے دوسری جگہ چلے جائیں گے۔

حضرت مولانا قاسم صاحبؒ کی خدمت میں پانچ سو (۵۰۰) روپے، تنخواہ کی پیشکش کی گئی جو آج کل کے حساب سے کئی ہزار کی رقم ہوتی ہے، فرمایا: مجھے صاحبِ کمال سمجھ کر بلاتے ہیں مگر میں اپنے اندر کوئی کمال نہیں پاتا، یہ کہہ کر انکار کردیا اور لوجہِ اللہ دین کی خدمت میں لگے رہے۔ (آداب المتعلمین)

(حق نمبر ۴)

شاگردوں کے ساتھ خیر خواہی کرنا

استاذ کو چاہئے کہ طلبہ کی خیر خواہی میں کوئی دقیقہ نہ چھوڑے، اس سلسلہ میں چند باتوں کا خاص طور سے لحاظ رکھیں:

(۱) اگر اس کے پاس اتنی وسعت نہ ہو کہ وہ تحصیلِ علم کے ساتھ اپنے قیام و طعام کا خود کفیل ہو سکے تو اس کا حتی الوسع انتظام کرے۔

حضرت امام ابوحنیفہؒ کے حالات میں لکھا ہے کہ جب ان کو اس بات کا علم ہوا کہ امام ابو یوسفؒ بہت غریب ہیں، اور ان کی والدہ چاہتی ہیں کہ محنت مزدوری کر کے کچھ لائیں تا کہ کھانے پینے کا انتظام ہو تو حضرت امام ابوحنیفہؒ نے ان کیلئے وظیفہ اتنا مقرر کردیا تھا کہ ان کے علاوہ ان کی والدہ کے لئے بھی کافی ہوتا تھا۔ امام صاحبؒ کے اس عمل سے معلوم ہوا کہ اگر کسی طالب علم کے گھر کا ایسا حال ہو اور اس کو علم کا شوق ہو تو اس کے گھر والوں کے گذر اوقات کا کوئی انتظام کردے، اس لئے کہ اس ایک سے

ہزاروں کی اصلاح ہوگی۔ اکابر نے تو یہاں تک کیا ہے کہ شاگرد کے فارغ ہوجانے کے بعد بھی جب پریشانی کا علم ہوا تو خفیہ طور پر امداد کر کے ان کو بے فکر کیا تاکہ دین کی خدمت اطمینان سے کر سکیں۔

حضرت امام محمدؒ کے حالات میں ہے کہ ایک مرتبہ اسد بن فرات کا خرچ ختم ہوگیا، انہوں نے کسی سے ذکر نہ کیا، حضرت امام محمدؒ کو جب معلوم ہوا تو اسی (۸۰) دیناران کے پاس بھجوائے۔ (معالم الایمان)

(۲) سبق کا ناغہ نہ کرے، اگر کسی مجبوری سے ناغہ ہوجائے یا کسی طالب علم سے مجبوراً سبق کا ناغہ ہوا ہو تو اس کی تلافی مختلف اوقات میں کردے، اگر اس قسم کی بیماری میں طالب علم مبتلا ہے کہ اپنی قیام گاہ سے اس کے پاس نہیں آسکتا تو اس کے لانے کا کوئی انتظام کردے، اگر یہ نہیں کرسکتا تو خود ہی طالب علم کے پاس جاکر سبق پڑھادے، اس معاملہ میں سلف کی زندگی اور ان کی محنت کو سامنے رکھے۔ حضرت ربیع بن سلمانؒ کہا کرتے تھے، حضرت امام شافعیؒ نے مجھ سے کہا اگر میں تجھے علم گھول کر پلاسکتا تو ضرور پلادیتا۔ (آداب المتعلمین)

(۳) پڑھا ہوا سبق جب تک طالب علم نے یاد نہ کرلیا ہو، اگلا سبق نہ پڑھائے اور آسانی کیلئے پڑھے ہوئے سبق کے متعلق سوالات تحریر کردے اور دوسرے دن زبانی ان کا جواب ان سے پوچھے، ہفتہ میں کم از کم ایک دن علمی سوالات ان سے کیا کرے تاکہ ان کی معلومات میں اضافہ ہوتا رہے، حضرت معاذ بن جبلؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کی سواری پر میں ردیف تھا، آپ ﷺ نے ایک سوال کیا اور فرمایا کہ معاذ کیا تجھے معلوم ہے کہ لوگوں پر اللہ کا کیا حق ہے؟ میں نے عرض کیا: اللہ اور اس کے رسول کو بہتر علم ہے۔ فرمایا: ''لوگوں پر اللہ تعالیٰ کا یہ حق ہے کہ اس کی عبادت کریں اور کسی چیز کو اس کے ساتھ شریک نہ کریں''۔ پھر فرمایا: ''اے معاذ! کیا تو جانتا ہے کہ اللہ پر لوگوں کا کیا حق ہے؟ اگر وہ ایسا کریں''۔ میں نے کہا کہ اللہ اور اس کے

رسول کو بہتر علم ہے۔ فرمایا: ''اللہ تعالیٰ پر اس قسم کے لوگوں کا یہ حق ہے کہ انہیں عذاب نہ دے''۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! لوگوں کو اس کی بشارت دے دوں؟ فرمایا: ''نہیں! عمل کرنے دو''۔ (مشکوٰۃ)

حضرت سعید بن مسیبؒ نے اپنے شاگردوں سے سوال کیا: وہ کون سی نماز ہے، جس کی سب رکعتوں میں آدمی بیٹھتا ہے؟ شاگرد جواب نہ دے سکے تو فرمایا: وہ مغرب کی نماز ہے، جب پہلی رکعت فوت ہوجائے اور دوسری رکعت میں تم شریک ہو تو ہر رکعت میں بیٹھو گے۔ (جامع بیان العلم)

(۴) اگر معلوم ہوجائے کہ سبق میں کوئی غلطی ہوگئی ہے تو فوراً رجوع کرلے اور طالب علم سے کہہ دے کہ فلاں بات میں نے غلط کہی تھی، صحیح مطلب یہ ہے۔ اور اگر طالب علم عبارت کا مفہوم صحیح بتارہا ہو تو اس کی بات مان لے اس میں استاذ کی بڑائی ہے، اس کی توہین نہیں ہوتی بلکہ اس کی دیانت داری اور امانت کا سکہ شاگرد کے دل میں بیٹھ جائے گا۔

حضرت محمد بن کعب قرظی سے مروی ہے کہ ایک شخص نے حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہٗ سے ایک مسئلہ پوچھا، آپ نے بتایا، ایک دوسرا شخص جو وہاں موجود تھا، اس نے کہا: اے امیر المؤمنین! مسئلہ یوں نہیں ہے۔ حضرت امیر المؤمنین نے فرمایا: بے شک تم صحیح کہتے ہو مجھ سے غلطی ہوگئی۔ (جامع بیان العلم)

(۵) اگر کوئی طالب علم ذہین ہو تو کند ذہن طلبہ کے ساتھ جماعت بندی کی قید میں نہ رکھے بلکہ اس کو اس کے ذہن اور استعداد کے مطابق سبق پڑھائے اور اس کے وقت کو ضائع ہونے سے بچائے۔

حضرت امام محمدؒ کے حالات میں لکھا ہے کہ دن کے علاوہ رات کے وقت بھی درس وتدریس کا سلسلہ جاری رکھتے تھے لیکن یہ درس عام نہ ہوتا تھا، بلکہ جو طلبہ دور دراز

سے خاص ذوق لے کران کی خدمت میں آتے اوران کے پاس وقت کم ہوتا، ان کیلئے یہ وقت رکھا تھا۔

(۶) اگر کوئی مضمون طالب علم کی سمجھ میں نہ آرہا ہو تو پھر دوسرے وقت اس کو سمجھادے، اس سلسلہ میں اگر وہ کسی دوسرے استاذ سے اس کو حل کرنا چاہے تو اس میں ناگواری نہ ہونی چاہئے بلکہ خود کہہ دینا چاہئے کہ مجھے اتنا ہی معلوم تھا، اگر اب بھی سمجھ میں نہ آیا ہو تو کسی اور سے سمجھ لینا یا میں ہی دریافت کر کے بتادوں گا اور اگر اس مضمون کو خود استاذ نہیں سمجھ رہا تو صاف اقرار کرلے کہ میری سمجھ میں اس وقت نہیں آرہا، اور پھر کسی وقت سمجھادوں گا، اس میں توہین کی کیا بات ہے، دنیا میں کون ایسا ہے جس کو ہر بات معلوم ہو۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ ''لوگو! جو بات جانتے ہو وہی کہو، جو نہیں جانتے اس پر اللہ اعلم کہا کرو، کیونکہ علم کا ایک خاصہ یہ بھی ہے کہ جو بات نہ جانتا ہو اس میں لاعلمی کا اعتراف کرلے۔

حضرت شعبیؒ سے ایک مسئلہ پوچھا گیا فرمایا: مجھے نہیں معلوم، یہ جواب سن کران کے ایک شاگرد نے کہا: آپ نے اپنی لاعلمی کا اقرار کر کے ہم کو شرمندہ کردیا، فرمایا: لیکن ملائکہ مقربین تو لاعلمی کا اقرار کر کے شرمندہ نہیں ہوئے بلکہ کہا: ''لَا عِلْمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّکَ اَنْتَ الْعَلِیْمُ الْحَکِیْمُ. (سورۃ البقرۃ: آیۃ ۱۳۲)

(حق نمبر ۵)

شاگردوں کی تربیت کرنا

استاذ کو چاہئے کہ شاگرد کو بداخلاقی سے جہاں تک ہوسکے اشارے اور پیار سے منع کرے، تصریح اور توبیخ کے ساتھ نہ جھڑکے اس لئے کہ تصریح ہیبت کا حجاب دور کردیتی ہے، اور خلاف کرنے پر جرأت کا باعث اور اصرار پر حریص ہونے کا سبب ہوتی ہے، چنانچہ آنحضرت ﷺ جو کل استاذوں کے استاذ ہیں، ارشاد فرماتے ہیں:

"اگر آدمیوں کو مینگنیاں جمع کرنے سے منع کردیا جائے تو ضرور جمع کریں گے، اور خیال کریں گے کہ ہم کو جو اس سے منع کیا گیا ہے تو ضرور اس میں کوئی بات ہے یہ انسانی فطرت ہے جیسا کہ حضرت آدم وحوا علیہما السلام کا قصہ اس پر شاہد ہے"۔ مشہور مقولہ ہے:" الانسان حریص فیما منع" (جس چیز سے انسان کو روکا جائے اس میں وہ اور بھی حرص کرنے لگتا ہے۔)

حضور اقدس ﷺ نے فرمایا:" الدین یسرٌ" یعنی دین آسان اور سہل ہے اور ارشاد فرمایا:"بُعثتم مُیسّرین ولَم تُبعثوا معسّرین" یعنی تم لوگ آسانی کرنے والے مبعوث ہوئے ہو، سختی اور تنگی کے لئے نہیں مبعوث ہوئے۔

تو جب اللہ تعالیٰ نے خود آسانی کا ارادہ فرمایا اور دین بھی آسان اور سہل بھیجا اور نبی کو رحمۃ للعالمین بنا کر مبعوث فرمایا چنانچہ آپ ﷺ نے ہر امر میں رفق وسہولت کا لحاظ فرمایا اور امت کو بھی باب اصلاح و تربیت میں خصوصیت کے ساتھ یُسر کا امر فرمایا تو اب اس کے بعد کسی کی مجال کیا ہے؟ جو یسر اور سہولت کو نہ اختیار کرے لہٰذا اب جو کوئی بھی دین سکھلانے کا ارادہ کرے اس کو رفق ویُسر کا اختیار کرنا لازم ہے۔

(معرفتِ حق)

حضرت ثمامہ بن اثال جو اہل یمامہ کے سردار تھے، ان کے اسلام کا سبب حضور ﷺ کی نرمی ہی تو تھی۔ (مشکوٰۃ باب حکم الاسراء)

حضرت خواجہ شمس الملک جو خواجہ نظام الدین اولیاء کے استاذ ہیں "تاریخ دعوت وعزیمت" میں ان کا واقعہ لکھا ہے کہ اگر کوئی طالبِ علم ناغہ کرتا تو فرماتے مجھ سے کیا قصور ہوا کہ آپ نہ آئے؟ یہ جملہ سن کر کون شاگرد ایسا ہوگا جو پانی نہ ہوجائے اور پھر آئندہ اس جرم کا ارتکاب کرے۔ یہی تربیت وشفقت تھی جس کی وجہ سے پہلے زمانے کے طلبہ اپنے اساتذہ پر قربان ہونے کو تیار ہوجاتے تھے۔ (آداب المتعلمین)

شاگردوں کی تربیت

علامہ ابن خلدون اپنی کتاب "مقدمہ ابن خلدون" میں لکھتے ہیں کہ خلیفہ ہارون

الرشید نے جب اپنے بیٹے امین کو استاذ کے حوالے کیا تو ان سے کہا: اے احمر امیر المؤمنین نے اپنی روح اور دل کا ٹکڑا آپ کے حوالہ کر دیا ہے۔ اس لیے آپ اس پر اپنا دستِ شفقت پھیرتے رہیں، اور اس کو اپنا مطیع وفرمانبردار بنائے رکھیں، اور اسکے سامنے اس مرتبہ پر رہیں جس مرتبہ پر آپ کو امیر المؤمنین نے رکھا ہے، اس کو قرآن کریم پڑھائیں۔ اور احادیث سکھلائیں، اور اشعار یاد کرائیں، اور سنت وحدیث کی تعلیم دیں، اور بات کرنے کا طریقہ اور موقع محل اور اسکے اثرات اس پر واضح کریں، اور اس کو بلا موقع ہنسنے سے روکیں، اور آپ پر کوئی گھڑی ایسی نہ گزرے کہ آپ اس سے فائدہ اٹھا کر اس بچے کو مفید بات نہ بتلائیں، لیکن یاد رکھیں اسے غمگین نہ کریں کیوں کہ اس سے اس کا ذہن مرجھا جائے گا، اور اس کے ساتھ چشم پوشی کرنے میں زیادہ غلو نہ کیجیے گا ورنہ وہ فراغت کو اچھا سمجھنے لگے گا اور اسکا عادی بن جائے گا، اور جہاں تک ہو سکے اس کی اصلاح اپنے قرب اور نرمی سے کرتے رہیے گا اگر وہ اس طرح سے نہ سمجھے تو پھر آپ اس کے ساتھ سختی اور شدت سے پیش آئیں۔

خلیفہ عبدالملک بن مروان اپنے بیٹے کے استاد کو نصیحت کرتے ہوئے کہتے ہیں: ان بچوں کو سچائی کی اسی طرح تعلیم دینا جس طرح تم ان کو قرآن کی تعلیم دیتے ہو۔ اور ان کو اچھے اخلاق پر آمادہ کرنا، اور ان کو بہادری وشجاعت پر مشتمل اشعار سکھلانا تاکہ وہ بہادر اور جری بن سکیں، اور ان کے ساتھ معزز لوگوں اور اہل علم کو بٹھلایا کریں، اور بازاری قسم کے لوگوں اور خادموں سے انہیں دور رکھیں، اس لیے کہ یہ لوگ بہت بے ادب ہوا کرتے ہیں، اور دوسروں کے سامنے ان کا احترام کریں اور تنہائی میں انہیں خوب تنبیہ کریں، اور جھوٹ پر ان کو پیٹا کریں اس لیے کہ جھوٹ برائی کی طرف لے جاتا ہے اور برائی جہنم کی طرف لے جاتی ہے۔

حجاج نے اپنے بیٹوں کے معلم سے کہا: ان کو کتاب کی تعلیم سے پہلے تیرنا سکھاؤ، اس لیے کہ انہیں ایسے آدمی تو مل جائیں گے، جو ان کی طرف سے لکھ دیں لیکن ایسا

آدمی نہیں ملے گا جوان کی طرف سے تیرے۔

ایک حکیم وتجربہ کار شخص نے اپنے بچے کے استاد سے کہا: آپ انہیں ایک علم سے دوسرے علم اور ایک سبق سے دوسرے سبق میں اس وقت تک مشغول نہ کریں جب تک وہ اسے اچھے طریقے سے یاد نہ کرلیں اس لیے کہ علم کا کان سے بار بار ٹکرانا اور ذہن میں اس کا ہجوم عقل وسمجھ کو پراگندہ کردیتا ہے۔

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے اہل شام کو تحریر فرمایا: اپنی اولاد کو تیرنا اور تیراندازی اور شہسواری سکھلاؤ۔

بچوں کی تربیت کے سلسلہ میں حکیم ابن سینا نے یہ وصیت کی تھی: مکتب میں بچے کے ساتھ اچھے اخلاق وعادات وطبیعت کے بچے ہونا چاہیے، اس لئے کہ بچہ بچے سے زیادہ حاصل کرنے اور اچکنے والا ہوتا ہے اور بچہ بچے سے ہی زیادہ مانوس ہوا کرتا ہے

جب عقبہ بن ابن ابی سفیان نے اپنے بیٹے کو استاد کے حوالے کیا تو ان سے کہا: میرے بچوں کی اصلاح کے لیے سب سے پہلا کام آپ یہ کریں کہ خود اپنی اصلاح کریں، اس لیے کہ ان کی نگاہیں آپ کی نگاہ کے ساتھ بندھی ہونگی، جسے آپ اچھا سمجھیں گے اسے وہ بھی اچھا سمجھیں گے اور جسے آپ برا سمجھیں گے اسے وہ بھی برا سمجھیں گے، ان کو حکماء کے حالات وواقعات اور ادباء کے اخلاق وعادات کی تعلیم دیں، اور ان کو مجھ سے ڈراتے رہیں اور میری غیر موجودگی میں ان کو سزا دیں، اور آپ ان کے لیے اس طبیب ومعالج کی مانند بن جائے جو بیماری کے پہچاننے سے قبل دوا دینے میں جلدی نہیں کرتا، اور آپ میری جانب سے کسی عذر پر بھروسہ نہ کریں اس لیے کہ میں نے آپ کی قابلیت وصلاحیت پر اعتماد کر رکھا ہے۔

راغب بن اصفہانی لکھتے ہیں کہ خلیفہ منصور نے بنوامیہ کے مقید لوگوں کے پاس یہ پیغام بھیجا اور ان سے پوچھا کہ قید کے ایام میں سب سے زیادہ تکلیف آپ لوگوں کو کس چیز سے ہوئی؟ انہوں نے کہا: اس سے کہ ہم اپنے بچوں کی تربیت کرنے سے محروم رہ گئے۔

ہشام بن عبدالملک نے اپنے بیٹے کے استاد سلیمان کلبی سے کہا: میرا یہ بیٹا میری آنکھوں کا نور ہے اور اس کی تعلیم وتربیت کا ذمہ دار میں نے آپ کو بنایا ہے اس لیے آپ اللہ کے خوف کو اختیار کریں اور امانت کو پورا کریں، اور اس بچے کے سلسلہ میں میں آپ کو سب سے پہلی وصیت یہ کرتا ہوں کہ آپ اس کو کتاب اللہ کی تعلیم دیں، پھر عمدہ و بہترین اشعار یاد کرائیں، پھر اس کو لے کر عرب قبائل میں جائیں، اور ان کے بہترین اشعار لے لیں، اور حلال وحرام کی بصیرت اس میں پیدا کریں، اور کچھ خطبات تقاریر اور جنگوں وغزوات کی تفصیل اس کو سمجھا دیں۔

(حق نمبر۶)

شاگردوں کے وقت کا لحاظ رکھنا

استاذ کو چاہئے کہ طالب علم سے پہلے معلوم کرلے کہ اس کے پاس کتنا وقت ہے؟ اس کا لحاظ کرتے ہوئے اس کے اسباق کا انتظام کرے، کم وقت ہو تو نصاب کا اس کو پابند نہ بنائے بلکہ دین کی اس قسم کی کتابیں پڑھاوے جس سے اس کو حلال، حرام، جائز، ناجائز کی تمیز ہوجائے اور اسلامی اخلاق کے ساتھ متصف ہوجائے، اس سلسلہ میں جو کتابیں وہ سمجھ سکے وہ پڑھائے خواہ کسی زبان میں ہو، کوئی ضروری نہیں کہ اس کو عربی زبان ہی میں پڑھایا جائے، بزرگانِ دین کی سوانح دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان حضرات نے اس کا بہت زیادہ لحاظ کیا ہے۔ ہر ایک کی استعداد اور وقت کا لحاظ کرتے ہوئے ان کو پڑھایا اور ان کے منصب کے مطابق دین کی خدمت ان کے سپرد کی، جس جگہ گئے روزی کا بار کسی پر نہیں ڈالا، توکل کی بنیاد پر کام شروع کیا، نتیجہ یہ ہوتا تھا کہ علاقہ کا علاقہ سیراب ہوجاتا تھا۔

(حق نمبر۷)

شاگردوں کے سامنے کسی کی برائی کرنے سے اجتناب کرنا

استاذ کو چاہئے کہ جس طالب علم کو پڑھا رہا ہے اس کا نفع تو اس کے سامنے بیان

کرے لیکن غیبت، غمازی، کسی کی پردہ دری، افتراق بین المسلمین تو ہر ایک کے لئے ناجائز اور حرام ہے، تو پھر علماءِ کرام اور مقتدیانِ دین کے لئے یہ کس طرح جائز ہوں گی، مدارس میں جب اس قسم کی برائیاں آتی ہیں، اور اساتذہ ایک دوسرے کی برائی میں لگ جاتے ہیں تو اس کا اثر طلبہ اور عوام پر بہت بُرا پڑتا ہے پھر جب وہ درس اور وعظ میں ان معائب کی برائیاں اور ان پر وعید بیان کرتے ہیں تو ان کی اس لفاظی کا کسی کے دل پر اثر نہیں ہوتا اور فوراً ان کے کارنامے آئینہ بن کر لوگوں کے سامنے آجاتے ہیں، اور ہر ایک کی زبان پر یہ شعر ہوتا ہے

؎ واعظاں کیں جلوہ بر محراب ومنبری کنند چوں بخلوت می روند آں جا کار دیگری کنند

(آداب المتعلمین)

(حق نمبر۸)

سبق پڑھاتے وقت شاگردوں کی سمجھ کے مطابق تقریر کرنا

استاذ کو چاہئے کہ سبق پڑھاتے وقت ایسی تقریر نہ کرے جو طالبِ علم کی فہم اور استعداد سے بالاتر ہو، اس میں حضور ﷺ کی پیروی کرے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ''ہم کو یہ حکم ہے کہ لوگوں کے مراتب کا لحاظ رکھیں اور ان کی عقل اور سمجھ کے مطابق ان سے گفتگو کریں'' اور فرمایا کہ ''جب کوئی کسی قوم کے سامنے ایسی بات کرتا ہے کہ جس کو وہ نہیں سمجھ سکتے تو وہ بات فتنے کا سبب بن جاتی ہے''۔ حضرت علیؓ نے اپنے سینے کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ اس میں بہت سے علوم ہیں بشرطیکہ ان کے سمجھنے والے ہوں یعنی میں ان کو اس لئے ظاہر نہیں کرتا کہ ان علوم کا کوئی متحمل نہیں ہے۔

حضرت امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ ''لاینبغی للعالم أن یتکلم بالعلم عند من لا یطیقه'' (عالم کیلئے مناسب نہیں ہے کہ کسی شخص کے سامنے ایسی بات کرے جس کا سمجھنا اس کی طاقت سے بالاتر ہو)۔ (آداب المتعلمین)

(حق نمبر۹)

شاگردوں سے ذاتی خدمت لینے میں احتیاط کرنا

طالب علم کی سعادت تو اسی میں ہے کہ اپنے استاذ کی خدمت میں کوتاہی نہ کرے لیکن خود استاذ کو اس سلسلہ میں بہت احتیاط کرنی چاہئے اور بغیر کسی مجبوری کے اپنا ذاتی کام اس سے نہ لے۔ اور اگر مجبوری کی وجہ سے کبھی کوئی خدمت لے تو کسی طرح اس کی مکافات کردے، نیز اس کا لحاظ رکھے کہ اس قسم کا کام نہ لے۔ جس کی وہ سہار نہ کرسکے یا اس میں اس کے سبق یا تکرار وغیرہ کا نقصان ہوتا ہو اس لئے کہ جس مقصد کیلئے اس نے وطن چھوڑا ہے جب اس میں حرج واقع ہوگا تو بددلی پیدا ہوگی اور اخلاص کے ساتھ وہ ہرگز کام نہ کرے گا۔ (آداب المتعلمین)

(حق نمبر۱۰)

عمل کا اہتمام کرنا

استاذ کو چاہئے کہ علم کے بموجب عمل کرتا ہو۔ ایسا نہ ہو کہ کہے کچھ اور کرے کچھ، اگر عمل علم کے خلاف ہوگا تو اس کے ذریعہ ہدایت نہ ہوگی۔ ایسے علم سے جس پر عمل نہ ہو، حضور ﷺ نے پناہ مانگی ہے۔ ارشاد ہے: ''اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡ اَعُوۡذُبِکَ مِنۡ عِلۡمٍ لَایَنۡفَعُ'' (اے اللہ.....! میں ایسے علم سے پناہ مانگتا ہوں جو نفع نہ دے)۔

ایک جگہ ارشاد فرمایا: ''إنّ من اشرّ الناس عند اللّٰه منزلة يوم القيامة عالم لاينتفع بعلمه'' (سب سے بدترین شخص مرتبہ کے اعتبار سے اللہ پاک کے نزدیک قیامت کے دن وہ عالم ہوگا جس کے علم سے نفع نہ ہو)۔

ایک حدیث میں ہے: ''ألا إنّ شر الشرّ شرار العلماء وإنّ خير الخير خيار العلماء'' (سب سے بدتر علماءِ بد ہیں اور سب سے بہتر لوگ علماءِ خیر ہیں)۔

حضرت ابودرداءؓ فرماتے ہیں کہ اس خوف سے لرز رہا ہوں کہ قیامت کے دن

حساب دینے کے لئے کھڑا کیا جاؤں اور پوچھا جائے: تو نے علم تو حاصل کیا تھا مگر اس سے کام کیا لیا؟ ایک جگہ ارشاد فرماتے ہیں جو نہیں جانتا اس کیلئے ایک ہلاکت ہے اور جو جانتا ہے اور عمل نہیں کرتا اس کیلئے سات (۷) ہلاکتیں ہیں۔ (آداب المتعلمین)

☆☆☆تمت بالخیر☆☆☆

عام مسلمانوں کے (۲۵) حقوق
(حق نمبر ۱)
یتیم کی کفالت کرنا

اسلام نے یتیم کی کفالت کرنے اور دیکھ بھال کرنے والوں اور قرابت داروں کو یہ حکم دیا ہے کہ اس کے ساتھ اچھا برتاؤں کریں، اور اس کی دیکھ بھال اور کفالت کی ذمہ داری پوری کریں، اور بذات خود اس کی نگرانی اور تربیت کریں، تاکہ وہ اچھی تربیت حاصل کریں اور اس میں اچھے اخلاق پیدا ہوں، اور نفسیاتی طور پر باکمال فرد بنیں، اور وہ یتیم بچہ اپنے کفیل اور ذمہ دار لوگوں میں محبت وشفقت اور پیار والفت پورے طور سے محسوس کرے۔

ان میں سے کچھ ذیل میں پیش کیے جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْيَتٰمٰى قُلْ اِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ وَاِنْ تُخَالِطُوْهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ (سورة البقرة. ۲۲۰)

اور آپ سے پوچھتے ہیں یتیموں کا حکم، کہہ دیجئے سنوارنا ان کے کام کا بہتر ہے اور اگر ان کا خرچ ملا لو تو وہ تمہارے بھائی ہیں۔

(فَاَمَّا الْيَتِيْمَ فَلَا تَقْهَرْ (سورة الضحى. ۹)

تو آپ بھی یتیم پر سختی نہ کیجیے۔

(اَرَءَيْتَ الَّذِىْ يُكَذِّبُ بِالدِّيْنِ فَذٰلِكَ الَّذِىْ يَدُعُّ الْيَتِيْمِ (سورة الماعون. ۱،۲)

بھلا آپ نے اس شخص کو بھی دیکھا ہے جو روزِ جزا کو جھٹلاتا ہے سو وہ شخص جو یتیم کو دھکے دیتا ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا يَاْكُلُوْنَ فِىْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا

وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيْرًا

جولوگ کہ کھاتے ہیں یتیموں کا مال ناحق وہ لوگ اپنے پیٹوں میں آگ ہی بھر رہے ہیں اور عنقریب آگ میں داخل ہوں گے۔

اور نبی کریم ﷺ نے ارشادفرمایا:

(من وضع يده على رأس يتيم رحمة كتب الله له بكل شعره مرت على يده حسنة (رواه احمد وابن حبان)

جوشخص یتیم کے سر پر اپنا شفقت کا ہاتھ پھیرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لیے ہر اس بال کے بدلے جس پر اس کا ہاتھ پھرتا ہے ایک نیکی لکھ دیتے ہیں۔

(من قبض يتيما بين المسلين الى طعامه وشرابه حتى يغنيه الله تعالىٰ ،أوجب الله تعالىٰ له الجنة ألبتة الا أن يعمل ذنبا لايغفر له (راوه الترمذى)

جوشخص کسی مسلمان کے یتیم بچے کو اپنے ساتھ کھلاتا پلاتا ہے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس کو مستغنی کردے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت لازمی طور سے واجب کردیتا ہے مگر یہ کہ وہ شخص کوئی ایسا گناہ کرلے جونا قابل مغفرت ہو۔

(أنا وكافل اليتيم فى لجنة كهاتين ،وأشار بأصبعيه السبابة والوسطى(رواه الترمذى)

میں اور یتیم بچے کی پرورش وکفالت کرنے والا جنت میں اس طرح ہوں گے ،اورآپ نے اپنی دوانگلیوں شہادت والی اور درمیان والی کی طرف اشارہ کیا۔

اس کے علاوہ اور دیگر احکامات خداوندی اور ارشاد نبوی جواس بات کو بتلاتے ہیں کہ یتیم کی پرورش کفالت ودیکھ بھال ہر رشتہ دار کا فرض ہے اور اگر وہ لوگ خود غریب ہوں اور مادی طور پر ان کی کفالت کرنے کے قابل نہ ہوں تو حکومت کا یہ فرض ہے کہ وہ ان کی کفالت کرے اور دیکھ بھال کی ذمہ داری سنبھالے اور ان کی تربیت کرے۔

(حق نمبر۲)

فقراء سے محبت کرنا اور غصہ نہ کرنا:

حضرت ابوسعیدؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا: ''یا اللہ...! مجھے مسکین طبیعت بنا کر زندہ رکھئے، مسکینی کی حالت میں موت دیجئے اور میرا حشر مسکینوں کی جماعت میں فرمایئے''۔ (مستدرک حاکم)

حضرت ابودرداءؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا: ''مجھے کمزوروں میں تلاش کیا کرو اس لئے کہ تمہارے کمزوروں کی وجہ سے تمہیں روزی ملتی ہے اور تمہاری مدد ہوتی ہے''۔ (ابوداؤد)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے دوزخ کے ذکر کے وقت ارشاد فرمایا: ''دوزخی لوگوں میں ہر سخت طبیعت، فربہ بدن، اترا کر چلنے والا، متکبر، مال و دولت کو خوب جمع کرنے والا اور (پھر) اس کو خوب روک کر رکھنے والا یعنی سائل کو نہ دینے والا ہے۔ اور جنتی لوگ وہ ہیں جو کمزور ہوں یعنی ان کا رویہ لوگوں کے ساتھ عاجزی کا ہو، وہ دبائے جاتے ہوں یعنی لوگ انہیں کمزور سمجھ کر دباتے ہوں''۔ (مسند احمد، مجمع الزوائد)

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''تین خوبیاں جس شخص میں پائی جائیں اللہ تعالیٰ (قیامت کے دن) اس کو اپنی رحمت کے سائے میں جگہ عطا فرمائیں گے اور اسے جنت میں داخل کردیں گے۔ کمزوروں سے نرم برتاؤ کرنا، والدین سے مہربانی کا معاملہ کرنا اور غلام سے اچھا سلوک کرنا''۔

(ترمذی شریف)

(حق نمبر۳)

لوگوں سے عاجزی اور عفو کا معاملہ کرنا اور غصہ نہ کرنا

ایک جگہ ارشاد ہے: ''اور رحمان کے (خاص) بندے وہ ہیں جو زمین پر عاجزی کے ساتھ چلتے ہیں''۔ (سورۃ الفرقان)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''(اور برابر کا بدلہ لینے کیلئے ہم نے اجازت دے رکھی ہے کہ) برائی کا بدلہ تو اسی طرح برائی ہے (لیکن اس کے باوجود) جو شخص درگذر کرے اور (باہمی معاملہ کی) اصلاح کرلے (جس سے دشمنی ختم ہوجائے اور دوستی ہوجائے کہ یہ معافی سے بھی بڑھ کر ہے) تو اس کا ثواب اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے (اور جو بدلہ لینے میں زیادتی کرنے لگے تو سن لے کہ) واقعی اللہ تعالیٰ ظالموں کو پسند نہیں کرتے''۔ (سورۃ الشوریٰ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''اور جب غصہ ہوتے ہیں تو معاف کردیتے ہیں''۔ (سورۃ الشوریٰ)

حضرت لقمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو نصیحت کی:

''اور (بیٹا...!) لوگوں سے بے رخی کا برتاؤ نہ کیا کرو اور زمین پر متکبرانہ چال سے نہ چلا کرو۔ بے شک اللہ تعالیٰ کسی تکبر کرنے والے، شیخی مارنے والے کو پسند نہیں کرتے۔ اور اپنی چال میں اعتدال اختیار کرو اور (بولنے میں) اپنی آواز کو پست کرو یعنی شور مت مچاؤ (اگر اونچی آواز سے بولنا ہی کوئی کمال ہوتا تو گدھے کی آواز اچھی ہوتی جب کہ) آوازوں میں سب سے بُری آواز گدھوں کی آواز ہے''۔ (لقمان)

قبیلہ بنی مُشاجع کے حضرت عیاض بن حمارؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے میری طرف اس بات کی وحی فرمائی ہے کہ تم لوگ اس قدر تواضع اختیار کرو یہاں تک کہ کوئی کسی پر فخر نہ کرے اور کوئی کسی پر ظلم نہ کرے۔ (مسلم)

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا: ''جو اللہ تعالیٰ (کی رضا حاصل کرنے) کیلئے تواضع کو اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو بلند فرماتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے خیال اور اپنی نگاہ میں تو چھوٹا ہوتا ہے لیکن لوگوں کی نگاہ میں اونچا ہوتا ہے، اور جو تکبر کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو گرادیتے

ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ لوگوں کی نگاہوں میں چھوٹا ہو جاتا ہے اگرچہ خود اپنے خیال میں بڑا ہوتا ہے لیکن دوسروں کی نظروں میں وہ کتے اور خنزیر سے بھی زیادہ ذلیل ہو جاتا ہے"۔ (بیہقی)

حضرت معاویہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا: "جو شخص اس بات کو پسند کرتا ہے کہ لوگ اس (کی تعظیم) کے لئے کھڑے رہیں وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے"۔ (ترمذی)

ف: اس وعید کا تعلق اس صورت میں ہے کہ جب کوئی آدمی خود یہ چاہے کہ لوگ اس کی تعظیم کیلئے کھڑے ہوں لیکن اگر کوئی خود بالکل نہ چاہے مگر دوسرے لوگ اکرام اور محبت کے جذبہ میں اس کیلئے کھڑے ہو جائیں تو یہ اور بات ہے۔ (معارف الحدیث)

حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کیا: اے میرے رب...! آپ کے بندوں میں آپ کے نزدیک زیادہ عزت والا کون ہے؟ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: وہ بندہ جو بدلہ لے سکتا ہو اور پھر معاف کر دے"۔ (بیہقی)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ ایک صاحب نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ....! میں (اپنے) خادم کی غلطی کو کتنی مرتبہ معاف کروں؟ آپ ﷺ خاموش رہے۔ انہوں نے پھر وہی عرض کیا: میں (اپنے) خادم کی غلطی کو کتنی مرتبہ معاف کروں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "روزانہ ستر مرتبہ"۔ (ترمذی)

حضرت ابو قتادہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا: "جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے دن کی تکلیفوں سے بچالیں تو اس کو چاہئے کہ تنگدست کو (جس پر اس کا قرض وغیرہ ہو) مہلت دے دے یا (اپنا پورا مطالبہ یا اس کا کچھ حصہ) معاف کر دے"۔ (مسلم)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا کہ مجھے کوئی وصیت فرمادیجئے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''غصہ نہ کیا کرو''، اس شخص نے اپنی (وہی) درخواست کئی بار دہرائی۔ آپ ﷺ نے ہر مرتبہ یہی ارشاد فرمایا: ''غصہ نہ کیا کرو''۔ (بخاری)

حضرت ابوذرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''تم میں سے کسی کو غصہ آئے اور کھڑا ہو تو اس کو چاہئے کہ بیٹھ جائے، اگر بیٹھنے سے غصہ چلا جائے (تو ٹھیک ہے) ورنہ اس کو چاہئے کہ لیٹ جائے''۔ (ابوداؤد)

ف: حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ جس حالت کی تبدیلی سے ذہن کو سکون ملے اس حالت کو اختیار کرنا چاہئے تاکہ غصہ کا نقصان کم سے کم ہو۔ بیٹھنے کی حالت میں کھڑے ہونے سے کم اور لیٹنے میں بیٹھنے سے کم نقصان کا امکان ہے۔ (مظاہر حق)

حضرت عطیہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''غصہ شیطان (کے اثر سے) ہوتا ہے، شیطان کی پیدائش آگ سے ہوئی ہے اور آگ پانی سے بجھائی جاتی ہے لہٰذا جب تم میں سے کسی کو غصہ آئے تو اس کو چاہئے کہ وضو کرلے''۔ (ابوداؤد)

حضرت معاذؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جو شخص غصہ کو پی جائے جبکہ اس میں غصہ کے تقاضہ کو پورا کرنے کی طاقت بھی ہو (لیکن اس کے باوجود جس پر غصہ ہے اس کو کوئی سزا نہ دے) اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو ساری مخلوق کے سامنے بلائیں گے اور اس کو اختیار دینگے کہ جنت کی حوروں میں سے جس حور کو چاہے اپنے لئے پسند کرلے''۔ (ابوداؤد)

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جو شخص اپنی زبان کو روک کے رکھتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے عیوب کو چھپاتے ہیں، جو شخص اپنے غصہ کو روکتا ہے (اور پی جاتا ہے) اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس سے اپنے

عذاب کو روکیں گے اور جو شخص (اپنے گناہ پر نادم ہو کر) اللہ تعالیٰ سے معذرت کرتا ہے یعنی معافی چاہتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے عذر کو قبول فرما لیتے ہیں"۔ (بیہقی)

(حق نمبر۴)

مسلمانوں سے خندہ پیشانی سے پیش آنا اور مزاج میں نرمی اختیار کرنا

حضرت انس بن مالکؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "جو شخص اپنے مسلمان بھائی کو خوش کرنے کیلئے اس طرح ملتا ہے، جس طرح اللہ تعالیٰ پسند فرماتے ہیں (مثلاً خندہ پیشانی کے ساتھ) تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے خوش کردینگے"۔ (طبرانی، مجمع الزوائد)

ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "ایمان والے لوگ اللہ تعالیٰ کا بہت حکم ماننے والے اور نہایت نرم طبیعت ہوتے ہیں جیسے تابعدار اونٹ، جدھر اسکو چلایا جاتا ہے، چلا جاتا ہے اور اگر اس کو کسی چٹان پر بٹھا دیا جاتا ہے تو اسی پر بیٹھ جاتا ہے"۔ (ترمذی، مشکوۃ المصابیح)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "کیا میں تمہیں نہ بتاؤں کہ وہ شخص کون ہے جو آگ پر حرام ہوگا اور جس پر آگ حرام ہوگی؟ (سنو میں بتاتا ہوں) دوزخ حرام ہے ہر ایسے شخص پر جو لوگوں سے قریب ہونے والا، نہایت نرم مزاج اور نرم طبیعت ہو"۔ (ترمذی)

ف: لوگوں سے قریب ہونے والے سے مراد وہ شخص ہے جو نرم خوئی کی وجہ سے لوگوں سے خوب ملتا جلتا ہو اور لوگ بھی اس کی اچھی خصلت کی وجہ سے اس سے بے تکلف اور محبت سے ملتے ہوں۔ (معارف الحدیث)

حضرت معاذؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے قبیلہ عبد قیس کے سردار حضرت اَشَجّ رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا: "تم میں دو خصلتیں ایسی ہیں جو اللہ تعالیٰ کو محبوب ہیں، ایک حلم یعنی نرمی اور برداشت دوسرے جلد بازی سے کام نہ کرنا۔ (مسلم)

ام المؤمنین حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''عائشہ! اللہ تعالیٰ (خود بھی) نرم و مہربان ہیں (اور بندوں کیلئے بھی ان کے آپس کے معاملات میں) نرمی و مہربانی کرنا ان کو پسند ہے، نرمی پر اللہ تعالیٰ جو کچھ (اجر و ثواب اور مقاصد میں کامیابی) عطا فرماتے ہیں وہ سختی پر عطا نہیں فرماتے اور نرمی کے علاوہ کسی چیز پر بھی عطا نہیں فرماتے''۔

حضرت جریرؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جو شخص نرمی (کی صفت) سے محروم رہا وہ (ساری) بھلائی سے محروم رہا''۔ (مسلم)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما نبی کریم ﷺ کا ارشاد نقل فرماتے ہیں: ''رحم کرنے والوں پر رحمان رحم کرتا ہے۔ تم زمین والوں پر رحم کرو آسمان والا تم پر رحم کریگا''۔ (ابوداؤد)

(حق نمبر ۵)

ہر چھوٹے بڑے کو سلام کرنا

حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''تم جنت میں نہیں جاسکتے جب تک مؤمن نہ ہو جاؤ (یعنی تمہاری زندگی ایمان والی زندگی نہ ہو جائے) اور تم اس وقت تک مؤمن نہیں ہو سکتے جب تک آپس میں ایک دوسرے سے محبت نہ کرو، کیا تمہیں وہ عمل نہ بتادوں جس کے کرنے سے تمہارے درمیان محبت پیدا ہو جائے؟ (وہ یہ ہے کہ) سلام کو آپس میں خوب پھیلاؤ۔ (مسلم)

حضرت ابن مسعودؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''علامات قیامت میں سے ایک علامت یہ ہے کہ ایک شخص دوسرے شخص کو صرف جان پہچان کی بنیاد پر سلام کرے (نہ کہ مسلمان ہونے کی بنیاد پر)''۔ (مسند احمد)

حضرت ابو اُمامہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''لوگوں میں اللہ تعالیٰ کے قرب کا زیادہ مستحق وہ ہے جو سلام کرنے میں پہل کرے''۔

(ابوداؤد)

حضرت عبداللہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''سلام میں پہل کرنے والا تکبر سے بری ہے''۔ (بیہقی)

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''میرے پیارے بیٹے...! جب تم اپنے گھر میں داخل ہو تو گھر والوں کو سلام کرو۔ یہ تمہارے لئے اور تمہارے گھر والوں کیلئے برکت کا سبب ہوگا''۔ (ترمذی)

ایک روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جب تم کسی گھر میں داخل ہو تو اس گھر والوں کو سلام کرو اور جب (گھر سے) جانے لگو تو گھر والوں سے سلام کے ساتھ رخصت ہو''۔ (مصنف عبدالرزاق)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''چھوٹا بڑے کو سلام کرے، گذرنے والا بیٹھے ہوئے کو سلام کرے اور تھوڑے آدمی زیادہ آدمیوں کو سلام کریں''۔ (بخاری شریف)

حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''لوگوں میں سب سے زیادہ عاجز شخص وہ ہے جو دعا کرنے سے عاجز ہو یعنی دعا نہ کرتا ہو۔ اور لوگوں میں سب سے زیادہ بخیل وہ ہے جو سلام میں بھی بخل کرے''۔

(طبرانی، مجمع الزوائد)

حضرت ابنِ مسعودؓ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ ''سلام کی تکمیل مصافحہ ہے''۔ (ترمذی)

حضرت براءؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جو دو مسلمان آپس میں ملتے ہیں اور مصافحہ کرتے ہیں تو جدا ہونے سے پہلے دونوں کے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں''۔ (ابوداؤد)

حضرت جابر بن سلیم ؓ حضور اقدس ﷺ سے پہلی ملاقات کا واقعہ بیان کررہے ہیں جب کہ وہ حضور اقدس ﷺ کو پہچانتے بھی نہیں تھے فرماتے ہیں کہ:
میں نے ایک صاحب کو دیکھا کہ لوگ ہر معاملے میں ان کی طرف رجوع کرتے ہیں اور اپنے معاملات میں انہی سے مشورہ لیتے ہیں، اور وہ صاحب جو بات فرمادیتے ہیں، لوگوں کو ان کی بات پر اطمینان ہوجاتا ہے۔ میں نے لوگوں سے پوچھا کہ یہ کون صاحب ہیں؟ لوگوں نے بتایا کہ یہ رسول اللہ ﷺ ہیں۔ جب مجھے پتہ چلا کہ آپ ہی محمد ﷺ ہیں، تو میں نے آپ ﷺ کے قریب جاکر ان الفاظ میں سلام کیا ''علیک السلام یارسول اللہ'' یہ الفاظ میں نے دو مرتبہ کہے، تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''علیک السلام'' نہ کہو، بلکہ ''السلام علیک'' کہو۔ اس لئے کہ ''علیک السلام'' مُردوں کا سلام ہے۔ یعنی جب مُردوں کو سلامتی بھیجی جائے تو اس میں لفظ ''سلام'' بعد میں ہوتا ہے اور ''علیک'' پہلے ہوتا ہے۔ (ابوداؤد ج ۶، ص ۲۱۴)

(حق نمبر ۶)

مسلمان کی جگہ پر نہ بیٹھنا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''کسی شخص کو اس بات کی اجازت نہیں کہ کسی دوسرے کو اس کی جگہ سے اٹھاکر خود اس جگہ بیٹھ جائے''۔ (بخاری شریف)

حضرت ابوہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جو شخص اپنی جگہ سے (کسی ضرورت سے) اٹھا اور پھر واپس آگیا تو اس جگہ (بیٹھنے) کا وہی شخص زیادہ حقدار ہے''۔ (مسلم)

(حق نمبر ۷)

مہمان کی مہمان نوازی کرنا

حضرت ابوسعید خدری ؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''جو اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اس کو چاہئے کہ اپنے مہمان کا اکرام کرے''۔ آپ ﷺ نے یہ بات تین مرتبہ ارشاد فرمائی، ایک شخص نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ...! مہمان کا اکرام کیا ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''(مہمان کا اکرام) تین دن ہے۔ تین دن کے بعد اگر مہمان رہا تو میزبان کا مہمان کو کھلانا اس پر احسان ہے یعنی تین دن کے بعد کھانا کھلانا بے مروتی میں داخل نہیں''۔ (مسند احمد)

حضرت مقدام ابوکریمہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جو شخص کسی قوم میں (کسی کے ہاں) مہمان ہوا اور صبح تک وہ مہمان (کھانے سے) محروم رہا یعنی میزبان نے رات میں اس کی مہمان داری نہیں کی تو اس کی مدد کرنا ہر مسلمان کے ذمہ ہے یہاں تک کہ یہ مہمان اپنے میزبان کے مال اور کھیتی سے اپنی رات کی مہمانی کی مقدار وصول کرلے''۔ (ابوداؤد)

فائدہ: یہ اس صورت میں ہے جبکہ مہمان کے پاس کھانے پینے کا انتظام نہ ہو اور وہ مجبور ہو اور یہ صورت نہ ہو تو مروت اور شرافت کے درجہ میں مہمان نوازی مہمان کا حق ہے۔ (مظاہر حق)

(حق نمبر ۸)

چھینکنے والے کو اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کے جواب میں یَرْحَمُکَ اللّٰہُ کہنا

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اللہ تعالیٰ چھینک کو پسند فرماتے ہیں اور جمائی کو ناپسند فرماتے ہیں۔ جب تم میں سے کسی کو چھینک آئے اور وہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہے تو ہر اس مسلمان کے لئے جو اسے سنے جواب میں یَرْحَمُکَ اللّٰہُ کہنا ضروری ہے۔ اور جمائی لینا شیطان کی طرف سے ہوتا ہے لہٰذا جب تم میں سے کسی کو جمائی آئے تو جتنا ہو سکے اس کو روکے، کیوں کہ جب تم میں سے کوئی جمائی لیتا ہے تو شیطان ہنستا ہے''۔ (بخاری شریف)

چھینکنے والے کو اَلحَمدُ لِلّٰہِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کو جب چھینک آتی تھی تو آپ اپنا ہاتھ یا کپڑا منہ پر رکھ لیا کرتے تھے اور اس کے ذریعہ سے آواز کو پست کرلیا کرتے تھے۔

اور ابن السنی حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ چھینک اور جمائی لینے میں آواز کو بلند کرنے کو ناپسند رکھتے ہیں۔

حضرت موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ یہودی رسول اللہ ﷺ کے پاس قصداً چھینکا کرتے تھے تاکہ آپ ان کی چھینک کے جواب میں انہیں یَرْحَمُکَ اللّٰہ فرمادیں، آپ انہیں جواب میں: یَھْدِیْکُمُ اللّٰہُ وَیُصْلِحُ بَالَکُمْ اللہ تمہیں ہدایت دے اور تمہاری اصلاح کرے) فرمایا کرتے تھے

۔

اگر اجنبی عورت کو چھینک آئے تو اس کی چھینک کا جواب دینا مکروہ تحریمی ہے ہاں اگر کوئی بوڑھی عورت ہو تو مکروہ نہیں۔

(حق نمبر ۹)

مریض کی عیادت کرنا

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”جو شخص کسی بیمار کی عیادت کیلئے یا اپنے مسلمان بھائی کی ملاقات کیلئے جاتا ہے تو ایک فرشتہ پکار کر کہتا ہے: تم برکت والے ہو، تمہارا چلنا بابرکت ہے اور تم نے جنت میں ٹھکانا بنالیا“۔ (ترمذی)

رسول اللہ ﷺ کے آزاد کردہ غلام حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”جو شخص کسی بیمار کی عیادت کرتا ہے تو وہ جنت

کے مُخرفہ میں رہتا ہے''، دریافت کیا گیا: یارسول اللہ ﷺ ....! جنت کا مُخرفہ کیا ہے؟ ارشاد فرمایا: ''جنت کے توڑے ہوئے پھل''۔ (مسلم)

حضرت انس بن مالکؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جو شخص اچھی طرح وضو کرتا ہے پھر اجر و ثواب کی امید رکھتے ہوئے اپنے مسلمان بھائی کی عیادت کرتا ہے اس کو دوزخ سے ستر خریف دور کردیا جاتا ہے''۔ حضرت ثابت بُنانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہین کہ میں نے حضرت انسؓ سے پوچھا: ابوحمزہ...! خَریف کسے کہتے ہیں؟ فرمایا: سال کو کہتے ہیں یعنی ستر سال کی مسافت کے بقدر دوزخ سے دور کردیا جاتا ہے۔ (ابوداؤد)

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا: ''جو شخص بیمار کی عیادت کرتا ہے وہ رحمت میں غوطہ لگاتا ہے اور جب وہ بیمار کے پاس بیٹھ جاتا ہے تو رحمت اس کو ڈھانپ لیتی ہے''۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ ...! یہ فضیلت تو اس تندرست شخص کے لئے آپ نے ارشاد فرمائی ہے جو بیمار کی عیادت کرتا ہے، خود بیمار کو کیا ملتا ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اس کے گناہ معاف ہوجاتے ہیں''۔ (مسندِ احمد)

حضرت کعب بن مالکؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جو شخص کسی بیمار کی عیادت کے لئے جاتا ہے وہ رحمت میں غوطہ لگاتا ہے اور (جب بیمار پرسی کیلئے) اس کے پاس بیٹھتا ہے تو رحمت میں ٹھہر جاتا ہے''۔ (مسندِ احمد)

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا: ''جو مسلمان کسی مسلمان کی صبح کو عیادت کرتا ہے تو شام تک ستر ہزار فرشتے اس کیلئے دعائے مغفرت کرتے رہتے ہیں اور جو شام کو عیادت کرتا ہے تو صبح تک ستر ہزار فرشتے اس کیلئے دعائے مغفرت کرتے رہتے ہیں اور اسے جنت میں ایک باغ مل جاتا ہے''۔ (ترمذی)

حضرت عمر بن خطابؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے مجھ سے ارشاد فرمایا: ''جب تم بیمار کے پاس جاؤ تو اس سے کہو کہ وہ تمہارے لئے دعا کرے کیونکہ اس کی دعا فرشتوں کی دعا کی طرح (قبول ہوتی) ہے''۔ (ابن ماجہ)

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جب کوئی مسلمان بندہ کسی مریض کی عیادت کرے اور سات مرتبہ یہ دعا پڑھے: اَسْاَلُ اللّٰهَ الْعَظِيْمَ رَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ اَنْ يَّشْفِيَکَ (میں اللہ تعالیٰ سے سوال کرتا ہوں جو بڑے ہیں، عرشِ عظیم کے مالک ہیں کہ وہ تم کو شفا دے دیں) تو اس کو ضرور شفا ہوگی البتہ اگر اس کی موت کا وقت آگیا تو اور بات ہے''۔ (ترمذی)

ایک دفعہ حضرت فاطمہؓ بیمار ہوگئیں اور انہوں نے انار کھانے کی خواہش کی، حضرت علیؓ بازار میں تشریف لے گئے، اور چونکہ جیب خالی تھی اس لئے ایک درہم کسی سے قرض لے کر انار خریدا، واپسی میں راستے میں ایک بیمار پڑا دیکھا اس سے پوچھا کوئی چیز کھانے کو تیرا دل چاہتا ہے اس نے کہا انار کھانے کو دل چاہتا ہے، آپؓ نے اسے انار دے دیا، آپؓ خالی ہاتھ گھر واپس آئے تو کچھ شرمندہ تھے۔ حضرت فاطمہؓ نے ان سے کہا آپ شرمندہ نہ ہوں اللہ کی قسم کھا کر کہتی ہوں، کہ آپ نے جس وقت اس بیمار کو انار کھلایا تقریباً اسی وقت میرا دل انار سے بھر گیا اور مجھے صحت بھی ہوگئی۔ آپؓ خوش ہوگئے، اتنے میں حضرت سلمان فارسیؓ ایک سینی لئے ہوئے حاضر ہوئے اور کہا کہ رسول اکرم ﷺ نے آپؓ کے لیے ہدیہ بھیجا ہے، حضرت علیؓ نے اس کو کھولا تو اس میں نو انار تھے دیکھ کر فرمایا اگر میرے لئے آتے تو اس میں دس انار ہوتے (کیونکہ اللہ کا ایک پر دس دینے کا وعدہ ہے) حضرت سلمانؓ مسکرائے اور ایک انار اپنی آستین سے نکال کر رکھ دیا اور کہا اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اس میں دس انار تھے فقط آپؓ کو آزمانے کے لیے میں نے ایک انار نکال لیا تھا۔

(حق نمبر۱۰)

مسلمان کے جنازے میں شریک ہونا

حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا: ''جس شخص نے پانچ اعمال ایک دن میں کئے اللہ تعالیٰ اسے جنت والوں میں لکھ دیتے ہیں۔ بیمار کی عیادت کی، جنازہ میں شرکت کی، روزہ رکھا، جمعہ کی نماز کیلئے گیا اور غلام آزاد کیا''۔ (ابن حبان)

حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے دریافت فرمایا: ''آج تم میں سے کس نے روزہ رکھا؟'' حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا: ''میں نے''۔ پھر دریافت فرمایا: ''آج تم میں سے کون جنازے کے ساتھ گیا؟'' حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا: ''میں''۔ پھر دریافت فرمایا: ''آج تم میں سے مسکین کو کس نے کھانا کھلایا''؟ حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا: ''میں نے''۔ پھر دریافت فرمایا: ''آج تم میں سے کس نے بیمار کی عیادت کی؟'' حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا: ''میں نے''۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جس آدمی میں بھی یہ باتیں جمع ہونگی وہ جنت میں ضرور داخل ہوگا''۔
(مسلم)

حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جو شخص جنازے میں حاضر ہوتا ہے اور نمازِ جنازہ پڑھے جانے تک جنازے کے ساتھ رہتا ہے تو اس کو ایک قیراط ثواب ملتا ہے اور جو شخص جنازے میں حاضر ہوتا ہے اور دفن سے فراغت تک جنازے کے ساتھ رہتا ہے تو اس کو دو قیراط کا ثواب ملتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا گیا: ''دو قیراط کیا ہیں؟'' ارشاد فرمایا: ''(دو قیراط) دو بڑے پہاڑوں کے برابر ہیں''۔ ایک اور روایت میں ہے کہ دو پہاڑوں میں سے چھوٹا احد پہاڑ کی طرح ہے۔ (مسلم)

حضرت عائشہ ؓ روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جس میت پر مسلمانوں کی ایک بڑی جماعت نماز پڑھے جن کی تعداد سو (۱۰۰) تک پہنچ جائے اور وہ سب اللہ تعالیٰ سے اس میت کے لئے سفارش کریں یعنی مغفرت ورحمت کی دعا کریں تو ان کی سفارش ضرور قبول ہوگی''۔ (مسلم)

(حق نمبر ۱۱)

مصیبت زدہ کو تسلی دینا

حضرت عبداللہ ؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جو شخص کسی مصیبت زدہ کو تسلی دیتا ہے تو اس کو مصیبت زدہ کی طرح ثواب ملتا ہے''۔
(ترمذی)

حضرت محمد بن عمرو بن حزم ؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جو مؤمن اپنے کسی مؤمن بھائی کی مصیبت میں اسے صبر وسکون کی تلقین کرے گا، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے عزت کا لباس پہنائیں گے''۔ (ابنِ ماجہ)

(حق نمبر ۱۲)

مسلمان کیلئے دعا کرنا

حضرت ابو درداء ؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے تھے: ''مسلمان کی دعا اپنے مسلمان بھائی کے لئے پیٹھ پیچھے قبول ہوتی ہے۔ دعا کرنے والے کے سر کی جانب ایک فرشتہ مقرر ہے، جب بھی یہ دعا کرنے والا اپنے بھائی کے لئے بھلائی کی دعا کرتا ہے تو اس پر وہ فرشتہ آمین کہتا ہے اور (دعا کرنے والے سے کہتا ہے) اللہ تعالیٰ تمہیں بھی اس جیسی بھلائی دے جو تم نے اپنے بھائی کے لئے مانگی ہے''۔ (مسلم)

(حق نمبر۱۳)

مسلمان کے لئے وہ پسند کرنا جو اپنے لئے کرتا ہے

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک (کامل) ایمان والا نہیں ہوسکتا جب تک کہ اپنے مسلمان بھائی کے لئے وہی پسند نہ کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہو''۔ (بخاری)

حضرت خالد بن عبداللہ قُسری رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے نقل کرتے ہیں کہ ان سے رسول اللہ ﷺ نے دریافت فرمایا: ''کیا تم کو جنت پسند ہے یعنی جنت میں جانا پسند کرتے ہو؟ میں نے عرض کیا: جی ہاں...! ارشاد فرمایا: ''اپنے بھائی کے لئے بھی وہی پسند کرو جو اپنے لئے پسند کرتے ہو''۔ (مسندِ احمد)

(حق نمبر۱۴)

بُرائی کرنے والے سے بدلہ نہ لینا

حضرت حذیفہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''تم دوسروں کی دیکھا دیکھی کام نہ کرو کہ یوں کہنے لگو اگر لوگ ہمارے ساتھ بھلائی کریں تو ہم بھی ان کے ساتھ بھلائی کریں اور اگر لوگ ہمارے اوپر ظلم کریں تو ہم بھی ان پر ظلم کریں بلکہ تم اپنے آپ کو اس بات پر قائم رکھو کہ اگر لوگ بھلائی کریں تو تم بھی بھلائی کرو اور اگر لوگ برا سلوک کریں تب بھی تم ظلم نہ کرو''۔ (ترمذی)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے ذاتی معاملہ میں کبھی کسی سے انتقام نہیں لیا لیکن جب اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ چیز کا ارتکاب کیا جاتا تو آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کا حکم ٹوٹنے کی وجہ سے سزا دیتے تھے''۔ (بخاری)

حضرت عمران بن حُصین رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ

نے ارشاد فرمایا: ''جس شخص کا کسی دوسرے شخص پر کوئی حق (قرضہ وغیرہ) ہو اور وہ اس مقروض کو ادا کرنے کے لئے دیر تک مہلت دے دے تو اس کو ہر دن کے بدلہ صدقہ کا ثواب ملے گا''۔ (مسندِ احمد)

لا یکن احدکم امعة یقول : انا مع الناس ان احسن الناس أحسنت و ان اساء وا أسات ،ولکن وطّنوا أنفسکم ان أحسن الناس أن تحسنوا .وان أساء وا أن تجتنبوا اسائتھم.

تم میں سے کوئی شخص ابن الوقت نہ بنے کہ یہ کہے میں لوگوں کے ساتھ ہوں اگر لوگ احسان کریں گے تو بھی اچھا کروں گا اور اگر وہ برا کریں گے تو میں بھی برا کروں گا، بلکہ اپنے آپ کو سنبھالو اگر لوگ اچھا کریں تو تم بھی اچھا کرو اور اگر وہ برا کریں تو تم ان کے ساتھ برائی کرنے سے بچو۔

(حق نمبر ۱۵)

بڑوں کی تعظیم کرنا

حضرت ابوموسیٰ اشعری ؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''تین قسم کے لوگوں کا اکرام کرنا اللہ تعالیٰ کی تعظیم کرنے میں شامل ہے۔ ایک بوڑھا مسلمان، دوسرا حافظِ قرآن جو اعتدال پر رہے، تیسرا انصاف کرنے والا حاکم''۔ (ابوداؤد)

ف: اعتدال پر رہنے کا مطلب یہ ہے کہ قرآن شریف کی تلاوت کا اہتمام بھی کرے اور ریا کاروں کی طرح تجوید اور حروف کی ادائیگی میں تجاوز نہ کرے۔ (بذل المجھود)

حضرت ابنِ عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''برکت تمہارے بڑوں کے ساتھ ہے''۔ (مستدرک حاکم)

ف: مطلب یہ ہے کہ جن کی عمر بڑی ہے اور اس وجہ سے نیکیاں بھی زیادہ ہیں ان میں خیر و برکت ہے۔ (حاشیۃ الترغیب)

حضرت ابوامامہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”میں اپنے بعد والے خلیفہ کو اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں۔ اور اسے مسلمانوں کی جماعت کے بارے میں یہ وصیت کرتا ہوں کہ وہ مسلمانوں کے بڑوں کی تعظیم کرے، ان کے چھوٹوں پر رحم کرے، ان کے علماء کی عزت کرے، ان کو ایسا نہ مارے کہ ان کو ذلیل کردے، ان کو ایسا نہ ڈرائے کہ ان کو کافر بنا دے، ان کو خصی نہ کرے کہ ان کی نسل کو ختم کردے اور اپنا دروازہ ان کی فریاد کے لئے بند نہ کرے کہ اس کی وجہ سے قوی لوگ کمزوروں کو کھا جائیں یعنی ظلم عام ہو جائے“۔ (بیہقی)

(حق نمبر۱۶)

مسلمان کی حاجت پوری کرنا

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”جو شخص اپنے کسی بھائی کے کام کے لئے چل کر جاتا ہے تو اس کا یہ عمل دس سال کے اعتکاف سے افضل ہے۔ جو شخص ایک دن کا اعتکاف بھی اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے اور جہنم کے درمیان تین خندقیں آڑ فرما دیتے ہیں۔ ہر خندق آسمان وزمین کی مسافت سے زیادہ چوڑی ہے۔ (طبرانی، مجمع الزوائد)

حضرت جابر بن عبداللہ اور حضرت ابوطلحہ بن سہل انصاری رضی اللہ عنہم روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”جو شخص کسی مسلمان کی مدد سے ایسے موقع پر ہاتھ کھینچ لیتا ہے جبکہ اس کی عزت پر حملہ کیا جارہا ہو اور اس کی آبرو کو نقصان پہنچایا جارہا ہو تو اللہ تعالیٰ اس کو ایسے موقع پر اپنی مدد سے محروم رکھیں گے جب وہ اللہ تعالیٰ کی مدد کا خواہشمند (اور طلبگار) ہوگا اور جو شخص کسی مسلمان کی ایسے موقع پر مدد اور حمایت کرتا ہے جب کہ اس کی عزت پر حملہ کیا جارہا ہو اور آبرو کو نقصان پہنچایا جارہا ہو تو اللہ تعالیٰ ایسے موقع پر اس کی مدد فرمائیں گے جب وہ اسکی نصرت کا خواہشمند (اور طلبگار) ہوگا“۔ (ابوداؤد)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:
"جو کوئی اپنے بھائی کی حاجت پوری کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی حاجت پوری فرما دیتے ہیں"۔ (ابوداؤد)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "جو بھلائی کی طرف رہنمائی کرتا ہے اس کو بھلائی کرنے والے کے برابر ثواب ملتا ہے اور اللہ تعالیٰ پریشان حال کی مدد کو پسند فرماتے ہیں"۔ (بزار، ترغیب)

حضرت جابرؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "ایمان والا محبت کرتا ہے اور اس سے محبت کی جاتی ہے۔ ایسے شخص میں کوئی بھلائی نہیں جو نہ محبت کرے اور نہ اس سے محبت کی جائے۔ اور لوگوں میں بہترین شخص وہ ہے جو سب سے زیادہ لوگوں کو نفع پہنچانے والا ہو"۔ (دار قطنی، جامع صغیر)

ایک حدیث میں ہے کہ بے شک رسول اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے نہ تو اس پر ظلم کرتا ہے اور نہ تو اس کو بے یار و مددگار چھوڑتا ہے اور جو اپنے بھائی کی حاجت پوری کرے گا اللہ اس کی حاجت پوری کرے گا اور جو شخص کسی مسلمان کی پریشانی کو دور کرے گا تو اللہ قیامت کے دن اس کی پریشانی دور فرمائے گا۔ اور جو مسلمان کسی کی پردہ پوشی کرتا ہے قیامت کے دن اس کی اللہ تعالیٰ پردہ پوشی کریگا۔ (بخاری شریف)

(حق نمبر ۱۷)

مجلس کی بات کو امانت رکھنا

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "مجلسیں امانت ہیں (ان میں کی گئی راز کی باتیں کسی کو بتانا جائز نہیں) سوائے تین مجلسوں کے (کہ وہ امانت نہیں ہیں بلکہ دوسروں تک ان کا پہنچا دینا ضروری ہے)۔ ایک وہ مجلس جس کا تعلق ناحق خون بہانے کی سازش سے ہو، دوسری

وہ جس کا تعلق زنا کاری سے ہو، تیسری وہ جس کا تعلق ناحق کسی کا مال چھیننے سے ہو"۔

(ابوداؤد)

فائدہ: حدیث شریف میں ان تین باتوں کا ذکر بطور مثال کے ہے۔ مقصد یہ ہے کہ اگر کسی مجلس میں کسی معصیت اور ظلم کے لئے مشورہ کیا جائے اور تم کو بھی اس میں شریک کیا جائے تو پھر ہرگز اس کو راز نہ رکھو۔ (معارف الحدیث)

حضرت جابر بن عبداللہ ؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "جب کوئی شخص اپنی کوئی بات کہے اور پھر اِدھر اُدھر دیکھے تو وہ بات امانت ہے"۔ (ابوداؤد)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص تم سے بات کرے اور وہ تم سے یہ نہ کہے کہ اس کو راز میں رکھنا، لیکن اگر اس کے کسی انداز سے تمہیں محسوس ہو کہ وہ یہ نہیں چاہتا کہ اوروں کو پتہ چلے تو اس کی یہ بات امانت ہی ہے۔ تو امانت ہی کی طرح تمہیں اس کی حفاظت کرنی چاہئے"۔ (معارف الحدیث)

(حق نمبر ۱۸)

اپنے ہاتھ اور زبان کی تکلیف سے مسلمان کی جان اور مال کی حفاظت کرنا

حضرت ابوہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "مومن وہ ہے جس سے لوگ اپنی جانوں اور مالوں کے بارے میں امن میں رہیں"۔ (نسائی)

حضرت عبداللہ بن عمرو ؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان محفوظ رہیں۔ اور مہاجر یعنی چھوڑنے والا وہ ہے جو ان تمام کاموں کو چھوڑ دے جس سے اللہ تعالیٰ نے روکا ہے"۔

(بخاری شریف)

حضرت جُبیر بن مُطعم ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جو عصبیت کی دعوت دے وہ ہم میں سے نہیں، جو عصبیت کی بناء پر لڑے وہ ہم میں سے نہیں اور جو عصبیت (کے جذبہ) پر مرے وہ ہم میں سے نہیں''۔ (ابوداؤد)

(حق نمبر۱۹)

مسلمان کے عیب کو چھپانا

حضرت ابوہریرہ ؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا:''جو شخص دنیا میں کسی پریشان حال کی پریشانی کو دور کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی آخرت کی کوئی ایک پریشانی دور فرمائے گا اور جو شخص دنیا میں کسی مسلمان کے عیوب پر پردہ ڈالے گا اللہ تعالیٰ آخرت میں اس کے عیوب پر پردہ ڈالے گا۔ جب تک آدمی اپنے بھائی کی مدد کرتا رہتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی مدد فرماتا رہتا ہے''۔ (مسندِ احمد)

حضرت ابوہریرہ ؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''آدمی کو اپنے بھائی کی آنکھ کا ایک تنکا بھی نظر آجاتا ہے لیکن اپنی آنکھ کا شہتیر تک بھی اسے نظر نہیں آتا''۔ (ابنِ حبان)

ف: مطلب یہ ہے کہ دوسروں کے معمولی عیوب نظر آجاتے ہیں اور اپنے بڑے بڑے عیوب پر نظر نہیں جاتی۔

(حق نمبر۲۰)

مسلمان میت کو غسل اور کفن دینا

حضرت ابورافع ؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا:''جو شخص میت کو غسل دیتا ہے اور اس کے ستر کو اور اگر کوئی عیب پائے تو اس کو چھپاتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے چالیس بڑے گناہ معاف فرمادیتے ہیں۔ اور جو اپنے بھائی (کی میت) کے لئے قبر کھودتا ہے اور اس میں دفن کرتا ہے تو گویا اس نے (قیامت کے

دن) دوبارہ زندہ اٹھائے جانے تک اس کو ایک مکان میں ٹھہرادیا یعنی اس قدر اجر ملتا ہے جتنا کہ اس شخص کے لئے قیامت تک مکان دینے کا اجر ملتا''۔ (طبرانی، مجمع الزوائد)

حضرت ابورافع ؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جو شخص کسی میت کو غسل دیتا ہے پھر اس کے ستر کو اور اگر کوئی عیب پائے تو اس کو چھپاتا ہے تو چالیس مرتبہ اس کی مغفرت کی جاتی ہے اور جو شخص میت کو کفن دیتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو جنت کے باریک اور موٹے ریشم کا لباس پہنائیں گے''۔ (مستدرک حاکم)

(حق نمبر ۲۱)

مسلمان سے اللہ تعالیٰ کے لئے محبت کرنا

حضرت ابوہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جو شخص یہ پسند کرے کہ اسے ایمان کا ذائقہ حاصل ہو جائے تو اسے چاہئے کہ محض اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کے لئے دوسرے (مسلمان) سے محبت کرے''۔

(مسندِ احمد، بزّار، مجمع الزوائد)

حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''بے شک ایمان (کی نشانیوں) میں سے ہے کہ ایک شخص دوسرے سے صرف اللہ تعالیٰ کی رضا وخوشنودی کے لئے محبت کرے جبکہ دوسرے شخص نے اس کو مال (و دنیوی فائدہ وغیرہ کچھ) نہ دیا ہو۔ صرف اللہ تعالیٰ کے لئے محبت کرنا یہ ایمان (کا کامل درجہ) ہے''۔ (طبرانی، مجمع الزوائد)

حضرت انس ؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جو دو شخص اللہ تعالیٰ کی رضا وخوشنودی کے لئے ایک دوسرے سے محبت کریں ان میں افضل وہ شخص ہے جو اپنے ساتھی سے زیادہ محبت کرتا ہو''۔ (مستدرک حاکم)

حضرت عبداللہ بن عمرو ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"جو شخص اللہ تعالیٰ کی رضا وخوشنودی کے لئے کسی شخص سے محبت کرے اور (اس محبت کا اظہار) یہ کہہ کر کرے میں اللہ تعالیٰ کے لئے تم سے محبت کرتا ہوں پھر وہ دونوں جنت میں داخل ہوں تو جس شخص نے محبت کی وہ دوسرے کے مقابلہ میں اونچے درجے کا ہوگا اور اس درجہ کا زیادہ حقدار ہوگا"۔ (بزار۔ترغیب)

حضرت ابو درداءؓ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں: "جو دو شخص آپس میں ایک دوسرے کی غیر موجودگی میں اللہ تعالیٰ کی رضا وخوشنودی کے لئے محبت کریں تو ان دونوں میں اللہ تعالیٰ کا زیادہ محبوب وہ ہے جو اپنے ساتھی سے زیادہ محبت کرتا ہو"۔
(طبرانی، مجمع الزوائد)

حضرت نعمان بن بشیرؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "مسلمانوں کی مثال ایک دوسرے سے محبت کرنے، ایک دوسرے پر رحم کرنے اور ایک دوسرے پر شفقت ومہربانی کرنے میں بدن کی طرح ہے۔ جب اس کا ایک عضو بھی دکھتا ہے تو اس دُکھن کی وجہ سے بدن کے باقی سارے اعضاء بھی بخار و بے خوابی میں اس کے شریک حال ہوتے ہیں"۔ (مسلم)

حضرت معاذؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا: "اللہ تعالیٰ کی رضا وخوشنودی کے لئے آپس میں ایک دوسرے سے محبت کرنے والے عرش کے سایہ میں ہونگے جس دن عرش کے سایہ کے علاوہ کوئی سایہ نہ ہوگا۔ انبیاء اور شہداء ان کے خاص مرتبہ اور مقام کی وجہ سے ان پر رشک کریں گے"۔
(ابن حبان)

حضرت معاذ بن جبلؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ حدیث قدسی بیان کرتے ہوئے سنا: "اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وہ بندے جو میری عظمت اور جلال کی وجہ سے آپس میں الفت ومحبت رکھتے ہیں ان کے لئے نور کے منبر ہوں گے ان پر انبیاء اور شہداء بھی رشک کریں گے"۔ (ترمذی)

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "بے شک قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے کچھ بندے اللہ تعالیٰ کے ہم نشین ہونگے جو عرش کے دائیں جانب ہونگے اور اللہ تعالیٰ کے دونوں ہاتھ داہنے ہی ہیں۔ وہ نور کے منبر پر بیٹھے ہونگے انکے چہرے نور کے ہونگے وہ نہ انبیاء ہونگے نہ شہداء اور نہ صدّیقین۔ عرض کیا گیا: یارسول اللہ ﷺ...! وہ کون ہونگے؟ ارشاد فرمایا: "یہ وہ لوگ ہونگے جو اللہ تعالیٰ کی عظمت وجلال کی وجہ سے ایک دوسرے سے محبت رکھتے تھے"۔ (طبرانی، مجمع الزوائد)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "سب سے افضل عمل اللہ تعالیٰ کے لئے کسی سے محبت کرنا اور اللہ تعالیٰ کے لئے کسی سے دشمنی کرنا"۔ (ابوداؤد)

(حق نمبر ۲۲)

مسلمان کو صحیح مشورہ دینا

حضرت ابوہریرہ ؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "جس سے کسی معاملہ میں مشورہ کیا جائے اس معاملہ میں اس پر بھروسہ کیا گیا ہے (لہٰذا اسے چاہئے کہ مشورہ لینے والے کا راز ظاہر نہ کرے اور وہی مشورہ دے جو مشورہ لینے والے کے لئے زیادہ مفید ہو)"۔ (ترمذی)

(حق نمبر ۲۳)

مسلمان سے لیا ہوا قرض ادا کردینا

حضرت ابوہریرہ ؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "مومن کی روح اس کے قرضہ کی وجہ سے لٹکی رہتی ہے (راحت ورحمت کی اس منزل

تک نہیں پہنچتی جس کا نیک لوگوں سے وعدہ ہے) جب تک کہ اس کا قرضہ نہ ادا کر دیا جائے"۔ (ترمذی)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "قرض کے علاوہ شہید کے سارے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے"۔ (مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "جو شخص لوگوں سے مال (ادھار) لے اور اس کی نیت ادا کرنے کی ہو تو اللہ تعالیٰ اس کی طرف سے ادا کریں گے۔ اور جو شخص کسی سے (ادھار) لے اور اس کا ارادہ ہی ادا نہ کرنے کا ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے مال کو ضائع کر دیں گے"۔ (بخاری)

ف: "اللہ تعالیٰ اس کی طرف سے ادا کر دیں گے" کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ادھار کی ادائیگی میں اسکی مدد فرمائیں گے اور اگر زندگی میں ادا نہ کر سکا تو آخرت میں اس کی طرف سے ادا فرما دیں گے۔ "اللہ تعالیٰ اس کے مال کو ضائع کر دیں گے" کا مطلب یہ ہے کہ اس بری نیت کی وجہ سے اس کو جانی یا مالی نقصان اٹھانا پڑے گا۔ (فتح الباری)

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "اللہ تعالیٰ مقروض کے ساتھ ہیں یہاں تک کہ وہ اپنا قرضہ ادا کرے بشرطیکہ یہ قرضہ کسی ایسے کام کے لئے نہ لیا گیا ہو جو اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہے"۔ (ابن ماجہ)

(حق نمبر ۲۴)

مسلمان کے احسان کا شکر ادا کرنا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "جو لوگوں کا شکر گذار نہیں ہوتا وہ اللہ تعالیٰ کا بھی شکر ادا نہیں کرتا"۔ (ترمذی)

حضرت اُسامہ بن زید ؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:
"جس شخص پر احسان کیا گیا اور اس نے احسان کرنے والے کو "جَزَاکَ اللّٰہُ خَیْرًا" (اللہ تعالیٰ تم کو اس کا بہتر بدلہ عطا فرمائے) کہا تو اس نے (اس دعا کے ذریعہ) پوری تعریف کی اور شکر ادا کر دیا"۔ (ترمذی)

ف: ان الفاظ میں دعا کرنا گویا اس بات کا اظہار کرنا ہے کہ میں اس کا بدلہ دینے سے عاجز ہوں اس لئے میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ تمہارے اس احسان کا بہتر بدلہ عطا فرمائیں۔ اس طرح اس دعائیہ کلمہ میں احسان کرنے والے کی تعریف ہے"۔

(معارف الحدیث)

(حق نمبر ۲۵)

مسلمان کا ہدیہ قبول کرنا

حضرت ابوہریرہ ؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:
"جس کو ہدیہ کے طور پر خوشبودار پھول پیش کیا جائے تو اسے چاہئے کہ وہ اسے رد نہ کرے کیونکہ وہ بہت ہلکی اور کم قیمت چیز ہے اور اس کی خوشبو بھی اچھی ہوتی ہے"۔

(مسلم)

ف: پھول جیسی کم قیمت چیز قبول کرنے سے اگر انکار کیا جائے تو اس کا بھی اندیشہ ہے کہ پیش کرنے والے کو خیال ہو کہ میری چیز کم قیمت ہونے کی وجہ سے قبول نہیں کی گئی اور اس سے اس کی دل شکنی ہو۔ (معارف الحدیث)

حضرت عبداللہ بن عمر ؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:
"تین چیزوں کو رد نہیں کرنا چاہئے۔ تکیہ، خوشبو اور دودھ"۔ (ترمذی)

انسانی حقوق

بعض ایسے بھی حقوق ہیں جو ہر آدمی کے ہر آدمی پر ہیں۔ خواہ وہ کافر ہو یا مسلمان، نیکوکار ہو یا بدکار، ان حقوق میں سے چند یہ ہیں۔

۱۔ بلا خطا ہر گز ہر گز کسی انسان کے جان و مال کو نقصان نہ پہنچائے۔

۲۔ بلا کسی شرعی وجہ کے کسی انسان کے ساتھ بد زبانی و سخت کلامی نہ کرے۔

۳۔ کسی مصیبت زدہ کو دیکھے یا کسی کو بھوک و پیاس یا بیماری میں مبتلا پائے تو اس کی مدد کرے۔ کھانا پانی دے دے۔ دوا علاج کر دے۔

۴۔ جن جن صورتوں میں شریعت نے سزاؤں یا لڑائیوں کی اجازت دی ہے ان صورتوں میں خبر دار حد سے زیادہ نہ بڑھے اور ہر گز ہر گز ظلم نہ کرے۔ یہ شریعت اسلام کی مقدس تعلیم کی رو سے انسان کا ہر انسان پر حق ہے۔ جو انسانی حیثیت سے ایک دوسرے پر لازم ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ۔

الراحمون یرحمهم الرحمن ارحموا من فی الارض یرحمکم من فی السماء.

یعنی رحم کرنے والوں پر رحمٰن رحم فرماتا ہے تم لوگ زمین والوں پر رحم کرو تو آسمان والا تم لوگوں پر رحم فرمائے گا۔ (ابوداؤد، مشکوۃ جلد۲، ص ۴۲۳)

صاحب حق کو اس کا حق دینا

جن لوگوں کی حق تلفی کی ہو ان کی ادائیگی کی صورت یہ ہے کہ جو اصحاب حقوق معلوم ہیں ان سے جا کر یا بذریعہ خطوط معافی مانگیں اور ان کو بالکل خوش کر دیں جس سے اندازہ ہو جائے کہ انہوں نے حقوق معاف کر دیئے اگر وہ معاف نہ کریں تو ان سے مہلت لے لیں اور تھوڑا تھوڑا کما کر اور آمدنی سے بچا کر ادا کریں اور اگر وہ ادائیگی سے پہلے ان میں فوت ہو جائے تو اس کی اولاد کو باقی ماندہ حق پہنچا دیں۔

اہل حقوق میں سے جو لوگ زندہ ہوں لیکن ان کا پتہ معلوم نہ ہو تو ان کی طرف سے ان کے حقوق کے بقدر مسکینوں کو صدقہ کرے دیں۔ جب تک ادیگی نہ ہو صدقہ کرتے رہیں اور تمام حقوق والوں کے لیے خواہ مالی حقوق ہوں خواہ آبرو کے حقوق ہوں۔ بہر حال دعائے خیر اور استغفار ہمیشہ پابندی سے کریں۔

حضرت شیخ الحدیث صاحب قدس سرہ نے اپنی آپ بیتی میں لکھا ہے کہ حضرت حکیم الامت قدس سرہ کے والد کی دو بیویاں تھیں اپنے والد کی وفات کے بعد انہیں خیال آیا کہ ان دو بیویوں کے مہر ادا نہیں ہوئے تھے دونوں بیویاں بھی وفات پا چکی تھیں حضرت حکیم الامت قدس سرہ نے ان کے رشتہ داروں کا پتہ چلایا اور ان میں سے جس جس کو میراث پہنچ سکتی تھی سب کو ان کا حق پہنچایا ان میں جو وفات پا گئے تھے ۔ان کی اولاد کو تلاش کیا اور حق دیا ان میں سے ایک بیوی کاندھلہ میں تھیں ان کے کسی عزیز کے حساب میں دو پیسے نکلتے تھے حضرت والا نے مجھے (یعنی حضرت شیخ کو) وکیل بنایا تا کہ ان کا حق پہنچاؤں۔

بعض ایسے امور ہیں جس سے عموماً لوگ غفلت برتتے ہیں۔

☆ جس کسی نے اپنا مال تھوڑا ہو یا بہت خواہ کسی بھی جنس سے ہو، کسی کے پاس حفاظت کے لیے رکھ دیا۔ یہ مال اس کے پاس امانت ہے۔اسے خوب اچھی طرح حفاظت سے رکھے، اور امانت رکھوانے والا جب مانگے تو دے دے۔ اگر دینے سے انکار کر دیا اور وہ ہلاک ہوگئی تو اس کا ضمان لازم ہوگا۔

☆ امانت کی چیز اگر خرچ کر لے یا ہلاک کر دے تب بھی ضمان لازم ہوگا۔

☆ اگر کوئی چیز کسی سے عاریۃً (مانگنے کے طور پر) لی۔ پھر ہلاک کر دی تو اس کا بھی ضمان لازم ہوگا۔

☆ اگر کوئی مہمان یا گاہک گھر یا دکان پر اپنی کوئی چیز بھول جائے تو وہ امانت ہے۔ اس کا خرچ کر لینا جائز نہیں، صاحب مال کے آنے کا انتظار کرے اور آنے جانے والوں سے تلاش بھی کروائے اور پتہ چلوائے کہ شخص کہاں ہے۔ جب ناامید ی ہو جائے تو اس کی طرف سے صدقہ کر دے لیکن اگر کبھی وہ آ گیا اور صدقہ پر راضی نہ ہو تو اس کی قیمت ادا کرنا واجب ہوگا۔ اور صدقہ اپنی طرف سے ہو جائے گا۔

☆ اگر کوئی شخص کوئی گری پڑی چیز کہیں پالے تو مالک کو پہنچانے کی نیت سے

اٹھاسکتا ہے اور اگر ضائع ہونے کا اندیشہ ہو تو اٹھانا واجب ہے۔ اٹھالینے کے بعد اعلان کرے کہ کسی کی کوئی گری پڑی چیز ہو تو لے لے۔ جس جگہ چیز ملی ہے اس کے قریب جو آبادیاں ہوں ان میں اعلان کرے اور اتنے عرصہ اعلان کرے کہ یقین ہوجائے کہ مالک نہیں آئے گا۔ اس کے بعد مالک کی طرف سے مستحقین زکوٰۃ کو صدقہ کردے۔ اگر خود صاحب نصاب نہیں تو اپنے اوپر بھی خرچ کرسکتا ہے لیکن ہر صورت میں اگر صاحب مال آگیا تو مال کی قیمت ادا کرنا لازم ہوگا۔ اور صدقہ کا ثواب صدقہ کرنے والوں کو مل جائے گا۔ جب کوئی چیز اٹھائے تو گواہ بنالے کہ حفاظت کرنے کے لیے اور مالک تک پہنچانے کے لیے اٹھا رہا ہوں۔ اگر اس جگہ گواہ نہ ملیں تو آبادی میں پہنچ کر گواہ بنالے کہ یہ چیزیں مالک کو پہنچانے کے لیے اٹھالایا ہوں۔ اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ لوگ چوری کرنے یا غصب کرنے کی تہمت نہ رکھیں گے ۔اگر کوئی ایسی چیز ملی یا کوئی شخص دکان یا گھر پر چھوڑ کر چلا گیا تو زیادہ دیر باقی نہیں رہ سکتی ہو۔ جب خراب ہونے لگے تو اس کو صدقہ کردے۔ زیادہ انتظار کرنے کی ضرور ت نہیں۔ البتہ اس سے پہلے اعلان جاری رکھے۔

☆ اگر کوئی شخص قرض دے کر بھول جائے یا لحاظ کی وجہ سے طلب نہ کرے۔ یا گواہ نہ ہونے کی وجہ سے دعویٰ نہ کرسکے۔ یا کسی بھی طرح کی کسی کی کوئی چیز اپنے قبضہ میں آجائے اور صاحب مال کو اس کا علم نہ ہو تب بھی اس کا پہنچانا اور ادا کرنا واجب ہے۔

☆ اگر کوئی شخص وفات پاگیا اور اس کا کوئی قرض کسی کی طرف ہے یا مرنے والے کا اور کوئی مال کسی طرح قبضہ میں آیا ہوا ہے۔ مثلاً اس نے امانت رکھی تھی یا چوری کرکے اس کا مال لے لیا تھا۔ تو اسکے وارثوں تک اس کا پہنچانا فرض ہے جیسا کہ اس کی زندگی میں خود اس کو دینا فرض تھا۔

☆ اوقاف کے مال اور عمارت سب امانت ہوتے ہیں۔ وقف کرنے والوں کی شرطوں کے خلاف تصرف کرنا خیانت ہے بہت سے لوگ جن کا اوقاف پر قبضہ

ہوتا ہے ایسے لوگوں پر بھی اوقاف کا مال خرچ کردیتے ہیں۔ جن پر واقف کی شرائط کے اعتبار سے خرچ کرنا جائز نہیں ہوتا۔ یا اپنے ملنے والوں کو شرائط کے خلاف اوقاف کی عمارتوں میں ٹھہرا دیتے ہیں یا ان کو مختصر سے کرایہ پر دے دیتے ہیں۔ یہ سب حرام ہے اور خیانت ہے۔

بعض لوگوں کے پاس وقف کا مکان کرایہ پر ہوتا ہے اور وہ پرانا کرایہ دیتے رہتے ہیں۔ حالانکہ ہر دور میں وہی کرایہ دینا لازم ہے جو مکان کے مناسب حال ہو۔ اگر وقف کا ذمہ دار اس میں رعایت کرے یا چشم پوشی کرے تب بھی کم کرایہ پر اکتفا کرنا حلال نہیں ہے۔ یہ دیکھ لیں کہ اس طرح کا مکان اگر کسی کی ملکیت میں ہوتا تو وہ کتنے کرایہ پر ملتا۔ اسی کے موافق کرایہ پر دیں۔ اور یہ بھی واضح رہے کہ ایک سال سے زیادہ کے لیے وقف کی زمین کرایہ پر دینا جائز نہیں۔ (از اصلاحی مقالات)

مجلس کی بات کو امانت رکھنا

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا کہ:

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قِیْلَ لَكُمْ تَفَسَّحُوْا فِی الْمَجٰلِسِ فَافْسَحُوْا یَفْسَحِ اللّٰهُ لَكُمْ وَاِذَا قِیْلَ انْشُزُوْا فَانْشُزُوْا یَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ (پارہ ۲۸، رکوع ۲)

اے ایمان والو! جب تم سے کہا جائے مجلسوں میں جگہ دے دو تو تم لوگ جگہ دے دو۔ اللہ تعالیٰ تم کو جگہ دیگا اور جب تم سے کہا جائے کہ اٹھ کھڑے ہو تو اٹھ کھڑے ہوا کرو۔ اللہ تعالیٰ تم میں سے ایمان والوں اور علم والوں کے درجات کو بلند فرمادے گا۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کوئی شخص ایسا نہ کرے کہ مجلس سے کسی کو اٹھا کر خود اس کی جگہ پر بیٹھ جائے بلکہ آنیوالوں کے لیے ہٹ جائے اور جگہ کشادہ کردے (بخاری وغیرہ)

مجلسوں میں ہر مرد وعورت کو ان چند آداب کا لحاظ رکھنا چاہیے۔

۱۔ کسی کو اس کی جگہ سے اٹھا کر خود وہاں مت بیٹھو (ابوداؤد ج ۲، ص ۳۱۶)

۲۔ کوئی مجلس سے اٹھ کر کسی کام کو گیا اور یہ معلوم ہے کہ وہ ابھی آئیگا تو ایسی صورت میں اس جگہ کسی اور کو بیٹھنا نہیں چاہیے وہ جگہ اسی کا حق ہے

(ابوداؤد ج ۲، ص ۳۱۶)

۳۔ اگر دو شخص مجلس میں پاس پاس بیٹھ کر باتیں کر رہے ہوں تو ان دونوں کے بیچ میں جا کر نہیں بیٹھ جانا چاہیے۔ ہاں البتہ اگر وہ دونوں اپنی خوشی سے تمہیں اپنے درمیان میں بٹھائیں، تو بیٹھنے میں کوئی حرج نہیں (ابوداؤد ج ۲، ص ۳۱۷)

۴۔ جو تم سے ملاقات کے لیے آئے تو تم خوشی کا اظہار کرتے ہوئے اس کے لیے ذرا اپنی جگہ سے کھسک جاؤ، جس سے وہ یہ جانے کہ میری قدر وعزت کی۔

۵۔ مجلس میں سردار بن کر مت بیٹھو بلکہ جہاں بھی جگہ ملے بیٹھ جاؤ۔ گھمنڈ اور غرور اللہ تعالیٰ کو بیحد ناپسند ہے اور تواضع اور انکساری اللہ کو بہت زیادہ محبوب ہے۔

۶۔ مجلس میں چھینک آئے تو اپنے منہ پر اپنا ہاتھ یا کوئی کپڑا رکھ لو۔ اور پست آواز سے چھینکو، اور بلند آواز سے الحمد اللہ کہو اور بلند آواز سے حاضرین مجلس جواب میں یَرْحَمُكَ اللّٰه کہیں۔

۷۔ جمائی کو جہاں تک ہو سکے روکو، اگر پھر بھی نہ رکے تو ہاتھ یا کپڑے سے منہ ڈھانک لو۔

۸۔ بہت زور سے قہقہہ لگا کر مت ہنسو کہ اس طرح ہنسنے سے دل مردہ ہو جاتا ہے۔

۹۔ مجلسوں میں لوگوں کے سامنے تیوری چڑھا کر اور ماتھے پر بل ڈال کر، ناک منہ چڑھا کر مت دیکھو کہ یہ گھمنڈی لوگوں اور متکبروں کا طریقہ ہے بلکہ نہایت عاجزانہ انداز سے غریبوں کی طرح بیٹھو کوئی بات موقع کی ہو تو لوگوں سے بول چال بھی لو، لیکن ہرگز ہرگز کسی کی بات مت کاٹو، نہ کسی کی دل آزاری کرو، نہ کوئی گناہ کی بات بولو۔

۱۰۔ مجلس میں کسی کی طرف پاؤں نہ پھیلاؤ یہ بالکل ہی خلافِ ادب ہے۔

مجلس سے اٹھتے وقت کی دعا

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص مجلس سے اٹھ کر تین مرتبہ یہ دعا پڑھ لے گا اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو مٹادے گا اور جو شخص مجلس خیر اور مجلس ذکر میں اس دعا کو پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس کے لیے اس خیر پر مہر کردے گا۔ (ابوداؤد ج۲، ص۳۱۹)

سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِکَ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ اَسْتَغْفِرُکَ وَاَتُوْبُ اِلَیْکَ.

اے اللہ ہم تیری تعریف کے ساتھ تیری پاکی بیان کرتے ہیں، تیرے سوا کوئی معبود نہیں میں تجھ سے بخشش مانگتا ہوں اور تیرے دربار میں توبہ کرتا ہوں۔

عام مسلمانوں کے حقوق

سلام اور اس کا جواب دینا

اللہ تعالیٰ کا ارشاد پاک ہے کہ:

وَاِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَا اَوْ رُدُّوْهَا اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ حَسِيْبًا.

(پارہ ۵، رکوع ۸)

اور جب تم کو کوئی کسی لفظ سے سلام کرے تو تم اس سے بہتر لفظ میں جواب دو یا وہی لفظ تم بھی کہہ دو، بے شک اللہ ہر چیز کا حساب لینے والا ہے۔

مسئلہ: سلام کرنا سنت اور سلام کا جواب دینا واجب ہے۔

مسئلہ: عورت ہو یا مرد سب کے لیے سلام کرنے اور جواب دینے کا اسلامی طریقہ یہی ہے کہ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ کہے اور جواب میں وَعَلَيْكُمُ السَّلَامُ کہے اس کے سوا دوسرے سب طریقے غیر اسلامی ہیں۔

مسئلہ: اگر دوسرے کا سلام لائے تو جواب میں یہ کہنا چاہیے عَلَيْكُمْ وَعَلَيْهِمُ السَّلَامُ (عالمگیری ج۵، ص۲۸۷)

مسئلہ: اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ اور جواب میں وَعَلَیْکُمُ السَّلَام کہنا کافی ہے، لیکن بہتر یہ ہے کہ سلام کرنیوالا (السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ) کہے اور جواب دینے والا بھی یہی کہے سلام میں اس سے زیادہ الفاظ کہنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

(عالمگیری ج ۵، ص ۲۸۶)

مسئلہ: سلام کا جواب فوراً ہی دینا واجب ہے بلا عذر تاخیر کی تو گنہگار ہوا اور یہ گناہ سلام کا جواب دے دینے سے دور نہیں ہوگا۔ بلکہ توبہ کرنی ہوگی۔

(درمختار ج ۵، ص ۲۶۶)

مسئلہ: ایک جماعت دوسری جماعت کے پاس آئی اور ان میں سے کسی ایک نے بھی سلام کیا تو سب سنت چھوڑنے کے الزام میں گرفتار ہوئے اور اگر ان میں سے ایک شخص نے بھی سلام کرلیا تو سب بری ہوگئے لیکن افضل یہ ہے کہ سب ہی سلام کریں۔ یوں ہی اگر جماعت میں سے کسی نے بھی سلام کا جواب نہ دیا تو واجب چھوڑنے کی وجہ سے سب گنہگار ہوئے اور اگر ایک شخص نے سلام کا جواب دے دیا۔ تو پوری جماعت الزام سے بری ہوگئی مگر افضل یہی ہے کہ سب سلام کا جواب دیں۔

(عالمگیری ج ۵، ص ۲۸۶)

مسئلہ: چلنے والا بیٹھنے والے کو سلام کرے چھوٹا بڑے کو سلام کرے سوار پیدل کو سلام کرے تھوڑے لوگ زیادہ لوگوں کو سلام کریں۔ (عالمگیری ج ۵، ص ۲۸۶)

مسئلہ: کافر کو سلام نہ کرے اور وہ سلام کرے تو جواب دے سکتا ہے مگر جواب میں صرف علیکم کہے اور اگر ایسی جگہ سے گذرتا ہو جس جگہ مسلمان اور کفار دونوں جمع ہوں تو السلام علیکم کہے اور مسلمانوں پر سلام کرنے کی نیت کرے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ایسے ملے جلے مجمع کو "اَلسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی" کہہ کر سلام کرے۔

(عالمگیری ج ۵۔ ص ۲۸۶)

مسئلہ: اذان واقامت اور جمعہ وعیدین کے خطبہ کے وقت سلام نہیں کرنا چاہیے۔ (عالمگیری ج ۵، ص ۲۸۶)

مسئلہ: علانیہ فسق و فجور کرنے والوں کو سلام نہیں کرنا چاہیے لیکن اگر کسی کے پڑوس میں فساق رہتے ہیں اور یہ اگر ان سے سختی برتا ہے تو وہ اس کو پریشان کرتے ہوں اور ایذا دیتے ہوں اور اگر یہ ان سے سلام وکلام جاری رکھتا ہے تو وہ اس کو ایذا پہنچانے سے باز رہتے ہیں تو ایسی صورت میں ظاہری طور پر ان فساق کے ساتھ سلام وکلام کے ساتھ میل جول رکھنے میں یہ شخص معذور سمجھا جائے گا۔
(عالمگیری ج ۵، ص ۲۸۷)

مسئلہ: کسی سے کہہ دیا کہ فلاں کو میرا سلام کہہ دینا اور اس نے سلام پہنچانے کا وعدہ کرلیا تو اس پر سلام پہنچانا واجب ہے اور اگر سلام پہنچانے کا وعدہ نہیں کیا تھا تو سلام پہنچانا اس پر واجب نہیں۔

مسئلہ: بعض لوگ سلام کے جواب میں ہاتھ یا سر سے اشارہ کردیتے ہیں بلکہ بعض تو فقط آنکھوں کے اشارہ سے سلام کا جواب دیا کرتے ہیں یوں سلام کا جواب نہیں ہوا۔ زبان سے سلام کا جواب دینا واجب ہے (عالمگیری ج ۵، ص ۲۸۷)

مسئلہ: چھوٹے جب بڑوں کو سلام کرتے ہیں تو بڑا جواب میں کہتا ہے کہ ''جیتے رہو'' اسی طرح بوڑھی عورتیں بچیوں کے سلام کا جواب اس طرح دیا کرتی ہیں ''خوش رہو''، ''سہاگن بنی رہو''، ''دودھ نہاؤ پھولو پھلو'' ان سب الفاظ سے سلام کا جواب نہیں ہوتا بلکہ ہمیشہ ہر مرد و عورت کو سلام کے جواب میں وعلیکم السلام کہنا چاہیے۔

مسئلہ: اس زمانے میں کئی طرح کے سلام لوگوں نے ایجاد کرلیے ہیں جن میں سب سے برے الفاظ ''نمستے'' اور ''بندگی عرض'' ہیں، مسلمانوں کو ہرگز یہ نہیں کہنا چاہیے بعض لوگ ''آداب عرض'' کہتے ہیں۔ اس میں اگرچہ اتنی برائی نہیں مگر یہ بھی سنت کے خلاف ہے۔

مسئلہ: کوئی شخص تلاوت میں مشغول ہے یا درس و تدریس یا علمی گفتگو میں ہے تو اس کو سلام نہیں کرنا چاہیے اسی طرح اذان و اقامت و خطبہ جمعہ و عیدین کے وقت

بھی سلام نہ کرے۔ سب لوگ عملی بات چیت کر رہے ہوں یا ایک شخص بول رہا ہو اور باقی سن رہے ہوں دونوں صورتوں میں سلام نہ کرے مثلاً عالم وعظ کہہ رہا ہے دینی مسئلہ پر تقریر کر رہا ہے اور حاضرین سن رہے ہیں تو آنے والا شخص چپکے سے آکر بیٹھ جائے سلام نہ کرے۔ (عالمگیری ج ۵، ص ۲۸۷)

مسئلہ: جو شخص پیشاب پاخانہ کر رہا ہو یا کبوتر اڑا رہا ہو یا گانا گا رہا ہو ننگا نہا رہا ہو یا پیشاب کے بعد ڈھیلا لے کر استنجا سکھا رہا ہو اس کو سلام نہ کیا جائے۔

(عالمگیری ج ۵ ص ۲۸۷)

مسئلہ: جب اپنے گھر میں جائے تو گھر والوں کو سلام کرے بچوں کے سامنے سے گزرے تو ان بچوں کو سلام کرے۔ (عالمگیری ج ۵ ص ۲۸۷)

مسئلہ: سلام محبت پیدا ہونے کا ذریعہ ہے حدیث شریف میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اس ذات کی قسم ہے کہ جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے کہ تم لوگ اس وقت تک جنت میں داخل نہیں ہوگے یہاں تک کہ تم مومن بن جاؤ ، اور تم لوگ مومن نہیں بنوگے یہاں تک کہ تم ایک دوسرے سے محبت کرنے لگو۔ لہٰذا میں تم لوگوں کو ایک ایسے کام کی رہنمائی کرتا ہوں کہ جب تم لوگ وہ کام کرنے لگو گے تو تم ایک دوسرے سے محبت کرنے لگو گے وہ کام یہ ہے کہ تم لوگ آپس میں سلام کو پھیلاؤ۔ (ابوداؤد ج ۲، ص ۳۵۹)

مسئلہ: سلام خیر و برکت کا سبب ہے حضور اکرم ﷺ نے اپنے خادمِ خاص حضرت انس رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اے پیارے بیٹے! جب تو گھر میں داخل ہوا کرے تو گھر والوں کو سلام کر، کیونکہ تیرا سلام تیرے اور تیرے گھر والوں کے لیے برکت کا سبب ہوگا۔ (مشکوٰۃ ج ۲، ص ۳۹۹)

مصافحہ و معانقہ

حدیث شریف میں ہے کہ جب دو مسلمان ملیں اور مصافحہ کریں اور اللہ کی حمد

کریں اور استغفار کریں تو دونوں کی مغفرت ہو جائے گی (ابوداؤد ج ۲، ص ۳۶۱)

مسئلہ: مصافحہ سنت ہے اور اس کا ثبوت متواتر حدیثوں سے ہے۔ اور احادیث میں اس کی بہت بڑی فضیلت آئی ہے ایک حدیث میں ہے کہ جس نے اپنے مسلمان بھائی سے مصافحہ کیا تو اس کے تمام گناہ گر جائیں گے۔ جتنی بار ملاقات ہو ہر بار مصافحہ کرنا مستحب ہے۔ (درمختار ورد المحتار ج ۵، ص ۲۴۴)

مسئلہ: معانقہ کرنا بھی سنت ہے کیونکہ حدیث سے ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے معانقہ فرمایا ہے (ابوداؤد ج ۲ ص ۲۶۱)

چھینک اور جمائی کا بیان

مسئلہ: دیوار کے پیچھے کسی کو چھینک آئی اور اس نے الحمد اللہ کہا تو سننے والے پر اس کا جواب دینا واجب ہے۔ (ردالمحتار ج ۵، ص ۲۶۶)

مسئلہ: چھینکنے والے کو چاہیے کہ سر جھکا کر پست آواز سے منہ کو چھپا کر چھینکے بہت ہی بہت بلند آواز سے چھینکنا حماقت ہے۔ (ردالمحتار ج ۵، ص ۲۶۶)

مسئلہ: کافر کو چھینک آئی اور اس نے الحمد للہ کہا تو جواب میں یھدیک اللہ کہنا چاہیے (ردالمحتار ج ۵، ص ۲۶۶)

مسئلہ: چھینک کا جواب ایک مرتبہ واجب ہے دوبار چھینک آئی اور اس نے الحمد اللہ کہا تو دوبارہ جواب دینا واجب نہیں بلکہ مستحب ہے۔ (عالمگیری ج ۵، ص ۲۸۷)

اپنے ہاتھ اور زبان کی تکلیف سے مسلمانوں کی جان اور مال کی حفاظت کرنا

نبی کریم ﷺ ایک مرتبہ بیت اللہ شریف کا طواف فرما رہے تھے اور حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ آپ کے ساتھ تھے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے

ہیں کہ میں نے دیکھا کہ نبی کریم ﷺ کعبہ کو خطاب کر کے فرما رہے ہیں اے اللہ کے گھر! تو کتنی حرمت والا ہے، کتنی عظمت والا ہے اور کتنے تقدس والا ہے کتنا مقدس ہے، پھر تھوڑی دیر کے بعد کے بعد حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے پھر فرمایا کہ لیکن ایک چیز ایسی ہے جس کی عظمت اور جس کا تقدس تجھ سے بھی زیادہ ہے۔ یہ کعبۃ اللہ سے خطاب کر کے فرمایا۔ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ ایک دم میرے کان کھڑے ہو گئے اور میں چونکا کہ وہ کون سی چیز ہے کہ جس کی عزت وحرمت اور جس کی عظمت بیت اللہ سے بھی زیادہ ہے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ چیز ایک مسلمان کی جان ہے، اس کا مال اور اس کی آبرو ہے۔ مسلمان کی جان، مسلمان کا مال اور مسلمانوں کی آبرو، یہ تین چیزیں ایسی ہیں کہ ان کی حرمت کعبۃ اللہ سے بھی زیادہ ہے۔ (ابن ماجہ، ص ۲۸۲)

خون کی حرمت کے سلسلہ میں قدیم اور جدید مسلمان میں کوئی فرق نہیں ایک شخص چند لمحے پہلے مسلمان ہوا ہو تو اس کے خون کا بھی ویسے ہی احترام ہوگا جیسے کسی ستر سال مسلمان کے خون کا احترام ہے۔

''حضرت اسامہ بن زیدؓ کہتے ہیں کہ ہم کو رسول اکرم ﷺ نے قبیلہ جہینہ کے کچھ ولوگوں کی طرف بھیجا، ان کے ایک آدمی کے ساتھ سامنا ہوا میں اس پر نیزے کے ساتھ حملہ کرنے لگا تو اس نے ''لا الہ الا اللہ'' کہہ دیا میں نے اس کے باوجود اس پر حملہ کر کے اسے قتل کر دیا۔ جب میں رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضری ہو کر آپ ﷺ کو اس کے بارے میں بتایا تو آپ ﷺ نے فرمایا کیا تم نے اسے ''لا الہ الا اللہ'' کہنے کے باوجود قتل کر دیا میں نے عرض کیا اس نے صرف قتل سے بچنے کے لیے ایسا کیا تھا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کیا تم نے اس کا دل چیر کر دیکھ لیا تھا''۔

حضرت اسامہ بن زیدؓ سے آپ ﷺ کو بڑا پیار تھا وہ آپ کے متبنیٰ حضرت

زیدؓ کے بیٹے تھے، حضرت حسینؓ کے ساتھ پرورش پانے والے تھے آپ ﷺ کی گود میں بیٹھنے والے تھے اور جس شخص کو انہوں نے قتل کیا بظاہر اس کا ایمان مشکوک تھا مگر آپ کا فرمانا یہ تھا کہ جب اس نے "لا الہ الا اللہ" کہہ دیا تھا تو پھر اسے قتل کرنے کا کیا جواز باقی رہ گیا تھا کیونکہ لا الہ الا اللہ کہنے والا اللہ کے نزدیک اس سارے مادی جہاں سے بہتر ہے یہ دنیا باقی ہی اس وقت تک ہے جب تک اس میں لا الہ الا اللہ کہا جاتا رہے گا اور جب اس پاکیزہ کلمہ کا کہنے والا ایک فرد بھی باقی نہیں رہے گا تو قیامت آجائے گی۔ اسی لئے تو اللہ کے رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ "اللہ کے نزدیک دنیا کا ختم ہو جانا ایک مسلمان کے قتل سے زیادہ آسان ہے"۔ (ابن ماجہ)

حجۃ الوداع کے تاریخی خطبہ میں آپ ﷺ نے جان کے ساتھ مسلمان کے مال کی حرمت کو بھی ذوالحجہ، یوم عرفہ اور شہر مکہ کی حرمت کے برابر ٹھہرایا تھا۔

ایک دوسری حدیث مبارکہ میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ "جو کوئی قسم کھا کر مسلمان کا حق مارے گا اللہ اس کے لیے دوزخ واجب اور جنت حرام کر دے گا، ایک شخص نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! اگر کوئی معمولی سی چیز ہو تب بھی؟ فرمایا درخت کی ایک شاخ ہی کیوں نہ ہو"۔

آپ ﷺ کا ذاتی عمل یہ تھا کہ تمام تر اختیارات کے باوجود آپ ﷺ کسی کے مال میں بلا استحقاق تصرف کرنا گوارا نہ فرماتے تھے، اگر کسی چیز کی ضرورت ہوتی تو با قاعدہ معاوضہ دے کر حاصل فرماتے، مالک کہتا ہی رہ جاتا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ ہمارے ماں باپ آپ پر قربان ہمارے پاس جو کچھ ہے وہ آپ ﷺ کا ہے یہ سب آپ ﷺ ہی کے صدقے ہمیں ملا ہے جو چاہیں لے لیں اور جو چاہیں چھوڑ دیں مگر آپ ﷺ اصرار کر کے معاوضہ ادا فرماتے۔

ہجرت کے موقع پر سیدنا ابو بکر صدیقؓ نے دو اونٹنیاں پیش کیں اور عرض کیا کہ

میں اسی وقت کے لیے ان کو پال رہا تھا آپ ﷺ ان میں سے جونسی چاہیں اپنے لئے پسند فرمالیں، حالانکہ حضرت ابو بکرؓ جانثار دوست تھے، مخلص صحابی تھے۔ لیکن آپ ﷺ نے صاف فرمادیا کہ بلا معاوضہ تو میں نہیں لوں گا ہاں اگر معاوضہ لیتے ہو تو ایک میں لے لیتا ہوں۔ حضرت ابو بکرؓ کو مجبوراً معاوضہ قبول کرنا پڑا۔

خلیفہ وقت حکم بن عبدالرحمٰن ثالث کو اپنا محل بنوانا تھا اتفاق سے جو زمین پسند کی گئی اس میں غریب بیوہ کا جھونپڑا آتا تھا اس بیوہ کو کہا گیا کہ یہ زمین قیمتاً دے دے مگر اس نے انکار کیا خلیفہ نے زبردستی قبضہ کر کے اس زمین پر اپنا محل بنوالیا اس بیوہ نے قاضی کی خدمت میں حاضر ہو کر اس کی شکایت کی قاضی نے اسے تسلی دے کر کہا کہ اس وقت تم جاؤ میں کسی مناسب وقت تمہارا انصاف کرنے کی کوشش کروں گا خلیفہ حکم بن عبدالرحمٰن جب پہلے پہل محل اور باغ کو دیکھنے گیا تو اسی وقت قاضی بھی وہاں ایک گدھا اور خالی بوری لے کر آ گیا اور خلیفہ سے وہاں سے مٹی بھرنے کی اجازت چاہی۔ اجازت دے دی گئی قاضی نے اس بورے میں مٹی بھر کر عرض کی کہ مہربانی فرما کر اس بورے کے اٹھاتے میں اس کی مدد کی جائے۔ خلیفہ نے اسے ایک مذاق سمجھا اور بورے کو ہاتھ لگا کر اٹھانے کی کوشش کی چونکہ وزن زیادہ تھا خلیفہ سے ذرا بھی نہ اٹھا، موقع کی مناسبت تھی۔ قاضی نے فوراً چوٹ لگائی۔ اے خلیفہ! جب تو اتنا بوجھ اٹھانے کے قابل نہیں تو قیامت کے دن جب ہم سب کا مالک انصاف کرنے کے لیے عرش پر جلوہ افروز ہوگا اور جس وقت وہ بیوہ جس کی زمین تم نے زبردستی لے لی ہے اپنے پروردگار سے انصاف چاہے گی تو اتنی بھاری زمین کا بوجھ کس طرح اٹھا سکو گے۔ خلیفہ پر اس برمحل بات کا بڑا اثر ہوا اور اس نے فوراً یہ محل اس کے لوازمات کے سمیت اس بیوہ کے حوالے کر دیا۔

مریض کے حقوق

مریض کی عیادت کرنا

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم کسی بیمار کے پاس جاؤ تو اس سے کہو کہ وہ تمہارے لیے دعا کرے، اس لیے کہ اس کا دعا کرنا ایسا ہے جیسے کہ فرشتوں کا دعا کرنا۔

جانوروں کے حقوق

اسلام میں جانوروں کے بھی کچھ حقوق ہیں جن کا ادا کرنا ہر مسلمان پر ضروری ہے۔ جانوروں کے چند حقوق یہ ہیں۔

۱۔ جن جانوروں کا گوشت کھانا حرام ہے جب تک وہ ایذا نہ پہنچائیں بلاضرورت ان کو قتل کرنا منع ہے۔

۲۔ جن جانوروں کا گوشت حلال ہے ان کو بھی جبکہ کھانے کے لیے نہ ہو بلکہ محض تفریح کے لیے بلاضرورت قتل کرنا، جیسا کہ بعض شکاری لوگ کھانے یا کوئی فائدہ اٹھانے کے لیے نہیں شکار کرتے بلکہ شکار کھیلتے ہیں یعنی محض کھیل، کود کے طور پر جانوروں کا خون کر کے ان کو ضائع کر دیتے ہیں۔ یہ شریعت میں جائز نہیں ہے۔

۳۔ جو پالتو جانور کام کرتے ہیں ان کو گھاس چارہ اور پانی دینا فرض ہے، اور ان کی طاقت سے زیادہ ان سے کام لینا بھوکا پیاسا رکھنا اور بلاضرورت خصوصاً ان کے چہروں پر مارنا گناہ اور نا جائز ہے۔

۴۔ پرندوں کے بچوں کو گھونسلوں سے نکال لینا یا پرندوں کو پنجروں میں بند کر دینا اور بلاضرورت ان پرندوں کے ماں باپ اور جوڑے کو دکھ پہنچانا بہت بڑی بے رحمی اور ظلم ہے جو کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں ہے۔

۵۔ بعض لوگ کسی جاندار کو باندھ کر لٹکا دیتے ہیں۔ اور اس پر غلیل یا بندوق سے نشانہ بازی کی مشق کرتے ہیں۔ یہ بھی پرلے درجے کی بے رحمی اور ظلم ہے، جو مسلمان کیلئے حرام ہے۔

۶۔ جن جانوروں کو ذبح کرنا ہو، یا موذی ہونے کی وجہ سے قتل کرنا ہو تو مسلمان کے لیے لازم ہے کہ اس کو تیز ہتھیار سے بہت جلد ذبح یا قتل کر دے۔ کسی جانور کو تڑپا تڑپا کر یا بھوکا پیاسا رکھ کر مار ڈالنا یہ بھی بہت بڑی بے رحمی ہے جو ہرگز اسلام میں جائز نہیں ہے

☆☆☆ تمت بالخیر ☆☆☆

آپ شیخ مفتی محمد الیاس زکریا صاحب حفظہ اللہ کی اہم تالیفات

1. تفسیر قرآن مجید مکمل (دو جلد)
2. احادیث نبوی ﷺ کا مجموعہ
3. آپ کے ظاہری باطنی مسائل اور انکا حل
4. قصص الانبیاء
5. قرآن کے مضامین کا خلاصہ
6. ہر پریشانی اور بیماری کا علاج
7. حقوق العباد اور انکی اہمیت
8. الحوارات السھلۃ
9. امت مسلمہ کی تباہی کے اسباب
10. اپنے نبی ﷺ کے حقوق ادا کیجئے اور عاشق رسول ﷺ بنیے
11. شادی کے شرعی احکام
12. پیارے نبی ﷺ کی ۱۱۶ تقریریں
13. ہر مہینے کے شرعی احکام
14. ایجاز الدارسۃ علیٰ مقدمۃ عمدۃ الرعایۃ
15. حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت علیؓ تک تاریخی حقائق
16. زاد مومن
17. تحفہ مومن
18. سورتوں اور وظائف کا مجموعہ
19. رمضان قیمتی بنایئے
20. تفسیر پارہ عمّ
21. مستند مجموعہ وظائف
22. اسلام کے بنیادی ارکان (احکام و مسائل)
23. اپنی نمازوں کی اصلاح کیجئے
24. ماہِ محرم کے شرعی احکام
25. ماہِ ربیع الاوّل کے شرعی احکام
26. ماہِ مقدس کے شرعی احکام
27. ماہِ ذی الحجہ کے شرعی احکام
28. عمرہ اور حج کے تفصیلی احکام
29. موبائل کی نعمت کا صحیح استعمال کیجئے
30. مقبول دعائیں
31. فضائل اعمال (تخریج)
32. فضائل صدقات (تخریج)
33. فضائل حج (تخریج)
34. عمرے کا طریقہ قدم بقدم (کارڈ)
35. حج کا طریقہ قدم بقدم (کارڈ)
36. مدینہ منورہ کے حاضری کے آداب (کارڈ)
37. عرفات کے مسنون اعمال (کارڈ)
38. صبح وشام کی مسنون دعائیں (کارڈ)
39. مختصر شرح کنز الدقائق
40. مختصر شرح شرح ملا جامی
41. مختصر شرح کافیہ
42. مختصر شرح نور الانوار
43. مختصر شرح شرح تہذیب
44. مختصر شرح قطبی
45. مختصر شرح اصول الشاشی
46. مختصر شرح مقامات حریریہ
47. مختصر شرح نفحۃ العرب
48. مختصر شرح دروس البلاغۃ
49. مختصر شرح معلم الانشاء (ثانی)
50. مختصر شرح شرح الوقایہ آخرین
51. مختصر شرح ریاض الصالحین
52. مختصر شرح معلم الانشاء (حصہ سوم)

مکتبۃ الیاس کراچی